کامران سیریز کی ۱۰۹ ویں پیشکش

ASSIGNMENT WHITE RAJAH

کا آزاد ترجمہ

مصنف ــــــــ ایڈورڈ۔ ایس۔ آرونز

مترجم ــــــــ صدیق احمد

کامران سیریز اقبال روڈ راولپنڈی (پاکستان)

پہلی بار ——— نومبر ۱۹۷۵ء

شمارہ نمبر ——— ۱۰۹

طابع ——— شاداب پرنٹنگ پریس راولپنڈی

ناشر ——— ملک غلام محمد

سول ایجنٹ

کتاب گھر نیا بازار راولپنڈی

ابتدائیہ

"گھر کا بھیدی" امریکہ کے مشہور ادارہ سی آئی۔ اے۔ کے کارناموں پر مشتمل ایک سنسنی خیز ایڈونچرس ناول کا دلچسپ ترجمہ ہے اس سے پہلے کامران سیریز میں ایڈورڈ ایس آرونز کے متعدد ناولوں کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ جو قارئین نے بہت پسند کئے۔ امید ہے۔ زیر نظر شمارہ ان سے بھی زیادہ دلچسپیوں کا حامل ہوگا۔

ایم غلام محمد

کامران سیریز کی ۱۱ ویں پیشکش

ذہین جلاد

- مجرموں کی سنڈیکیٹ کی کیلیفورنیا شاخ کا سربراہ جیک مارر سنگدل انسان تھا مگر جون آرنٹ کی بے وفائی سے اس کے دل پر چوٹ پڑی اور اس نے اپنے ہاتھوں سے جون آرنٹ کو قتل کر کے اس کا سر قلم کر دیا۔
- سب کو معلوم تھا کہ یہ جیک مارر کا کام ہے مگر اس کے خوف کی وجہ سے کوئی زبان کھولنے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ بالآخر ایک نازک اندام حسینہ فرانس کولمین کے متعلق شبہ ہوا کہ اس نے جیک مارر کو قتل کے وقت دیکھا ہے۔
- جیک مارر کو بھی پتہ چل گیا اور اس نے سپیٹ ڈینر کو فرانس کولمین کے قتل پر مامور کر دیا۔ مگر سپیٹ ڈینر فرانس کی محبت میں گرفتار ہو گیا اور اسے قتل نہ کر سکا۔
- فرانس اور ڈینر اہم ترین گواہ تھے اور مارر نے ہر قیمت پر ان تک پہنچنا تھا۔ مگر ان دونوں کی کڑی نگرانی ہو رہی تھی۔ بالآخر ذہین جلاد و لو فراری کی خدمات حاصل کی گئیں۔
- قاتلوں کا گروہ و لو فراری کیا ان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا؟ جیک مارر کا کیا انجام ہوا؟

تفصیلات کے لئے جیمس ہیڈلے چیز کی سنسنی خیز تحریر پڑھیے جس کا ترجمہ سراج الدین رشید نے کیا ہے۔

۱

جان بچانے کے لئے بھاگتے وقت انسان سرپٹ دوڑتا ہے۔ ٹھوکر کھا کر گرتا ہے تو اٹھ کر بغیر کپڑے جھاڑے دوڑتا چلا جاتا ہے۔ اس پر بس ایک ہی دھن سوار ہوتی ہے۔ کسی طرح پیچھا کرنے والے قاتلوں سے اپنی جان بچا لی جائے۔ یہی کچھ حال ڈیو ریل کا بھی تھا۔ قاتل اس کا تعاقب کر رہے تھے اور وہ بھاگ رہا تھا۔ اندھا دھند۔ گرتا پڑتا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے وہ تمام زندگی دوڑتا رہا ہو۔ وہ ایک جگہ ٹھہر کر اپنا سانس بھی درست نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس طرح اس کی جان بچنے کے امکانات اور بھی معدوم ہو جاتے۔ زندگی کسے عزیز نہیں ہوتی۔

ڈیو ریل نے اندازہ لگایا کہ اب دریا اس سے پانچ سو گز سے زیادہ دور نہ ہوگا۔ لیکن وہ اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔ شاید وہ اس کے دائیں طرف تھا یا ممکن ہے کہ بائیں طرف ہو۔ وہ دوڑتا رہا۔ اسے دریا کے کنارے پہنچنا تھا۔ جہاں چیانگ چی اس کا انتظار کر رہا ہوگا۔ لیکن تعاقب کرنے والوں سے وہ کس طرح جان بچائے؟ اس سوال کا جواب اس کے پاس سوائے بھاگنے کے اور کچھ نہ تھا۔ وہ پاگل جنونی نسلی دیوانے اس کی تکا بوٹی کر دیں گے جنہوں نے شہر میں آگ اور خون کی ہولی کھیلی تھی۔ وہ اس کی جان بخشی کس طرح کر سکتے تھے۔ دور شہر میں جگہ جگہ آگ لگی ہوئی تھی۔ آسمان پر اٹھتے ہوئے دھوئیں کے بادل اور آگ کے شعلے ظاہر کر رہے تھے۔ کہ فسادات کی آگ پوری طرح بھڑک رہی تھی۔ دو دن سے یہ تمام علاقہ نسلی فسادات کی لپیٹ میں تھا۔ اور ڈیو ریل

انہی فسادات کے دوران شہر میں وارد ہوا تھا۔

اچانک بادلوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ اور موسلا دھار بارش ہونے لگی اب اچانک ڈیوریلی کو احساس ہوا کہ اس کے پاؤں میں دوڑنے کی سکت نہ رہی تھی۔ وہ دریا کے کنارے سے ہٹ کر ایک پگڈنڈی پر آ گیا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ پھر اس نے اپنا پستول نکالا اور اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لیا سامنے ایک برگد کا درخت تھا۔ ڈیوریلی بارش سے پناہ لینے کے لئے اس کے نیچے جا پہنچا۔ ابھی تک بارش کے قطرے برگد کے پتوں میں سے گزر کر نیچے نہیں گر رہے تھے۔ مکمل اندھیرا چھا چکا تھا۔ ڈیوریلی برگد کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اور سامنے پگڈنڈی کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ آ رہے تھے۔ اسی کی طرف۔ کھلے چمکتے ہوئے چاقوؤں کو تانے ہوئے۔

ڈیوریلی نے اپنے دل میں ان کے لئے کوئی نفرت محسوس نہیں کی۔ وہ یقیناً اسے نہیں جانتے تھے وہ تو بس قتل کرنا چاہتے تھے۔ کسی کے بھی خون سے اپنی پیاس بجھانا چاہتے تھے۔ دو دن سے وہ قتل و غارت گری میں مصروف تھے۔

فسادیوں نے قونصل خانے کی کھڑکیوں کو توڑ ڈالا تھا۔ لائبریری کو آگ لگا دی تھی۔ احاطے کی دیواریں خون اور تیل کے چھینٹوں سے بھری ہوئی تھیں ایک ملائی لڑکی جو قونصل خانے میں بطور ٹائپسٹ کام کرتی تھی۔ اس کو فسادیوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ قونصل خانے کے دروازے پر ایک نیک فطرت نوجوان چینی سکرٹری کا سر قلم کر دیا گیا تھا۔ ڈیوڈ کونڈن نے جو قونصل خانہ کا انچارج تھا ڈیوریلی کو شہر سے نکل جانے کو کہہ دیا تھا۔ لیکن ڈیوریلی ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس سلسلے میں اس کے لئے احکامات واضح اور صاف تھے۔ اسے ہر حالت میں اس جگہ ٹھہرنا تھا۔

ڈیوریلی نے گہری سانس لی اور پھر پگڈنڈی پر آتے والوں کی طرف دیکھنے لگا۔

اس طرح ایک منٹ گزر گیا۔ اب تقریباً رات ہو چکی تھی۔ اور بارش کے قطرے برگد کے پتوں میں سے گزر کر ٹپ ٹپ اس کے سر، چہرے اور کاندھوں پر گر رہے تھے۔

دو آدمی اس کے قریب آ پہنچے۔ انہوں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"امریکن؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہاں۔" ڈیوریلی نے جواب دیا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"میں پالا میر سے ملنے کے لئے جا رہا تھا۔"

وہ دونوں ہنس پڑے۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"پالا میر کسی سے نہیں ملتی۔"

"وہ مجھ سے ضرور ملے گی۔"

دوسرے آدمی نے کہا۔ "کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہاں ٹھہرنا اجنبیوں کے لئے خطرناک ہے؟"

"ہاں۔ مجھے معلوم ہے۔"

"کیا تم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ تم امریکن ہو؟"

"ہاں میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔"

وہ دونوں ملائی باشندے تھے۔ عام حالات میں وہ دھان کے کھیتوں میں کام کر رہے ہوتے یا سبزی منڈی میں ترکاریاں فروخت کر رہے ہوتے اب ان دونوں کے ہاتھوں میں کھلے ہوئے چاقو تھے اور آنکھوں میں خون کی پیاس تھی۔ اب بارش تیزی سے ہونے لگی تھی۔

"کیا تمہارے پاس پستول بھی ہے۔" پہلے ملائی باشندے نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تم نے پستول کیوں نہیں چلایا ہم پر؟" اس شخص نے پوچھا۔

"میں خون خرابہ پسند نہیں کرتا۔"

"پھر تم ہم سے بھاگ کیوں رہے تھے؟"

"میرا خیال تھا کہ تم مجھے مار ڈالو گے۔" ڈیوریل نے جواب دیا۔

"شاید ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔"

"میرا تم لوگوں سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔" ڈیوریل نے کہا۔

"کیا تمہارا پالامیر سے جھگڑا ہے؟"

"نہیں۔"

"وہ تم سے نہیں ملے گی۔"

"اس صورت میں میں شہر واپس چلا جاؤں گا؟"

"شہر میں جانا خطرے سے خالی نہیں۔"

"زندگی ہی خطروں کا نام ہے۔"

"تم سچ کہتے ہو۔ ان دو دنوں میں نجانے کتنے مارے جا چکے ہیں۔ اچھا۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

"دریا کی طرف کونسا راستہ جاتا ہے؟"

"تم ٹھیک راستے پر چل رہے ہو۔ اسی پر چلتے رہو۔"

"شکریہ۔" ڈیوریل نے کہا۔

انہوں نے سر ہلایا۔ چاقو کمر میں اڑس لئے اور جنگل میں غائب ہو گئے۔ کئی منٹ

تک ڈیوریل اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ اسے یقین تھا۔ کہ فسادیوں کی مزید ٹولیاں شکار کی تلاش میں گھوم رہی ہوں گی۔ ڈیوریل کو تربیت ہی ایسی ملی تھی۔ کہ کسی صورت میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ اس کے پیشے میں ذرا سی کوتاہی یا غفلت موت کا پیغام ثابت ہو سکتی تھی۔ جب دس منٹ گزر چکے تھے۔ اور کوئی دکھائی نہ دیا۔ تو ڈیوریل اپنی جگہ سے اٹھا اور پگڈنڈی پر دریا کی طرف روانہ ہو گیا۔

۲

ہوا سائیں سائیں کرتی ہوئی چل رہی تھی۔ طوفان باد و باراں عروج پر تھا۔

ڈیوریل دن ڈھلنے کے تھوڑی دیر بعد اس جھونپڑی تک جا پہنچا جہاں اسے چیانگ جی سے ملنا تھا۔ لیکن چیانگ جی وہاں نہیں تھا۔ ڈیوریل نے نظریں اٹھا کر دریا کی طرف دیکھا ادھر ادھر تلاش کیا لیکن چیانگ جی کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک بارش سے بھیگ رہا تھا۔ اس کے قیمتی سوٹ سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ ڈیوریل نے یہ قیمتی سوٹ پالامیر کو متاثر کرنے کے لئے پہنا تھا۔ لیکن اسے کیا معلوم تھا۔ کہ ملاقات سے پہلے ہی اس کا ستیاناس ہو جائے گا۔ اس نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر پستول کو ٹٹولا۔ اس کے افسر اعلیٰ جنرل ڈکنسن میکفی نے اسے اس مشن پر پستول لے جانے سے منع کیا تھا وہ ضرورت پڑنے پر اپنے ہاتھ استعمال کر سکتا تھا۔ جنرل میکفی نے اسے بتایا تھا۔ کہ اسے یہاں کئی قسم کے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور اگر وہ ہتھیار لے کر چلا تو مزید پیچیدگیاں پیدا ہونے کا احتمال تھا

لیکن ڈیورل نے ان تمام خدشات کے باوجود پستول لے کر چلنے کو ترجیح دی۔

چیانگ جی مخلوط نسل کا خوش مزاج آدمی تھا۔ اس نے ڈیورل کو بتایا تھا۔ کہ ساٹھ سال پہلے اس جھونپڑی میں ایک پادری رہتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد سے یہ جھونپڑی بالکل غیر آباد چلی آ رہی تھی۔ اور کوئی شخص بھی یہاں آ کر نہیں بسا تھا۔ ڈیورل کو اس میں بھی شبہ تھا۔ شبہ کرنا اس کی فطرت میں شامل تھا۔ اس پیشے میں زندہ رہنے کے لیے ہر بات اور ہر شخص پر شبہ کرنا ضروری تھا۔

پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ لیکن چیانگ جی ابھی تک دکھائی نہیں دیا تھا۔

دریا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور آسمان پر بادل۔ تاریکی اتنی گہری تھی۔ کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ اس تاریکی کو چمکنے والی بجلی کبھی کبھی توڑ دیتی تھی۔ ڈیورل نے اپنے بھیگے ہوئے کوٹ سے پنسل فلیش نکالی۔ اور جھونپڑی کی تلاشی لینے لگا۔ وہاں کوئی لیمپ وغیرہ نہیں تھا۔ ایک ٹوٹی ہوئی ٹانگوں والی میز اور دو سٹولوں کے سوا کسی قسم کا فرنیچر بھی نہ تھا۔ دیواروں پر سے پلستر جھڑ جھڑ کر فرش پر جمع ہو چکا تھا۔ آتشدان میں راکھ تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہاں کبھی آگ جلائی گئی تھی۔ یہ آگ کس نے اور کب جلائی ہوگی؟" ڈیورل اس پر غور کر ہی رہا تھا۔ کہ اس نے دریا پر چیانگ جی کی کشتی پانی میں کھینے کی آواز سنی

"مسٹر ڈیورل؟" بوڑھے ملاح کی آواز جھونپڑے کے دروازے پر سنائی دی جو کافی بلند تھی۔

"میرے دوست۔ آہستہ بولو۔" ڈیورل نے کہا۔

"میں توہم پرست نہیں ہوں۔ نہ ہی بھوت پریت پر اعتقاد رکھتا ہوں۔ لیکن پھر بھی میں بھوتوں سے زیادہ اونچا بولنا پسند کرتا ہوں۔" چیانگ جی نے کہا۔

"کیا یہ جگہ بھوت پریت کا مسکن ہے؟"

"تو کیا آپ کو بھی ان کی موجودگی کا احساس ہو رہا ہے؟"

"ہاں مجھے کسی کی موجودگی کا احساس ہو رہا ہے۔" ڈیورل نے کہا۔

"یہاں کوئی انسان نہیں آ سکتا۔" چیانگ جی نے کہا۔ "یہ جگہ اتنی ڈراؤنی اور وحشت ناک ہے کہ کوئی یہاں آنے کی جرأت ہی نہیں کر سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ جگہ بھوتوں اور چڑیلوں کی آماجگاہ ہے۔ شاید میں یہ سب کچھ آپ کو بتانا بھول گیا تھا۔"

"نہیں۔ تم نے سب کچھ مجھے بتا دیا تھا۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ مقدس ماں ہماری حفاظت کرے گی۔ جب سے میں عیسائی بنا ہوں مجھے بھوت پریت سے ڈر نہیں لگتا۔ کسی زمانے میں میں ان سے بہت ڈرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ عرصہ گزرا کہ ایک مچھیرا اور اس کا لڑکا اس جھونپڑی میں رہتے تھے۔ لڑکا کھانا تیار کرتا تھا۔ جبکہ اس کا باپ مچھلیاں پکڑنے کے لیے جایا کرتا تھا۔ ایک دن انہیں سمندر میں ایک لاش ملی۔ وہ اسے اٹھا کر یہاں لے آئے۔ مچھیرے نے بیٹے سے مذاق کے طور پر کہا۔ کہ اب اسے تیسرے آدمی کے لیے بھی کھانا تیار کرنا ہوگا۔ لڑکے نے تین آدمیوں کے لیے میز پر کھانا لگا دیا۔ اسی وقت بوڑھے مچھیرے کو قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ لاش جو وہ سمندر سے اٹھا کر لائے تھے اپنے قدموں پر چلتی ہوئی میز پر آئی اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کا گوشت جگہ جگہ سے شارک مچھلیوں نے نوچ لیا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر بوڑھے کی سانس رک گئی اور وہ دہشت کے مارے مر گیا۔ صرف لڑکا زندہ بچا جو کشتی پر وہاں سے بھاگ آیا تھا۔ اور اسی نے یہ تمام کہانی سنائی تھی۔"

"یہ واقعہ کب پیش آیا تھا؟"

"پانچ چھ سال ہوئے اس کے بعد سے یہاں کوئی نہیں آتا اس لیے ہم یہاں محفوظ

ہیں۔ کم از کم انسانوں سے ہمیں یہاں کوئی خطرہ نہیں۔"

"پالا میر کی طرف سے بھی کوئی خطرہ نہیں؟"

"اس کی بات اور ہے۔" چیانگ جی نے کہا۔

"کیا آج میری اس سے ملاقات ہو سکے گی؟"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ حالات کچھ ایسے پیچیدہ ہو چکے ہیں کہ کچھ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ فسادات، مارشل لا۔ اور ہاں آپ نے سنا نہیں کہ شہر میں کرفیو بھی لگ چکا ہے۔"

"نہیں۔ میں نے تو نہیں سنا۔"

"پتہ نہیں لوگ کیوں پاگل ہو رہے ہیں۔ بے گناہوں کا خون کیوں بہایا جا رہا ہے۔ اور میں جو کہ آدھا چینی آدھا ملائی ہوں میں کیا کروں۔ آج رات تو ہر کوئی میرا دشمن بنا ہوا ہے۔"

"کم از کم میں تو تمہارا دشمن نہیں ہوں۔"

"بے شک۔" بوڑھے ملاح نے کہا۔ "آپ میرے دشمن نہیں ہیں۔ جہاں تک کہ نوجوان رانی کا تعلق ہے۔ میرا مطلب پالا میر سے ہے اگرچہ اب اسے کوئی رانی کہہ کر نہیں پکارتا نہ ہی اس کے بھائی یا باپ کو اب کوئی راجہ کہتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پرانے زمانے میں یہ علاقہ گوٹے راجہ کی عمل داری میں شامل تھا۔ اور یہاں اسی کا حکم چلتا تھا۔"

"بس۔ بس۔ ان بیکار باتوں سے کیا فائدہ؟" ڈیوریل نے کہا۔ اس وقت وہ کچھ سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ دور آسمان پر شمال مشرق کی طرف سے آواز آ رہی تھی۔ جیٹ طیاروں کی آواز۔

"معاف کیجئے گا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ امریکیوں کے کان اتنے تیز ہوتے ہیں۔"

"کیا تم ہمارے لئے کام کرو گے؟"

"چیانگ جی نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ "رقم کافی بڑی ہے اور کام آسان ہے۔ ہاں میں آپ کے لئے کام کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن جہاں تک پالا میر کا تعلق ہے وہ جوان اور خوبصورت عورت ہے لیکن اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک بری عورت ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ جادوگرنی ہے۔ ممکن ہے کہ اب اس نے آپ سے ملنے کا ارادہ بدل دیا ہو۔"

"لیکن اسے میرے آنے کی توقع تو ہو گی۔" ڈیوریل نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ وہ اب بھی سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ جیٹ طیاروں کی آواز اب بلند ہو چکی تھی۔

"نئی جمہوری حکومت نے پالا میر اس کے بھائی اور دادا کو یہاں رہنے کی اجازت دے دی ہے اور وہ موجودہ حکومت کے رحم و کرم پر زندہ ہیں۔ اگلی شان و شوکت، اقتدار اب کہاں؟" چیانگ جی نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔ "وقت وقت کی بات ہے۔ زمانہ بدلتے دیر نہیں لگتی۔"

چیانگ جی پینگرڈا کا ماہی گیر تھا۔ اس کے گھنے بال بالکل سفید ہو چکے تھے چہرے پر مکمل بوڑھاپے کا جالا تنا ہوا تھا۔ ڈیوریل نے اسے پسند کیا۔ کم از کم وہ اس پر اعتماد کر سکتا تھا

ڈیوریل نے اچانک پوچھا۔ "وہ تھیلا کہاں ہے جو میں نے تمہیں دیا تھا؟"

"وہ ..... وہ تو کشتی میں رکھا ہے جناب۔"

ڈیوریل جھونپڑے سے نکل کر کشتی کی طرف بھاگا۔ کشتی میں پہنچ کر اس نے تھیلے کو کھول کر چھوٹا سا ریڈیو ریسیور نکالا۔ جو واشنگٹن میں محکمہ کی طرف سے اسے سپلائی کیا گیا تھا۔ اس نے سوئچ آن کیا اور چھوٹا سا ایئر فون کان سے لگایا۔ قریب ہی پانی میں کوئی چیز گری۔ بارش اب ختم ہو چکی تھی اور مرطوب ہوا چل رہی تھی۔

آسمان پر طیاروں کی آوازیں اب تھن گرج میں تبدیل ہو چکی تھیں وہ دو

جیٹ طیارے تھے آسمان پر دونیوی گیشن لائٹس روشن تھیں۔ لیکن ان کی بلندی زیادہ نہ تھی۔ طیارے اوپر سے نیچے آرہے تھے۔

جیبی پر کار کی مدد سے ڈیوریل نے ان کی سمت کا اندازہ لگایا۔ وہ جنوب سے جنوب مغرب کی طرف جا رہے تھے۔ ڈیوریل ان کے انجنوں کی آواز کو پہچانتا تھا۔ وہ جیٹ طیارے تھر لیسٹر ٹی ڈی وائی چار تھے۔ ان کا تعلق اس ملک سے نہیں تھا۔ وہ یقیناً سائیگون سے تعلق رکھتے تھے۔ جہاں جنگ جاری تھی۔

"چیانگ جی۔ کیا تم نے اس سے پہلے کبھی اس قسم کے ہوائی جہازوں کی آواز سنی ہے؟"

"نہیں جناب۔ کیا سرکار نے انہیں پینگڑا کے فسادات کو کچلنے کے لیے بھیجا ہے؟"

"نہیں۔"

وہ امریکی بحریہ کے گمشدہ طیارے تھے۔ ان کا اس ملک میں کوئی کام نہ تھا بلکہ وہ غیر ملک کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے تھے۔

اس نے اپنے چھوٹے سے ایئر فون میں آواز سنی۔ "اب کتنی دور اور جانا ہے؟ شاید ہم منزل پر پہنچ گئے ہیں۔"

"خاموش۔ کوئی سن نہ رہا ہو۔" دوسری آواز سنائی دی۔

"آخر معلوم تو ہو کہ ہم کہاں ہیں؟" پہلی آواز آئی۔

"ہم منزل پر پہنچ چکے ہیں۔ بس اب خاموش رہو۔"

یہ دونوں آوازیں امریکیوں کی تھیں۔ لیکن ان میں سے ایک آواز ڈیوریل کے خیال میں بناوٹی تھی۔ دونوں طیارے گرجتے ہوئے گذر گئے۔ ہوا میں زبردست ارتعاش پیدا ہوا۔ درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے اور بندر چیختے ہوئے ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ ڈیوریل نے ریڈیو ریسیور کا انٹینا دبایا ریسیور کو پھر سے تھیلے میں رکھا

اور تھیلا کشتی میں رکھ دیا۔ چیانگ جی اس سمت دیکھ رہا تھا۔ جدھر جیٹ طیارے گئے تھے۔

ڈیوریل نے کہا۔ "اب ہمیں چلنا چاہیئے۔"

"کاش کہ جنرل میکفی نے اس کیس کی بابت مزید کچھ اور بھی بتا دیا ہوتا۔" اس نے اپنے دل میں کہا۔

۳

چھتیس گھنٹے پہلے پینگڑا میں امریکی کونسل ڈیوڈ کنڈن ہوائی اڈے پر بادل نخواستہ ڈیوریل سے ملا تھا۔

"سچ بات تو یہ ہے کہ میں یہ نہیں سمجھ سکا۔ کہ تمہیں یہاں کیوں بھیجا گیا ہے اس وقت یہاں کے حالات بہت خراب ہیں۔ ان کو خوفناک کہنا بے جا نہ ہوگا۔ آج صبح ہی یہاں نسلی فسادات شروع ہوئے ہیں اور وہ ایک دوسرے کو مار رہے ہیں دکانوں کو جلا رہے ہیں لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔ قونصل خانہ پر سخت پہرا لگا ہوا ہے۔ اور افواہ گرم ہے کہ وزیر اعظم کوانگ شہر میں کرفیو کا اعلان کرنے ہی والا ہے۔"

"یہ تو واقعی بڑی تکلیف دہ بات ہے۔" ڈیوریل نے کہا۔

"کیا میں معلوم کر سکتا ہوں کہ تمہیں یہاں کیوں بھیجا گیا ہے؟ کیا موجودہ فسادات کے سلسلے میں؟"

"معاف کیجئے۔ میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ میں یہاں امریکی قونصل ہوں اور میں تمہاری کسی بھی بات پر اعتراض...."

"جو بھی اعتراض کرنا ہے۔ واشنگٹن سے کیجئے۔ کیا آپ کے ملازمین میں کوئی سیکنڈ سیکرٹری جارج ہمینڈ نامی بھی ہے؟"

"ہاں ہے تو۔ لیکن ...."

"تو میں اسی سے مشورہ کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔" ڈیوریل نے کہا۔

"ہمینڈ؟ بیچارا بوڑھا ہمینڈ؟ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ...."

"آپ کچھ نہ ہی سمجھیں تو بہتر ہے۔" ڈیوریل نے کہا۔

کیڈلک ایئر کنڈیشنڈ تھی اور اسی طرح قونصل خانہ بھی ایئر کنڈیشنڈ تھا۔ یہ عمارت نئی اور جدید طرز کی تھی۔ اس کی دیواریں سفید تھیں۔ اس کے احاطے میں گھاس کے قطعات اور پھولوں کی کیاریاں تھیں۔ اس وقت پینگرا خون ریز فسادات کی لپیٹ میں تھا۔ چینی اور ملائی باشندے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ آتش زنی کی وارداتیں عام تھیں۔ انسان انسان کے خون سے ہولی کھیل رہا تھا۔ انسانی جان کی کوئی قیمت نہ تھی۔ چینیوں کی بیشتر آبادی تجارت پیشہ تھی۔ ملائی باشندے عام طور پر غریب اور مفلوک الحال تھے۔ ان میں یہ تاثر عام تھا۔ کہ چینی ان کا استحصال کر رہے تھے۔ چنانچہ معمولی سی چنگاری نے تمام علاقے کے امن کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا۔ فسادیوں میں سے کسی نے پتھر مار کر کونڈن کی ایئر کنڈیشنڈ کار کے شیشے توڑ کر اس کے ایئر کنڈیشنر کو بیکار کر دیا تھا۔ اور جب وہ قونصل خانے پہنچے تو انہیں معلوم ہوا۔ کہ قونصل خانہ کی کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ جانے کی وجہ سے وہاں کا ایئر کنڈیشننگ کا نظام بھی بیکار ہو کر رہ گیا تھا

ایک خوف زدہ ملازم نے ڈیوریل اور کونڈن کو قونصل خانے میں داخل کر کے جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔ فسادیوں نے قونصل خانے کا محاصرہ کر لیا تھا۔ نصف گھنٹہ کی خشت باری کے بعد امریکی اسلحہ سے لیس فوجی قونصل خانہ پہنچے اور انہوں نے ہجوم کو پیچھے ہٹا دیا۔ انہوں نے دو مرتبہ ہوا میں فائر کئے پھر ہجوم پہ فائرنگ کر دی۔ ہجوم چیخ کر فوجیوں کی طرف بڑھا اور دو سپاہیوں کو مار ڈالا تو ٹینک طلب کر لئے گئے بار بار فائرنگ کے بعد ہجوم منتشر ہو گیا۔ یہ ہجوم ٹولیوں کی شکل میں شہر میں گھس گیا اور چن چن کر چینیوں کو قتل کرنے لگا۔

اسی اثنا میں ڈیوریل نے جارج ہمینڈ سے تبادلہ خیالات کیا۔

ہمینڈ ٹی سیکشن میں رہ چکا تھا۔ جو سی آئی اے کی ایک فعال شاخ تھی۔ اس نے اس امریکی جاسوسی ادارہ میں بیس برس تک ملازمت کی تھی۔ لیکن پھر بھی اسے ریٹائر ہونے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ ہمینڈ کو دیکھتے ہوئے ڈیوریل نے اس کے چہرے پر اپنے مستقبل کی جھلک دیکھی۔

ایک زمانہ وہ بھی تھا جب ہمینڈ ٹی سیکشن کا کنٹرولر تھا۔ جب کہ اس کا ہیڈ کوارٹر روم میں تھا۔ اور پھر کچھ عرصہ تک بیروت میں کام کرتا رہا۔ سب کو یقین تھا کہ وہ امریکہ کے اس جاسوسی ادارے کا سربراہ بنے گا۔ لیکن مشرقی جرمنی میں ایک معمولی غلطی کے نتیجے میں اس کو اپنی ٹانگیں تڑوانی پڑیں اس کی کمر پہ شدید چوٹ آئی۔ ایک گردہ بیکار ہو گیا بائیں آنکھ ضائع ہو گئی ان کے علاوہ بھی بہت سے دوسرے زخموں نے اسے اپاہج بنا کر رکھ دیا۔

جاسوسی کے پیشے میں اس قسم کا حادثہ ہو جانا معمولی بات تھی۔ ڈیوریل نے سوچا۔ ہمینڈ کو بھی ڈیوریل کی طرح چین اور روس میں بلیک لسٹ کیا گیا تھا۔ اس لئے ان

کے واسطے نارمل زندگی گزارنا خارج از امکان تھا۔ زخمی ہونے کے بعد ہمینڈ کو معمولی نوعیت کے کاموں پر لگا دیا گیا اور اسے ریٹائر ہو کر نارمل زندگی گزارنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس کو مختلف ملکوں کے امریکی سفارت خانوں میں سیکورٹی افسر کے طور پر تعینات کیا گیا۔ اور جب اس کی عمر ساٹھ سال کی ہو گئی تو اسے پینگ کانگ کے قونصل خانے میں بھیج دیا گیا۔

اسے قسمت کی ستم ظریفی کہیے کہ ایک مرتبہ پھر اچانک ہمینڈ کو ابھرنے کا موقع ہاتھ آیا تھا۔ اور شاید وہ اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔

"عزیز دوست۔ تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ اب تو تم کافی بوڑھے نظر آتے ہو۔"

"لیکن تم سے کم ہی بوڑھا دکھائی دیتا ہوں۔" ڈیوریل نے کہا۔ ہمینڈ نے اس کے ہاتھ کو اتنی سختی سے دبایا کہ ڈیوریل کو اپنے ہاتھوں کی انگلیاں چٹختی ہوئی محسوس ہوئیں اس بوڑھے جاسوس کے ہاتھوں میں اب بھی کافی طاقت تھی۔ ہمینڈ نے اپنے چھدرے بالوں میں کنگھا کیا ہوا تھا۔ اس کی چال میں لنگڑاہٹ صرف غور سے دیکھنے سے محسوس ہوتی تھی۔ اس کی ضائع شدہ بائیں آنکھ کو پلاسٹک سرجری نے حقیقی آنکھ کے مماثل بنا دیا تھا۔ اس کمرہ میں جو قونصل خانے کے ایک گوشے میں واقع تھا۔ حبس اس قدر تھا کہ میز پر رکھا ہوا برقی پنکھا بھی اسے کم کرنے میں ناکام تھا۔ عمارت کا ائیر کنڈیشنر پہلے ہی بیکار ہو چکا تھا۔ ڈیسک پر کوئی کاغذات نہیں تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے یہاں ہمینڈ کے کوئی کام نہیں تھا۔

"مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ تمہیں یہاں بھیجا گیا ہے۔" ہمینڈ نے کہا۔

"مجھے بھی تمہارے ساتھ کام کر کے خوشی ہوگی جارج۔"

"لیکن یہاں کرنے کے لئے کام ہی کیا ہے؟"

"کام؟ فی الحال تو کوئی خاص کام نہیں۔ لیکن آئندہ کی بابت کیا کہا جا سکتا ہے ہو

سکتا ہے۔ کہ اتنا کام ہو جائے کہ ہمیں سر کھجانے کی فرصت بھی نہ مل سکے؟"

ہمینڈ نے کہا۔ "میں شادی کر کے یہاں آباد ہونے کی بابت سوچ رہا تھا۔ اب مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔"

"تو تمہیں یہ شہر پسند ہے؟"

"آخر اس میں برائی کیا ہے؟" اچھا بھلا شہر ہے۔ پر سکون اور آرام دہ"

"اور وہ عورت کون ہے جس سے تم شادی کر رہے ہو؟"

"وہ ..... وہ ایک مقامی لڑکی ہے۔ چینی نسل کی۔ ... وزیر اعظم کوانگ کی بیٹی .... مانا کہ اس کی عمر مجھ سے بہت کم ہے لیکن ....." ہمینڈ ہنسا۔ "کوانگ کی اس شہر میں بہت سی دوکانیں ہیں اور آج میں نے اس کی دوکانوں کو فسادیوں سے بچایا ہے۔ آخر ان لوگوں کو ہو کیا گیا ہے۔ یہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے کیوں ہو رہے ہیں۔ آخر ان کو کب عقل آئے گی؟"

"یہ فسادات شروع کس طرح ہوئے؟"

ہمینڈ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "بات دراصل یہ ہے کہ صنعت و تجارت پر چینیوں کا قبضہ ہے جبکہ ملائی زیادہ تر زراعت پیشہ لوگ ہیں میرا خیال ہے کہ چینیوں نے ملائی باشندوں کا استحصال کیا ہے۔ دونوں کے درمیان نفرت کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی اور پھر ایک معمولی سے واقعہ نے بارود کو آگ دکھا دی۔ لیکن مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ تم کھڑے کیوں ہو سام! بیٹھ جاؤ۔"

ڈیوریل بیٹھ گیا۔ پنکھے کی گرم ہوا اس کے چہرے سے ٹکرا رہی تھی۔ کمرے میں کوئی کھڑکیاں نہ تھیں۔ کمرے میں ان دونوں کا دم گھٹ رہا تھا۔

"کیا تم نے خود یہاں آنے کی خواہش ظاہر کی تھی سام؟"

"نہیں۔ بلکہ مجھے افسرانِ بالا کی طرف سے اس کام پر مامور کیا گیا ہے۔"

"شاید تم یہ بھول گئے۔ کہ میں یہاں موجود ہوں۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ابتدائی رپورٹ میں نے ہی ان کو بھیجی تھی۔"

"جیٹ طیاروں کی بابت؟"

"ہاں۔ امریکی بحریہ کے گیارہ سادھٹیز پراسرار طور پر غائب ہو چکے ہیں جن کو گرانے کا دعویٰ نہ تو دیت کانگ نے کیا ہے نہ ہی شمالی ویت نام نے۔ اب تک نہ تو طیاروں کا کچھ سراغ ملا ہے نہ ان کے پائیلٹوں کا۔ میں نے اب تک تین مرتبہ ان طیاروں کو گرتے ہوئے سنا ہے۔"

"امریکی بحریہ نے گیارہ سادھٹیز کے گم ہو جانے کا اقرار کیا ہے۔ اور تم نے صرف تین کو سنا ہے۔" ڈیوریل نے کہا۔ "باقی کہاں گئے؟"

ہمینڈ نے سگار سلگایا۔ وہ تھکا ہوا اور مغموم نظر آ رہا تھا۔ اس نے ڈیوریل کی طرف اس طرح دیکھا جیسے کہ وہ اس کی یہاں آمد کو ناپسند کرتا ہو۔

"اس کیس پر کام کرنا محض وقت ضائع کرنا ہے میں نے سب کچھ چیک کر لیا ہے۔ جو کچھ میں نے سنا یا دیکھا وہ میرا وہم بھی ہو سکتا ہے۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی کہ میں ایک مرتبہ پھر اپنی اہمیت منوانا چاہتا تھا۔ میں بہت عرصے سے اس شہر میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ سب نے مجھے بھلا دیا ہے۔ لیکن مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں اس لیے عملی زندگی سے اکتا گیا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ اس طرح گمنامی کی حالت میں مر جاؤں اور کوئی میرا پرسانِ حال بھی نہ ہو۔"

"تو کیا تم نے تھنڈر لیشر طیاروں کی آواز نہیں سنی تھی؟"

"سنی تو تھی۔ کم از کم میرا خیال تو یہی ہے۔"

"تم نے یہاں کے لوگوں سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی؟"

"بس میرے دوست۔ اب مزید سوالات مت کرو۔ میں اس بزنس کو جانتا ہوں۔ میں نے جب جاسوسی کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ اس وقت تم بچے تھے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"لیکن خدا کے لئے مجھ سے یہ مت کہو کہ اب زمانہ بدل چکا ہے اور میرے جاسوسی کے طریقے فرسودہ ہو چکے ہیں۔ کوئی میری بابت کیا سوچتا ہے اس کی مجھے اب کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

"جارج۔ میں خود یہاں اپنی مرضی سے نہیں آیا۔ بلکہ حکامِ بالا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔"

"میں بڑی آسانی سے اس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتا تھا۔" ہمینڈ نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"میں نے بڑے بڑے رازوں پر سے پردہ اٹھایا ہے زبردست اور خطرناک مجرموں کا سراغ لگایا ہے۔ اور کچھ میں نے گم شدہ طیاروں کی بابت معلوم کیا ہے اس سے زیادہ تم بھی معلوم نہیں کر سکتے تھے میرا خیال ہے کہ واشنگٹن میں تم نے میری رپورٹیں پڑھی ہوں گی۔"

"نہیں میں نے تائیوان میں ان رپورٹوں کا مطالعہ کیا تھا۔ جہاں اس کام پر مجھے مقرر کیا گیا تھا۔ اس وقت میری تائیوان میں موجودگی کی وجہ سے حکام نے مجھے اس کام پر لگا دیا اس میں نہ تو میرا کوئی قصور ہے نہ حکام کا۔" ڈیوریل نے کہا۔ "جارج خدا کے لئے ہماری نیتوں پر شک نہ کرو۔ اور اپنی رپورٹوں کے علاوہ تمہیں جو کچھ معلوم ہے وہ مجھے بتا دو۔"

"تمام طیارے اس طرف گئے ہیں۔" ہمینڈ نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جنوب..... جنوب مشرق پہاڑوں کی طرف۔"

"پھر وہ واپس نہیں آئے؟"

"نہیں۔"

"کوئی افواہ بھی نہیں سنی۔ مثلاً جہاز کا گرنا۔ امریکن پائیلٹوں کا پیراشوٹ کے

ذریعہ اتمنا وغیرہ"

"نہیں۔ میں نے کچھ نہیں سنا۔"

"جارج واشنگٹن میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ شاید پائیلٹوں نے غداری کی ہو۔"

"ناممکن۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔"

"ہاں۔ مجھے بھی یہی یقین ہے" ڈیوریل نے کہا۔ "بہرحال طیارے اور ان کے ہوا باز کہیں نہ کہیں تو ہوں گے ہی۔ انہیں آسمان نے کھا تو نہیں لیا۔ زمین تو انہیں نہیں نگل گئی۔ کیا تم خیال میں وہ ان پہاڑوں میں موجود ہیں؟"

"ہاں۔ میرا خیال تو یہی ہے۔"

"کیا ہم وہاں ان کا پتہ لگانے کے لئے اپنا اسٹیشن قائم نہیں کر سکتے؟"

"وزیر اعظم کو اتانگ اس کی اجازت نہیں دے گا۔ وہ نسلی کشیدگی۔ سیاسی اتھل پتھل۔ تخریبی سرگرمیوں، گوریلا حملوں کا بہانہ بنا کر ٹال دے گا۔ بہرحال یہ سب محض اس وجہ سے ہے۔ کہ ان پہاڑیوں پر اب بھی گورے راجہ کی عملداری ہے اور اجازت دینا نہ دینا اسی کے اختیار میں ہے۔"

"لیکن یہ گورا راجہ کون ہے؟"

"ایک بہت بوڑھا آدمی ہے۔ اس کے آباؤ اجداد عرصہ ہوا اس علاقے میں آ کر یہاں کے حکمران بن گئے تھے یہاں کے عوام نے بغاوت کر کے اقتدار بوڑھے راجہ کے ہاتھ سے چھین لیا البتہ اسے اور اس کی پوتی اور پوتے کو یہاں رہنے کی اجازت دے دی۔ اور پہاڑی علاقے پر اس کی حکومت برقرار رہی۔ اگرچہ یہ حکومت برائے نام ہے۔ لیکن پہاڑیوں میں آنے جانے کی اجازت وہی دے سکتا ہے اس کا پوتا ایک محنتی نوجوان ہے پوتی یورپ میں جا کر گم ہو گئی۔ دو شادیاں کیں اور دونوں شوہروں سے طلاق لے کر حال ہی میں گھر واپس آئی ہے

"اس کو یہاں آئے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے؟"

"ایک سال پہلے وہ آئی تھی۔"

"اس کا ان طیاروں سے تو کوئی تعلق نہیں؟"

"ناممکن۔ وہ تنہائی اور گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہی ہے۔"

"وہ اور اس کا دادا ہماری کس طرح مدد کر سکتے ہیں؟"

"جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ ان پہاڑوں کی زمینیں پالا میر کی ملکیت ہیں۔ وہی تم کو پہاڑوں پر مشاہدہ گاہ قائم کرنے کی اجازت دے سکتی ہے اس سے اجازت حاصل کرنے کی کوشش لاحاصل ہے۔"

"کیا تم اس کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کر چکے ہو؟"

"وہ کسی سے نہیں ملتی" ہمینٹ نے کہا۔ "میں نے اس سے ملنے کی کئی بار کوشش کی مگر ناکام رہا۔ بہرحال تم جوان اور خوبصورت ہو۔ شاید تم اس سے ملنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ سنا جاتا ہے کہ پالا میر بہت حسین ہے۔ بہرحال میں نے اب تک اسے نہیں دیکھا۔ کیا تم میری ڈیلینز کی بابت معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو۔"

"میری ڈیلینز؟"

"انیسویں صدی میں میری ڈیل وہ انگریز تھا جو لینگرا کا راجہ بن بیٹھا تھا۔ یہاں کے تمام ملائی باشندے اس سے محبت کرتے تھے وہ بڑی شان و شوکت سے رہتا تھا۔ اس نے ایک مقامی رانی سے شادی کی تھی۔ اس طرح ان کی اولاد میں دونوں نسلوں کے خون کی آمیزش ہے۔ میری ڈیل کا نام بگڑ کر میرہ رہ گیا۔ اب وہ لوگ عوامی حکومت کے تحت ہیں۔ کیا تم اس داستان میں دلچسپی لے رہے ہو؟"

"ہاں۔ واقعی بڑی دلچسپ داستان ہے"

"کوئی پرواہ نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ تمہیں اس خاندان کی بابت تمام معلومات مہیا کر دی جائیں گی۔ بہرحال یہ بات طے ہے کہ عوامی حکومت اس معاملے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ پہاڑوں میں شاہدگاہ قائم کرنے کی اجازت گدرا راجہ اور اس کی پوتی ہی دے سکتے ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم کہاں ٹھہرے ہو؟"

"قونصل نے کوان ڈیوپ ہوٹل میں میرے لئے ایک کمرہ مخصوص کروا دیا ہے۔"

"قونصل خود نما اور سر پھرا شخص ہے۔ نئی نسل کے تمام امریکن ایسے ہی ہیں لیکن مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں۔"

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ تو بتاؤ میں کس طرح پالا میر کی رہائش گاہ تک رسائی حاصل کر سکتا ہوں؟"

"چیانگ جی تمہیں وہاں لے جائے گا۔ چیانگ جی میرے لئے کام کرتا ہے۔ چھوٹے موٹے کام۔ اس کے بیٹے اور بیٹیاں سول سروس میں اور دوسرے عہدوں پر کام کرتے ہیں پسنگڑا کی بابت جو معلومات تم حاصل کرنا چاہتے ہو وہ تمہیں بتا سکتا ہے۔"

"واقعی یہ شخص بڑا مفید ثابت ہو سکتا ہے۔"

"اس میں کیا شک ہے۔"

ہمینڈ نے اس کو پینے پلانے کی کوئی پیش کش نہیں کی۔ وہ اپنی ہونے والی بیوی کی باتیں کرتا رہا اور اس کے ابا اس نے گم شدہ طیاروں کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ جب ڈیوریل اس سے رخصت ہوا تو اس کو بڑے سکون کا احساس ہو رہا تھا۔

۴

آسیب زدہ جھونپڑی سے نکل کر چیانگ جی نے اطمینان کا سانس لیا دریا پر اندھیرا چھایا ہوا تھا لیکن بارش تھم چکی تھی۔ ڈیوریل نے لنگوٹے کی گھنٹیوں کی آواز سنی جو دور سے آ رہی تھی۔ کشتی میں بیٹھ کر دونوں روانہ ہوئے مچھیروں کی کشتیاں دریا کے کنارے بندھی ہوئی تھیں لیکن دور دور تک کوئی شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔ چیانگ جی بڑی پھرتی اور مہارت سے چپو چلا رہا تھا۔ راستے میں دریا کے کنارے ایک اجڑا ہوا گاؤں نظر آیا۔ ڈیوریل مڑ مڑ کر اس کی طرف دیکھتا رہا لیکن وہاں بھی کسی انسان کا نام و نشان نظر نہ آتا تھا۔

"یہ وہ جگہ ہے جہاں پالا میر رہتی ہے۔" چیانگ جی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ ایک پرانی کوٹھی تھی جس کی دیواروں پر کائی جمی ہوئی تھی۔ عمارت یورپین طرز کی تھی جس کے چاروں طرف اونچی باڑھ تھی جن پر بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ اوپر دوسری منزل پر ایک برآمدہ تھا۔ اچانک ایک کتا بھونکنے لگا۔ چیانگ جی نے کشتی سے کود کر رسی سے کشتی کو درخت کے تنے کے ساتھ باندھ دیا۔ چند گز کے فاصلے پر ایک موٹر بوٹ درخت کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ عمارت میں مکمل خاموشی طاری تھی۔

"خدا کرے کہ آپ کی شاہی خاتون سے ملاقات ہو جائے۔" بوڑھے ملاح نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ "لیکن حضور خیال ہے اس کی شہرت اچھی نہیں۔ وہ ایک خطرناک عورت ہے۔"

"تم بے فکر رہو۔ میں اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔"

ڈیوریل کشتی سے اتر گیا اور دریا کے کنارے کھڑے ہو کر عمارت کا جائزہ لینے لگا پھر آہستہ آہستہ گیٹ کی طرف بڑھا۔ جارج ہمینڈ کی فراہم کردہ اطلاعات کے مطابق پالا میر ایک آوارہ اور بدچلن عورت تھی۔ چوبیس سال کی عمر میں وہ یورپ گئی تھی۔ جہاں اس سے بہت سے سکینڈل منسوب کئے گئے تھے اس پر بلیو پرنٹ فلموں میں عریانی اور فحاشی کے سین فلمائے گئے تھے۔ اس کی دو مرتبہ شادی اور طلاق ہو چکی تھی۔ اس کی پہلی شادی ٹکساس کے ایک نوجوان سے ہوئی تھی۔ جس نے بعد میں اسے طلاق دے دی تھی۔ دوسری شادی ایک مصری سے ہوئی تھی۔ کسی کو اس شادی کے بھید کا پتہ نہ چلا۔ مصری امیر کی دولت اور شہرت دونوں ہی امراء کے پردوں میں لپٹی ہوئی تھیں جو کچھ لوگوں کو معلوم ہوا وہ یہ تھا کہ پالا میر کو بری طرح مار پیٹ کر دریا میں پھینک دیا گیا تھا۔ ایک ملاح نے اس کی جان بچائی تھی۔ بعد میں پالا میر نے اپنے مصری شوہر سے طلاق لے لی تھی۔ اس سلسلے میں عدالت میں جو مقدمہ چلا تھا۔ اس کی کاروائی خفیہ رکھی گئی تھی۔ اس وقت پالا میر کا خاندان جو کسی زمانے میں اس علاقہ کا حکمران تھا۔ اب مقامی حکومت کے رحم و کرم پر تھا۔

پالا میر کا ایک جڑواں بھائی تھا۔ جس کا نام پال میری ڈیل تھا اس شخص نے اپنے آپ کو موجودہ حالات کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ وہ لینگرڈ کا ایک کامیاب تاجر تھا۔ بظاہر وہ اتنا ہی نیک نام تھا۔ جتنی کہ اس کی بہن بدنام تھی۔ یہ شخص علی الاعلان اپنی بہن کی بے راہ روی کی مذمت کرتا تھا۔ یہ تھیں وہ تمام معلومات جو ڈیوریل کو ہمینڈ سے حاصل ہوئی تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ہمینڈ نے یکطرفہ طور پر بغیر تحقیقات کے یہ نتائج اخذ کئے تھے پالا میر کی بے راہ روی کی داستانیں سُنی سنائی تھیں۔ جن کا کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہ تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ پال میری ڈیل نے اپنی بہن کو بدنام کرنے کیلئے ہی یہ کہانیاں گھڑ کر ہمینڈ کو سنائی ہوں اور ہمینڈ نے ان پر اعتبار کر لیا ہو۔ بہر حال سطحی طور پر کوئی فیصلہ

کرنا اس وقت ناممکن تھا۔

گیٹ کا دروازہ مقفل تھا۔ کوئی گھنٹی بھی موجود نہ تھی۔ جس کو بجا کر مکینوں کو مطلع کیا جاتا دیوار پھاند کر ڈیوریل لمبی گھاس پر چلتا ہوا عمارت کی طرف بڑھا اندھیرے میں سے کوئی سایہ سا کھسکتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ رک گیا۔ اور کتے کی بھونکنے کی آواز سننے لگا۔ اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ پھاٹک پر چیانگ جی کھڑا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ پالا میر کو اس کا پیغام موصول نہیں ہوا تھا۔ اسی وقت اسے کتے کی غرانے کی آواز سنائی دی دیوار سے کودتے وقت کانٹے دار جھاڑی میں پھنس کر اس کا کوٹ پھٹ چکا تھا کتا اس کے سامنے منہ کھولے حملہ کرنے کے لئے تیار کھڑا تھا۔ یہ ایک خوفناک شکاری کتا تھا کتا کچھ دیر اس کی طرف غضبناک نظروں سے دیکھتا رہا پھر اچھلا۔ ڈیوریل پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ کتا ایک طرف جا گرا۔ دوبارہ تیزی سے اٹھا۔ پھر اس کی طرف جھپٹا۔ اسی اثنا میں ڈیوریل نے کوٹ کی جیب سے اپنا شکاری چاقو نکال کر کھول لیا تھا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے کتے کی گردن میں پڑے ہوئے پٹے کو مضبوطی سے پکڑ کر پیچھے کی طرف دھکیلا۔ پھر اس نے پٹے کو مروڑ کر کتے کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی۔ کتا بہت طاقتور تھا۔ وہ پوری طاقت سے ڈیوریل سے اپنی گردن چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے دانت کھلے ہوئے تھے اور منہ سے بدبو کے بھبکے نکل رہے تھے۔

"تازی" ایک عورت کی آواز سنائی دی۔ ڈیوریل نے اس آواز کو نظر انداز کر دیا۔ وہ شکاری کتے سے اپنی توجہ ہٹانے کا خطرہ مول لینے کو تیار نہ تھا۔

"اسے چھوڑ دو۔" عورت کی آواز سنائی دی۔ "تم تو لٹے بارے والے لگ رہے ہو۔ اچھا اب چھوڑ دو اسے۔ یہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔ وہ میرا حکم مانے گا۔"

ڈیوریل نے سر اٹھایا اسے برآمدے میں ایک عورت کا سایہ نظر آیا۔

"اچھا تو پھر اسے قابو میں رکھو ورنہ یہ میرے ہاتھ سے مارا جائے گا۔" ڈیوریل نے کتے کو جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

"تازی!" عورت نے کہا۔

کتا گردن جھٹک کر اٹھا۔ عورت نے پھر کہا۔ "تازی ادھر آؤ!"

کتے نے غضب ناک نظروں سے ڈیوریل کی طرف دیکھا۔ پھر اپنی مالکن کی طرف مڑا اور دم ہلاتا ہوا اس طرف چلا گیا۔ پھر برآمدے میں اپنی مالکن کے پاؤں پر لوٹنے لگا۔

"تم تازی کو مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے۔" عورت نے کہا۔ "یہ میرا وفادار کتا ہے اور تم بغیر اجازت کوٹھی میں داخل ہوئے ہو۔" وہ بڑی روانی سے انگریزی بول رہی تھی۔ "شاید تم ہی مسٹر سیموئیل ڈیوریل ہو۔ امریکن قونصل خانے سے آئے ہو۔ ہے نا؟"

"آپ نے مجھ سے ملنے پر رضامندی ظاہر کی تھی مس میری ڈیل۔"

"پلیز۔ مجھے میری ڈیل مت کہو۔"

"پھر کیا کہوں؟"

"صرف پالا میر۔ اب میرا انگریزوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں لینگرڈا کی شہری ہوں"

وہ ایک خوبصورت عورت تھی۔ جو نہ تو پوری طرح یورپین تھی نہ ہی مکمل طور پر ایشائی اس کی رنگت ملائی باشندوں کی مانند سنہری تھی۔ اس کی آنکھیں چینیوں جیسی تھیں اس کا دہانہ اور ناک انگریزوں سے مشابہ تھیں۔ اس نے ایک سنہری ساڑھی پہنی ہوئی تھی جو اس کے طویل قامت پر پوری طرح سج رہی تھی اس لباس میں وہ مشرق کی ایک باوقار رانی نظر آتی تھی۔ اس کے سیاہ گھنے بال لمبی چوٹی کی شکل میں اس کی کمر پر لٹک رہے تھے اس کی آنکھوں کا رنگ گہرا نیلا تھا اس کے کانوں میں کوئی بندے نہیں تھے نہ ہی کوئی اور زیور اس کے جسم پر موجود تھا۔ شاید ان زیورات کو عوامی حکومت نے ضبط کر لیا تھا

"اچھا اندر تشریف لے آؤ۔" اس نے کہا۔

بڑا کمرہ جس میں ڈیوریل پالا میر کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھا کسی زمانے میں دربار ہال رہا ہوگا لیکن اب اس کی وہ شان وشوکت نظر آتی تھی۔ امتداد زمانہ نے عمارت اور فرنیچر دونوں کو نقصان پہنچایا تھا۔ فرنیچر کا وارنش اتر چکا تھا۔ کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹے ہوئے تھے چھت اور دیواروں پر جگہ جگہ پلستر اکھڑا ہوا تھا۔ پالا میر کے پاؤں میں اس کا کتا بیٹھا ہوا تھا لیکن کسی ملازم کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ کتا اب بھی گاہے گاہے اپنی زرد آنکھوں سے ڈیوریل کو دیکھ لیتا تھا۔ دیواروں پر ملایا کے جنگلوں میں پائے جانے والے شیروں کے سر نصب تھے۔

پالا میر نے ڈیوریل کے لئے مارٹن تیار کر کے دی۔ وہ زیر لب مسکرا رہی تھی۔

"میں نے لینگرڈا میں آپ کو پیغام پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن فسادات کی وجہ سے کوئی بھی اس پیغام کو لے جانے پر آمادہ نہ ہوا۔ یہاں میرے پاس کوئی ٹیلیفون بھی نہیں ہے۔ گاؤں بالکل ویران ہو چکا ہے۔ فسادات کی وجہ تمام گاؤں خالی ہو چکا ہے ایں گمر جا کی سسٹر زدہ اپنی جگہ چھوڑ کر نہیں جا سکیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو بیکار زحمت اٹھانی پڑی۔ آپ کو کسی خطرے کا سامنا تو نہیں کرنا پڑا؟"

"خطرات تو میری زندگی کا معمول ہیں۔" ڈیوریل نے کہا۔ "ویسے موجودہ سفر میں نسبتاً کم خطرات کا سامنا ہوا۔ بہرحال اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔"

"سنا ہے کہ نیویارک بہت بڑا شہر ہے میں وہاں کبھی نہیں گئی۔ نہ ہی اب وہاں جانے کی کوئی خواہش ہے۔"

"پیانگ کی بابت کیا خیال ہے!" ڈیوریل نے کہا۔ "وہ تو آپ کو ضرور اچھا لگتا ہوگا۔"

"آپ امریکن لوگ بھی عجیب ہیں۔ شک شبہ کرنا تو آپ کی فطرت میں داخل ہے۔

میں پوچھتی ہوں تو آپ اتنا ڈرتے کیوں ہیں میرا مطلب ہے چینیوں سے؟"

"اس کو ڈرنا نہیں کہتے۔ بہرحال احتیاط ضروری ہے۔"

"چونکہ میں ایک مرتبہ عوامی جمہوریہ چین جا چکی ہوں اس لئے آپ کی نظروں میں مشکوک ہوں۔"

"نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"شاید آپ کو یہ بات عجیب لگے کہ میں یہاں اکیلی گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہی ہوں۔ میرا کوئی دوست نہیں۔ میں کسی سے ملنے کے لئے نہیں جاتی۔ نہ ہی کوئی میرے پاس آتا ہے۔ میں آپ کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں۔ کہ آپ مجھ سے ذاتی قسم کے سوالات نہیں کریں گے۔ نہ ہی میرے ماضی کو کریدنے کی کوشش کریں گے۔ اور میں آپ سے درخواست کروں گی۔ کہ آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"

"کیا آپ امریکنوں کو پسند نہیں کرتیں؟" ڈیوریل نے پوچھا۔

"امریکنوں سے مجھے کوئی دشمنی نہیں۔ لیکن ان کی ایک عادت مجھے بہت ناپسند ہے۔ وہ یہ کہ وہ بات کا بتنگڑ بنا دیتے ہیں۔ سکینڈل پھیلانا اور ان کی تشہیر کرنا ان کا کام ہے۔ پچھلے چند ماہ سے میں ان کی دست برد سے محفوظ ہوں اور اخبارات میں میری بابت شرمناک باتیں شائع نہیں ہو رہی ہیں۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ مجھے اطمینان اور سکون کی زندگی گزارنے کا موقع ملا ہے۔ خدا کے لئے آپ مجھے پھر سے کانٹوں میں نہ گھسیٹئے۔ میں پہلے ہی ذہنی صدمات برداشت کر چکی ہوں۔ مزید صدمات سہنے کی مجھ میں تاب باقی نہیں ہے۔"

"میں تو آپ سے محض ایک رعایت حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے۔ آپ پہاڑی پر جانا چاہتے ہیں لیکن وہاں رکھا کیا ہے۔

نہ کوئی آبادی نہ کھیت کھلیان۔ بالکل اجاڑ جگہ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ وہاں کچھ عرصہ قیام کرنا چاہتے ہیں۔"

"آپ نے صحیح سنا ہے۔ میرا ارادہ وہاں چند دن قیام کرنے کا ہے۔"

"اس معاملے میں میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ اجازت دینا یا نہ دینا میرے بھائی ایکر دادا کے اختیار میں ہے..... اور عوامی حکومت....."

"مجھے آپ کے خط سے ایسا محسوس ہوا کہ آپ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"اب میں نے اپنا ارادہ بدل لیا ہے۔" پالا میر نے ہموار لہجے میں کہا۔

ڈیوریل نے وسیع کمرے میں ادھر ادھر دیکھا۔ ٹمٹماتے ہوئے لیمپوں کی روشنی میں کمرے کے گوشے تاریک تھے چاروں طرف سناٹا طاری تھا۔ اس نے دور سے کہیں دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کہ پالا میر وہاں اکیلی نہ تھی۔ ڈیوریل مڑا اور کمرے کے دروازوں کی طرف دیکھنے لگا۔ دروازوں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ پالا میر بدستور خونیں آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔

پالا میر نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔ "یہ وقت سیر و سیاحت کے لئے موزوں نہیں ہے تمام علاقہ فسادات کی لپیٹ میں ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ آپ یہاں سیر و سیاحت کے لئے نہیں آئے ہیں۔ کیا آپ امریکی قونصل خانے سے منسلک ہیں؟"

"ہاں۔ لیکن یہاں ابھی تک مجھے کوئی ڈیوٹی تفویض نہیں کی گئی ہے۔" ڈیوریل نے کہا۔ "میں نے سوچا کہ تمہیں اس علاقے سے واقفیت..."

ڈیوریل نے قدموں کی چاپ سنی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کوئی دبے پاؤں پردے کے دروازے پر آیا ہو۔ اور کان لگا کر سننے کی کوشش کر رہا ہو۔ ڈیوریل نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

اچانک دروازہ کھلا اور ایک نوجوان کمرہ میں داخل ہوا۔

"یہ میرے بھائی پال میری ڈیل ہیں۔" پالا میر نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

ڈیوریل نے ایک نظر دونوں بہن بھائیوں پر ڈالی۔ دونوں کی شکل و شباہت میں کافی فرق تھا۔ جڑواں ہونے کے باوجود لڑکی یوریشین معلوم ہوتی تھی۔ جبکہ اس کا بھائی خالص یورپین دکھائی دیتا تھا۔ البتہ دونوں کی آنکھوں کی رنگت ایک جیسی تھی۔ پال ڈیوریل کو غضب ناک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بندوق تھی۔ اس نے ڈیوریل کی آمد کو پسند نہیں کیا تھا۔ اس نے ڈیوریل سے مصافحہ بھی نہیں کیا۔

"پال!" پالا میر نے کہا۔ "یہ بندوق لہرانے کی اس وقت کیا ضرورت پیش آ گئی۔ مانا کہ تم ہیں فسادات ہو رہے ہیں لیکن یہاں گھر میں تمہیں کیا خطرہ ہے؟"

"میں پوچھتا ہوں کہ یہ آدمی کون ہے؟ کیا یہ کوئی امریکن ہے؟"

"بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"میرا خیال تھا کہ تم نے اسے بتا دیا ہوگا۔ کہ تم اس سے ملنا نہیں چاہتی۔"

ڈیوریل نے گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر میری ڈیل۔ آپ کی ہمشیرہ نے مجھے پہاڑ پر جانے کی ازراہ کرم اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ میں وہاں چھٹی منانے اور قوتفل خانے کا کام پرسکون ماحول میں کرنے کے لئے جانا چاہتا ہوں۔

"مان نہ مان میں تیرا مہمان۔" پال میری ڈیل نے کہا۔

"پال......" پالا میر نے کہا۔

"تم چپ رہو۔" پال نے اپنی بہن کو جھڑکتے ہوئے کہا۔ "یہ آدمی ضرور کسی شرارت پر آمادہ ہے۔ تمہیں اس قسم کے آدمیوں پر آنکھوں کو بند کر کے اعتماد نہیں کر لینا چاہئے۔ یہاں ہماری پوزیشن اس قدر نازک ہے۔ کہ ہم کسی سازش میں ملوث ہونے کی عیاشی کے متحمل نہیں ہو سکتے

عوامی حکومت اس قسم کی سرگرمیوں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتی ہے۔ پہلے ہی ہمارے خلاف اس کے پاس کافی مواد موجود ہے۔ اور میں کسی جھگڑے میں پڑنا نہیں چاہتا۔ میں ایک پرامن کاروباری آدمی ہوں۔ میرے تعلقات عوامی حکومت سے بہت خوشگوار ہیں۔ یہ وزیر اعظم کی مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ رکھا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی اسے کسی شکایت کا موقع نہ دیں۔"

"آپ تو خواہ مخواہ شک کر رہے ہیں۔" ڈیوریل نے کہا۔

"کیا واقعی!"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ لوگوں کو زحمت دی۔ جس کے لئے میں معذرت چاہتا ہوں۔" ڈیوریل نے کہا۔

یہ کہہ کر ڈیوریل مڑا۔ ساتھ ہی پال میری ڈیل بھی مڑا۔ اس کی بندوق کا رخ اب بھی اس کے سر کی طرف تھا۔ ڈیوریل نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ اور بایاں ہاتھ بندوق پر اس طرح مارا کہ بندوق فرش پر جا گری۔ دایاں ہاتھ اس نے پال کی گردن پر رسید کیا۔ پال لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔ اور دیوار پر لٹکی ہوئی ایک اور بندوق اتاری۔ ڈیوریل نے اسے نشانہ باندھنے کی مہلت نہ دی۔ اور بندوق کی نال دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑ لی۔ دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔ حتیٰ کہ پال ہانپنے لگا۔ بندوق پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ ڈیوریل نے بندوق اس سے چھین لی اور الٹے پاؤں چلتے ہوئے پیچھے کی طرف ہٹا۔ بندوق کھول کر اس کے کارتوس جیب میں ڈالے اور بندوق پال کی طرف پھینکی۔ پال ایک طرف ہٹ گیا۔ بندوق ایک کرسی سے ٹکرا کر نیچے گر گئی۔

"میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی بلا وجہ مجھ پر بندوق تاننے کی جرأت کرے۔" ڈیوریل نے کہا۔ پال میری ڈیل کے چہرے کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔ اس نے اپنے بالوں

پر ہاتھ پھیرا۔ پھر جیب سے رومال نکال کر اپنے ہاتھ پونچھے۔

"تازی۔"

کتا فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

پالا میر نے کہا۔ "کتا میرا ہے۔ اس امریکن کو اس کے حال پر چھوڑ دو پال تمہیں اپنے رویہ پر شرم آنی چاہیئے۔ بھلا گھر آئے مہمان کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔"

"بڑا آیا مہمان کہیں کا۔ میں تو اس کا سر توڑ دوں گا۔" پال نے کہا۔ پھر بہن سے مخاطب ہو کر بولا۔ "تم بھی کان کھول کر سن لو۔ آئندہ میں تمہیں اس شخص سے ملتے ہوئے نہ دیکھوں۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

"میں تم سے بحث کرنا نہیں چاہتی۔" پالا میر نے کہا۔ "اتنا ضرور کہوں گی۔ کہ تمہارے طور و اطوار ٹھیک نہیں۔ بہتر ہوگا۔ کہ تم اسے جانے دو۔ اور اس معاملہ کو یہیں ختم کر دو۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ بہرحال آئندہ کے لئے ہم دونوں کو نیا سمجھوتہ کرنا پڑیگا۔"

"میں تمہاری اسکیموں اور ساتھیوں سے کوئی سروکار رکھنا نہیں چاہتی۔" بھاڑ میں جائیں تمہارے ساتھی۔ اور جہنم میں جائیں تمہاری سکیمیں۔"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو۔"

"نہیں کرتی بند بکواس۔ جیسا کہو گے ویسا سنو گے اور تم کان کھول کر سن لو۔ کہ اب تک تو میں نے ڈیوریل کو پہاڑوں پر جانے کی اجازت نہیں دی ہے۔ لیکن اگر تم نے آئندہ اس قسم کی حرکت کی تو میں اسے وہاں جانے کی اجازت دے دوں گی۔ چاہے وہ کسی سازش یا اسکیم کے تحت ہی وہاں جا رہا ہو۔"

الفاظ سن کر پال میری ڈیلی پیچھے ہٹا۔ وہ اپنی بہن کی فطرت کو اچھی طرح

سمجھتا تھا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی۔ اس پر عمل بھی کر سکتی تھی۔ چنانچہ اس کا رویہ یکسر تبدیل ہو گیا۔ وہ ڈیوریل کی طرف مڑا۔ اور مسکراتے ہوئے بولا۔ "میں معافی چاہتا ہوں جناب۔ میں نے آپ کو غلط سمجھا۔ دراصل میں اس قدر نروس ہو گیا تھا کہ۔۔۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں بھی تھوڑا سا نروس ہو گیا تھا۔" ڈیوریل نے کہا۔

"اچھا شب بخیر۔ آپ کا کشتی بان آپ کا انتظار کر رہا ہے۔"

پالا میر خاموش رہی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے ڈیوریل نے محسوس کیا جیسے کہ وہ غصے سے کھول رہی ہو۔ بہرحال اس کی یہاں آمد کا کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور ہوا تھا کم از کم اسے بہن بھائی کے تعلقات اور مزاجوں کا تھوڑا بہت علم ہو گیا تھا۔

۵

جونہی ڈیوریل نے چھوٹی سی کشتی میں قدم رکھا۔ چیانگ نے سرد آہ بھری۔ رات گرم تھی۔ اور دریا پر دھند چھائی ہوئی تھی۔

"حضور والا۔ آپ کی وہاں خوب خاطر مدارات ہوئی ہو گی۔"

"مجھے حضور والا کہہ کر مت پکارو۔ میں کوئی راجہ یا بادشاہ نہیں ہوں بلکہ تمہاری ہی طرح ایک معمولی انسان ہوں۔"

"مجھے حضور والا کہہ کر پکارنے سے خوشی ہوتی ہے۔"

ڈیوریل کشتی میں بیٹھ گیا۔ "اب ذرا احتیاط سے کشتی چلانا چیانگ۔ [illegible]

آواز سنی تھی؟"

"ہاں۔ کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی تھی۔ جیسے کوئی دھینگا مشتی کر رہا ہو۔ لیکن مجھے آپ کی طرف سے کوئی فکر نہ تھی۔ البتہ دریا اور ہوا کے شور میں کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔" ہوا بند ہو چکی تھی۔ آسمان پر چاند چمک رہا تھا۔ جو دھند کی وجہ سے دھندلایا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

"ابھی کشتی کا موٹر سٹارٹ نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا۔"

چیانگ جی خاموشی سے چپو چلانے لگا۔ ڈیوریل نے دریا کے کنارے پر دیکھا بظاہر کوئی نظر نہ آتا تھا لیکن ڈیوریل کی چھٹی حس بتا رہی تھی۔ کہ وہاں کوئی چھپا ہوا ان کی نقل و حرکت کو دیکھ رہا تھا۔ چیانگ جی نے اس کے خیالات کو پڑھ لیا۔

"اگر آپ کہیں تو دوسرے محفوظ راستے سے کشتی لے چلوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ فکر مند ہیں۔" ڈیوریل نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ دریا کی سطح پر لہریں اٹھ رہی تھیں اور کسی دور کے طاقتور انجنوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ آنے والی لانچ کی بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔ شاید یہ وہی لانچ تھی۔ جو ڈیوریل نے پالا میر کے مکان کے پاس دریا کے کنارے درخت سے بندھی ہوئی دیکھی تھی۔

چیانگ جی نے کہا۔ "اگر وہ ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔ تو ہماری قبر اسی دریا میں بنے گی۔ جزیرہ گندھارا کے راجہ کے دور حکومت میں مجرموں کو اسی دریا میں ڈبو کر مارا جاتا تھا ایک سال تو ایسا ہوا کہ اس طرح مارے جانے والے مجرموں کی تعداد سو تک پہنچ گئی تھی اب بھی دریا کی تہہ میں ان کی ہڈیاں موجود ہوں گی۔"

ڈیوریل نے مڑ کر تعاقب کرنے والی کشتی کو دیکھا۔ اب وہ نزدیک آ پہنچی تھی

دریا کا پاٹ تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ دونوں طرف قد آدم جھاڑیاں تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ وہ کسی سرنگ میں داخل ہو رہے ہوں۔ تعاقب کرنے والی لانچ کے انجنوں کی گھڑگھڑاہٹ کافی بلند ہو چکی تھی۔ چیانگ جی اپنے چپو پر جھکا۔ اور کشتی چکر کھا کر مڑی اور نئی سمت میں چلنے لگی۔ اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے کہ وہ کیچڑ میں پھنس گئی ہو۔ چیانگ جی نے بہتیرے چپو چلائے مگر کشتی کی رفتار آہستہ سے آہستہ تر ہوتی گئی حتیٰ کہ کشتی نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ ایک سوکھے درخت کا تنا سامنے نظر آ رہا تھا۔ ڈیوریل نے اپنی بندوق نکال لی۔

"کیا وہ یہاں بھی ہمارا پیچھا کریں گے!"

"شاید۔"

ڈیوریل نے لانچ میں تین آدمی گنے۔ درمیانی فاصلہ اس قدر کم تھا کہ وہ آسانی سے ان کو دیکھ سکتا تھا۔ لیکن ان کی شکلیں واضح نہ تھیں۔ اور ڈیوریل یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ پال میری ڈیل بھی ان میں تھا یا نہیں۔ چیانگ جی نے چپو پر بہتیرا زور لگایا لیکن کشتی ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"چپو مجھے دے دو۔" ڈیوریل نے کہا۔

"نہیں۔ میں چلاؤں گا۔"

"تم ستر برس کے بوڑھے ہو۔ اس لئے یہاں پر نہیں چلا سکتے۔ بس مجھے چپو چلانے کا طریقہ بتا دو۔ پھر میں سب کام سنبھال لوں گا۔ لانچ دریا کے اس حصے میں تیزی سے آگے گزر گئی جدھر سے چیانگ جی اپنی کشتی کو موڑ کر اس اتھلے نالے کی طرف لایا تھا لانچ کے انجنوں کی آواز دور ہو کر معدوم ہوتی گئی۔ ادھر ڈیوریل نے پوری طاقت سے چپو چلائے۔ چیانگ جی کشتی کے اگلے حصے میں بیٹھا تھا۔ اور کشتی کی رہنمائی کر رہا تھا

دریا میں پہنچ کر چیانگ جی نے پھر چپو سنبھال لیے۔

"کیا وہ اب بھی ہمارا راستہ کاٹ سکتے ہیں۔"

"شاید۔"

"کیوں نہ ہم پھر اسی نالے میں چلے جائیں؟"

"وہاں پانی بہت کم گہرا ہے۔ کشتی کیچڑ میں پھنس جائے گی۔"

کشتی آہستہ آہستہ چلتی رہی۔

"کتنا سفر باقی ہے چیانگ؟"

"بس تھوڑا سا سفر باقی ہے۔ اب ہم بائیں طرف مڑیں گے۔"

چیانگ جی نے کشتی کو کنارے کی طرف موڑا۔ کشتی جھاڑیوں میں جا گھسی۔ کیڑے ڈیوریل کے جسم سے چمٹ کر کاٹنے لگے۔ چیانگ جی نے چپو چلانے بند کر دیئے۔ اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "وہ ہم سے پہلے یہاں پہنچ چکے ہیں۔ اور ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"اچھا یہ بات ہے۔"

"ان کی لانچ کے انجن بھی بند ہیں۔"

"ہیں، دیکھ رہا ہوں۔" ڈیوریل نے کہا۔

ان دونوں کا راستہ مسدود ہو چکا تھا۔ بچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ چیانگ جی نے چاقو نکال کر کھول لیا تھا۔ جبکہ ڈیوریل نے بندوق سنبھال لی تھی۔ مقابلہ کیے بغیر چارہ نہ تھا۔ وہ کشتی سے اترے اور کنارے پر جھاڑیوں میں چھپتے چھپاتے آگے بڑھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لانچ کے آدمیوں کو ابھی تک ڈیوریل کی آمد کا علم نہ ہوا تھا۔ ڈیوریل نے سر اٹھا کر چاند کی طرف دیکھا۔ وہ پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ "کاش کہ اس وقت

بادل ہوتے۔" اس نے اپنے دل میں کہا۔ وہ دونوں جھاڑیوں میں چھپے لانچ کی طرف دیکھتے رہے۔ اچانک لانچ کے انجن سٹارٹ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد لانچ چلنے لگی۔ ڈیوریل اور چیانگ جی جھاڑیوں سے نکل کر پھر کشتی میں جا بیٹھے اور دوبارہ کشتی چلانی شروع کر دی۔ تھوڑی دور جا کر دریا دو شاخوں میں منقسم ہو گیا تھا۔

"وہ کدھر گئے ہوں گے؟" چیانگ جی نے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔" ڈیوریل نے جواب دیا۔ "کونسا راستہ زیادہ محفوظ ہے۔"

"وہ دائیں طرف۔ وہاں جھاڑیاں زیادہ ہیں۔ وہاں ہم ان کی نظروں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔"

"اچھا تو اسی طرف چلو۔"

کشتی ابھی چند فرلانگ گئی ہو گی کہ اچانک پیچھے سے لانچ کے انجنوں کی آواز سنائی دی۔

"اب کیا کیا جائے؟" چیانگ جی نے کہا۔

"کشتی کو جھاڑیوں میں لے جاؤ پہلے کی طرح۔"

"اگر انہوں نے دیکھ لیا تو؟"

"تو پھر دیکھا جائے گا۔"

چیانگ جی نے کشتی جھاڑیوں کے اندر پہنچا دی۔ لانچ نزدیک آ گئی۔ شاید انہوں نے کشتی کو دیکھ لیا تھا۔ وہ کنارے کی طرف بڑھی۔ اچانک کیچڑ میں پھنس گئی۔ انجنوں نے زور لگایا۔ مگر لانچ نے حرکت کرنے سے انکار کر دیا۔ تینوں آدمی لانچ سے اتر کر ان کی طرف دوڑے۔ اسی اثنا میں چیانگ جی اور ڈیوریل کشتی کو گھسیٹتے ہوئے کھلے دریا میں لے گئے اور جلدی سے کود کر کشتی میں جا بیٹھے۔

"جلدی کرو۔" ڈیوریل نے کہا۔ "وہ ادھر ہی آ رہے ہیں۔ جلدی سے انجن سٹارٹ کرو۔ اب چھپنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ انہوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔"

"لانچ کو کیچڑ سے نکالنے میں کچھ وقت لگے گا۔ اس عرصے میں ہم ان سے کافی دور جا سکتے ہیں۔" چیانگ جی نے انجن سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

تعاقب کرنے والوں نے گولیاں چلائیں جو سنسناتی ہوئی ڈیوریل کے سر پر سے گذر گئیں

"نیچے جھک جاؤ۔ وہ فائر کر رہے ہیں۔" ڈیوریل نے کہا۔ ڈیوریل اور چیانگ جی کشتی میں جھک گئے۔ کشتی تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔

"یہاں سے ہم سیدھے شہر کی نہروں میں پہنچ سکتے ہیں۔" چیانگ جی نے کہا "جہاں سے آپ اپنے ہوٹل میں چلے جائیں گے۔"

"اور تم کہاں جاؤ گے؟"

"آج میری سالگرہ ہے۔" بوڑھے آدمی نے کہا "میرے خاندان کے لوگ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

وہ دونوں ہوٹل کے اس کمرے میں اطمینان سے بیٹھے ڈیوریل کا انتظار کر رہے تھے بن بلائے مہمان کی طرح وہ الماری سے شراب نکال کر اس سے شوق فرما رہے تھے۔ جیسے کہ یہ ان کا ہی گھر ہو۔

جونہی ڈیوریل نے کمرے میں قدم رکھا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"آئیے آئیے۔ تشریف لائیے۔ ہم آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے۔"

"فرمائیے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"وہ ہم نے خود کر لی ہے۔" پستہ قد مگر مضبوط کاٹھ کے باوردی افسر نے اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے جام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بہرحال ہم اس مداخلت بیجا کی معافی چاہتے ہیں۔"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں۔" ڈیوریل نے کہا۔

"ہماری اس سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ آپ مجھے جانتے ہیں۔ بینکاک میں کونسا ایسا شخص ہو گا۔ جو کرنل تھیو تلانگ کو نہیں جانتا۔"

"اور یہ میرا نائب لفٹیننٹ پراپا ہیں۔"

"آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

دونوں افسر تندرست اور توانا آدمی تھے انہوں نے خاکی وردی پہنی ہوئی تھی اور کمر کی پیٹیوں میں پستول اڑسے ہوئے تھے۔ وہ ڈیوریل سے مسکرا رہے تھے۔ کرنل تلانگ کا قد چھوٹا مگر جسم گٹھا ہوا تھا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی مونچھیں تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کہ ان دونوں کو گرمی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ کرنل کے چہرے پر ایک زخم کا نشان تھا۔ جو اس کے ہونٹوں سے ہوتا ہوا ٹھوڑی تک چلا گیا تھا۔ لیکن اس نے اس کے چہرے کو بدنما نہیں بنایا تھا۔ جہاں تک اس کے نائب کا تعلق تھا۔ وہ لحیم شحیم جسم کا مالک تھا۔ پورا دیو نظر آ رہا تھا۔ چہرے سے سختی اور درشتی ظاہر ہو رہی تھی۔

"آپ اپنے کمرے کو قفل لگا کر نہیں گئے تھے مسٹر ڈیوریل۔ آج کل جو حالات ہیں ان میں آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔"

"واقعی آج کل حالات بڑے خراب ہیں۔ اب تک کتنے چینی لوگ مارے جا چکے ہیں سنتیس۔" پراپا نے فوراً جواب دیا۔

"اور ملائی؟"

کرنل تلانگ نے مداخلت کرتے ہوئے۔ "ہم یہاں نسلی فسادات کو زیر بحث لانے کے لئے نہیں آئے۔"

"تو پھر آپ کس لئے تشریف لائے ہیں؟"

"آپ کو بتلانے کے لئے کہ ملک میں مارشل لاء لگ چکا ہے۔ اور کرفیو بھی۔"

"اچھا تو یہ بات ہے۔"

"اور آپ نے کرفیو کی خلاف ورزی کی ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اگلے اڑتالیس گھنٹوں تک کسی یورپین کے شہر کی حدود سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے اس لئے آپ سے توقع کی جاتی ہے کہ مزید احکامات موصول ہونے تک اپنے آپ کو ہوٹل کی حدود میں رکھیں۔ یہ سب آپ ہی کی حفاظت کے لئے ہے۔ آجکل لوگوں کے جذبات مشتعل ہیں اور ہم نہیں چاہتے۔ کہ آپ کو کسی قسم کا گزند پہنچے۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا۔ کہ مجھے زیر حراست رکھا جا رہا ہے۔"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"لیکن میں تو قنصل خانہ جانا چاہتا ہوں۔"

"فی الحال آپ وہاں نہیں جا سکتے۔ جہاں تک آپ کے کاغذات کا تعلق ہے ان کی چھان بین کر لی گئی ہے۔ اور کچھ سوالات ایسے ہیں۔ جو ہم آپ سے کرنا چاہتے ہیں۔ بالکل معمول کے سوالات۔ فائل کا پیٹ تو بھرنا ہی پڑتا ہے آپ برا نہ مانئے گا۔" کرنل تلانگ مسکرایا اور بولا۔ "کیا آپ میرے دفتر میں کل صبح نو بجے پہنچ جائیں گے؟"

"لیکن آپ نے ابھی فرمایا تھا۔ کہ میں ہوٹل کی حدود سے باہر نہیں جا سکتا۔"

"جی ہاں۔ لیکن ہم آپ کو لانے کے لئے ایک کار بھیج دیں گے۔ منظور؟"

"مجھے آپ کے ساتھ تعاون کر کے خوشی ہو گی۔"

"ایک بات اور....." کرنل تلانگ نے کہا۔ "وہ یہ کہ کیا آپ کے پاس کوئی پستول بندوق وغیرہ ہے۔ کیا آپ نے اس کا اندراج کسٹمز چیکنگ کے وقت کروا دیا تھا۔"

"کیسی بندوق کیسا پستول؟"

"بس زیادہ بننے کی کوشش مت کیجئے۔ دائی سے پیٹ چھپانا بیکار ہے مسٹر ڈیوریل ہم جانتے ہیں کہ آپ کون ہیں۔ ہمیں آپ کی پوزیشن اور آپ کے مسٹر ہینڈ سے تعلقات کا بھی علم ہے۔ جو کچھ ہمیں معلوم ہوا ہے اس سے ہمیں حیرت ہوئی ہے۔ ہم آزاد ملک کے رہنے والے اپنے معاملات خود سلجھا سکتے ہیں۔ آپ کو چاہیئے کہ تمام اسلحہ ہمارے سپرد کر دیں جو آپ کو بوقت رخصت لوٹا دیا جائے گا۔"

"بہت بہتر" ڈیوریل نے اپنا پستول نکال کر تلانگ کو دے دیا۔ کرنل نے وہ پستول لفٹیننٹ کرپا کی طرف اچھال دیا۔ کرپا نے پستول دبوچ لیا۔

"کیا یہ مجھے واپس مل جائے گا؟"

"آج کل گڑبڑ کا زمانہ ہے۔ اس لئے اس معاملے کا سرکاری سطح پر فیصلہ کیا جائے گا۔ ہاں۔ ایک بات اور" کرنل تلانگ پھر مسکرایا۔ "اس بات کا تعلق میری ڈیلی خاندان سے ہے۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ خاندان سینگھڑا پر حکومت کر چکا ہے۔ ہمیں اس سے فوری طور پر کوئی خطرہ نہیں۔ بلکہ ہم ان کی موجودگی کو استحصالی نظام کی یادگار کے طور پر برداشت کئے ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے۔ کہ اب ان کی وہ اجارہ داری نہیں جو پہلے تھی۔"

"گویا آپ ان کو عجائب گھر کی چیزیں سمجھتے ہیں۔"

"بس یہی سمجھ لیجئے۔ اچھا تو آپ نے پالا میر سے ملاقات کی تھی؟"

"جی ہاں۔" ڈیوریل نے کہا۔

"آپ اس سے کس لئے ملنے گئے تھے؟"

"بس ملاقات برائے ملاقات۔"

"پھر بننے کی کوشش کی آپ نے۔ مسٹر ڈیوریل میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ کہ ہم سے کچھ چھپانے کی کوشش مت کیجئے۔"

"اگر میں زیر حراست ہوں تو پھر مجھے حوالات میں بند کر دیجئے۔ اگر آپ مجھ سے سوالات کرنا چاہتے ہیں، تو باضابطہ سرکاری طور پر کیجئے۔ اگر مجھ سے پوچھ گچھ کرنی ہے تو اپنے بیرک میں لیجائیے۔"

"ہماری کوشش یہی ہے کہ سیدھی انگلیوں سے گھی نکل آئے۔ اور جناب ہمارے مہمان ہیں۔ اس لئے ہم نہیں چاہتے۔ کہ آپکو کوئی تکلیف پہنچے۔"

"تو پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔ میرے کمرے کا تالہ توڑ کر تلاشی لینے شراب پینے اور مجھے مورد الزام ٹھہرانے سے گریز کیجئے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں یہاں امریکن قونصل مسٹر ڈیوڈ کونڈن کا سیکنڈ لیگل سیکرٹری ہوں۔ اور اگر آپ مجھ کو ناپسندیدہ شخصیت قرار دینا چاہتے ہیں تو ایسا کر کے دیکھ لیجئے۔ میں اپنی حکومت کو مطلع کر دوں گا۔ کہ آپ کی حکومت مجھے بلاوجہ ہراساں کر رہی ہے۔"

"آپ فی الحال کسی کو اطلاع نہیں دے سکتے۔" تلانگ نے کہا۔ "ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کے تار فسادیوں نے کاٹ دیئے ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ جلد ہی برقی رو کا سلسلہ بھی منقطع ہو جائے گا۔"

"کیا واقعی آپ کو ایسی امید ہے؟"

"وہ غصہ میں پاگل ہو رہے ہیں۔ ہم ان کو کس طرح روک سکتے ہیں؟"

"کیا آپ اپنے پاور پلانٹ کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے؟"

"ہمارے پاس آدمیوں کی کمی ہے۔ بہرحال ہم اپنی سی کوشش کریں گے۔" تلانگ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ڈیوریل نے کہا۔ "اگر واقعی حالات اتنے خراب ہیں تو میرا پستول مجھے واپس مل جانا چاہیئے۔"

"آپ ہمارے ساتھ بہت زیادہ تعاون نہیں کر رہے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں زیادہ تعاون نہیں کر سکتا۔" ڈیوریل نے کہا۔ اور کمرے کے وسط میں رکھے ہوئے ٹیلیفون کو اٹھا کر کھڑکی کی طرف بڑھا۔ اور اسے ہوٹل کے فرش پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "اگر میں اپنے افسران سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ تو اس کا فائدہ؟" دونوں فوجی افسر اس اقدام پر حیران رہ گئے۔

"لیکن وہ..... وہ تو گورنمنٹ پراپرٹی تھی۔" کرنل تلانگ نے کہا۔ لیکن اس کا ساتھی کچھ زیادہ ہی پرجوش نکلا۔ اس نے اپنی پیٹی سے پستول نکال لیا۔ اور اس سے پہلے کہ ڈیوریل مڑتا اس نے پستول کا دستہ ڈیوریل کی دائیں کنپٹی پر اس زور سے مارا کہ اسے دن میں تارے نظر آنے لگے۔ ڈیوریل چکرا کر ایک طرف کو گرا۔ گرتے گرتے اس نے کراپا کی ٹانگوں کے درمیان لات مارنے کی کوشش کی جو رائیگاں گئی۔ کراپا اس کی توقع سے زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور ایک مکا اس کے پیٹ میں جڑ دیا۔ ڈیوریل تکلیف سے دہرا ہو گیا۔ تکلیف کچھ کم ہوئی۔ تو وہ اٹھا کراپا نے اس کی گردن پر ہاتھ مارا۔ ایک مرتبہ پھر ڈیوریل فرش پر جا گرا اور درد سے کراہنے لگا۔ دونوں افسروں نے ملائی زبان میں کچھ باتیں کیں۔ پھر تلانگ ڈیوریل کے قریب آیا۔ اور ڈیوریل کے کاندھے ہلاتے ہوئے بولا "آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے مسٹر ڈیوریل۔"

"شاید۔"

"بھاگنے کی کوشش بیکار ہے۔ چاروں طرف پہرہ لگا ہوا ہے۔ سمجھ گئے؟"

"سمجھ گیا۔"

"اچھا تو اب ہم چلتے ہیں۔ کل صبح نو بجے ہماری کار تمہیں لینے آئے گی تیار رہنا۔ سمجھ گئے"

"جی۔ جی بالکل۔ آپ کی اس مہمان نوازی کا بہت بہت شکریہ۔"

کرنل تلانگ اور اس کا نائب دروازہ کی طرف بڑھے۔ اچانک ایک زبردست دھماکہ کی آواز آئی۔ کھڑکیوں کے پٹ آپس میں ٹکرائے اور ہوٹل کی دیواریں لرزنے لگیں۔ چھت سے پلستر ادھڑ کر فرش پر گرا۔ چھت پر لگا ہوا برقی پنکھا چلتے چلتے رک گیا۔ بلب ٹمٹمائے اور بجھ گئے۔

"تو گویا پاور پلانٹ اڑا دیا گیا ہے۔" ڈیوریل نے کہا۔

تلانگ کی آواز سنائی دی: "ہاں۔ معلوم تو کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔"

اس کے بعد دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں جا چکے تھے۔

۷

ہوٹل میں خاموشی طاری تھی۔ وہاں رہائش پذیر مسافر اپنے کمروں میں، اس محاصرے کی حالت سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھ رہے تھے۔ جیسے کہ وہ پکنک منانے کے لئے آئے ہوں کرنل تلانگ فوجیوں کو چھوڑ گیا تھا۔ جو ہوٹل کے پارک عقبی اور سامنے والے حصے میں مستعد کھڑے تھے اس طرح کہ نہ تو کوئی ہوٹل میں داخل ہو سکتا تھا۔ نہ باہر نکل سکتا تھا۔

دس بجے تک وہ تیار ہو چکا تھا۔ اس نے کوریڈور کا دروازہ کھولا۔ ہال کے سرے پر اسے ایک ملائی فوجی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اس کے گھٹنوں پر ایک بندوق رکھی ہوئی تھی ڈیوریل چوڑے زینے پر سے اترتا ہوا لابی میں چلا گیا۔ فوجی سپاہی اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور اس کے پیچھے آیا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ ڈیوریل بار میں داخل ہو رہا ہے تو وہ اپنی نشست پر واپس چلا گیا۔ موم بتیاں اور مٹی کے تیل کے لیمپ جو ہوٹل کو روشن کر رہے تھے۔ دیواروں اور ستونوں پر گہرے سائے ڈال رہے تھے۔ بار میں اور میزوں پر انگریز، ولندیزی، فرانسیسی اور جاپانی بیٹھے تھے۔ چینی تاجر اور دکاندار خاموشی سے کہیں چلے گئے تھے۔

ڈیوریل پورین اور سوڈا بار میں سے لے کر اپنے کمرے میں واپس چلا گیا۔ نوجوان فوجی نے اس کا پیچھا کیا۔ کمرے میں پہنچ کر ڈیوریل نے کپڑے اتارے، غسل کیا۔ اور گہرے رنگ کا سوٹ زیب تن کیا۔ اس کے سامان کی اچھی طرح تلاشی لی گئی تھی۔ لیکن وہاں تلاشی لینے والوں کو کوئی کامیابی نہ ہوئی تھی اس کے بعد وہ اس وسیع برآمدے میں گیا۔ جس کا رخ دریا کی طرف تھا۔ وہاں دو فوجی سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ جونہی انہوں نے ڈیوریل کو دیکھا۔ وہ اور زیادہ مستعد ہو گئے۔ سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے اس نے اس کشتی کی طرف دیکھا۔ جو دریا کے کنارے پر لگی ہوئی تھی۔ دور چینگ سو کے علاقے میں اب بھی آگ لگی ہوئی تھی۔

اس نے جان بوجھ کر جماہی لی۔ پھر اپنے کمرے کی طرف مڑا۔ اس نے میز کے نیچے چپکے ہوئے چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کو نکالا۔ اور قونصل خانے سے رابطہ قائم کیا۔ تھوڑی دیر بعد کونڈن کی آواز آئی اس کے لہجے سے غصہ کا اظہار ہو رہا تھا۔

"دیکھو مسٹر ڈیوریل بہت ہو چکا۔ اب ان شرارتوں سے باز آجاؤ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج رات تم نے پھر کوئی شرارت کی ہے۔ کرنل تلانگ نے تمہارے خلاف شکایت کی ہے۔"

"اور مجھے بھی اس سے شکایت ہے فی الحال میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ لیکن وہ میری ڈیلنہ۔۔۔۔"

"کیا جارج ہینڈ وہاں ہے؟"

"نہیں"

"پھر کہاں ہے؟"

"مجھے کیا معلوم؟ ہوگا کہیں۔ تمہیں اس سے کیا؟"

"میں فوراً اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ فوراً مجھے لینے کے لئے قونصل خانے کی کار بھیج دیجئے۔ میں یہاں ایک طرح سے زیر حراست ہوں۔"

"لیکن مسٹر۔ شہر میں تو کرفیو لگا ہوا ہے۔"

"تو آپ سفارتی رعایت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

"نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا۔ دیکھو میاں میں نہیں جانتا کہ تم یہاں لینگرڈا میں کیا کر رہے ہو۔ لیکن یہاں پر میرا ریکارڈ بالکل صاف ہے۔ میں کسی قسم کے بین الاقوامی جھگڑے میں الجھنا نہیں چاہتا۔ میرے مقامی حکومت سے اچھے تعلقات ہیں اور میں اطلاعات کی لائبریری میں توسیع کا منصوبہ بنا رہا ہوں۔"

"تو پھر تو آپ کو نئی لائبریری بنانی پڑے گی۔ وہ لائبریری جس میں آپ توسیع کرنا چاہتے ہیں کبھی کی جل کر خاک ہو چکی ہے؟ کیا جارج ہینڈ کا کوئی باقاعدہ ڈرائیور بھی ہے"

"ہاں۔ لیکن۔۔۔۔"

"کیا وہ وہیں قونصل خانے میں سوتا ہے؟"

"ہاں۔ لیکن سنو تو۔۔۔۔"

"اسے بھیج دیجئے۔ پندرہ منٹ کے اندر اندر"

کونڈن کچھ دیر خاموش رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "ٹھیک ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں

آتا کہ تم کیا۔۔۔۔"

ڈیوریل نے گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

وہ لابی میں واپس آیا ایک فوجی حسب توقع اس کے پیچھے تھا۔ ڈیوریل نے ہوٹل کے سامنے کے دروازے پر قدم رکھا اور نیچے اترنے لگا۔ فوجی نے پیچھے سے اس کے کندھے کو تھپتھپایا۔ اور ملائی زبان میں اس سے کچھ کہا۔ پھر مسکرایا اور نفی میں سر ہلایا اور پیچھے ہوٹل کے دروازوں کی طرف اشارہ کیا۔ ڈیوریل نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر اس کار کی ہیڈ لائیٹس کی طرف اشارہ کیا جو ہوٹل کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ اور پھر آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترنے لگا۔ کار ایک بڑی کیڈلک تھی۔ جس پر امریکن جھنڈا لہرا رہا تھا۔ وہ کار ڈیوریل کے قریب آ کر رک گئی۔ اس کا دروازہ کھلا اور اس سے پہلے کہ ملائی سپاہی سیڑھیاں اتر کر اس کے قریب پہنچا ڈیوریل کار کے اندر جا بیٹھا۔ سپاہی نے چیخ کر کچھ کہا۔ لیکن کیڈلک حرکت میں آ چکی تھی ڈیوریل نے کار کا دروازہ بند کر دیا۔ اس نے پیچھے سے چیخنے کی آوازیں سنیں اس نے مڑ کر دیکھا۔ بہت سے فوجی ہوٹل کے دروازے پر موجود تھے۔ اور اس کی کار کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کو ڈیوریل نے ہوٹل کے دروازے پر لگے ہوئے ٹیلی فون پر کچھ کہتے ہوئے سنا۔ لیکن اب وہ مطمئن تھا۔

"کہاں جانا ہے؟ مسٹر ڈیوریل۔" ڈرائیور نے پوچھا۔

"کیا تم چیانگ جی کو جانتے ہو؟"

"وہ میرے دادا ہیں جناب۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔ مسٹر ہینڈ کہاں ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ اپنی منگیتر کے پاس۔"

"چنگ سو میں۔"

"جی جناب۔"

"تو پھر ہمیں وہیں چلنا چاہیئے۔"

"آج رات بڑی خطرناک ہے۔ میرا مطلب ہے، کہ وہاں آگ لگی ہوئی ہے۔ لوٹ مار ہو رہی ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ تم سے جیسا کہا ہے ویسا ہی کرو۔"

پیچھے سے سائرن کی آواز سنائی دی۔ شہر میں بلیک آؤٹ کا سماں تھا۔ لیکن آسمان پر چاند چمک رہا تھا۔ اور چینی علاقے میں لگی ہوئی آگ شہر کو روشن کر رہی تھی۔ شہر میں جگہ جگہ پھٹے ہوئے جھنڈے، اینٹیں، پتھر اور لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ سامنے سڑک پر فسادیوں نے رکاوٹ کھڑی کر دی تھی۔ کار کا ڈرائیور ہوشیار تھا۔ اس نے تیزی سے کار موڑ کر گلی میں ڈال دی۔ اور پھر اسے سڑک پر لے آیا۔ پیچھے ہیڈ لائیٹس کی روشنیاں تھرتھرا رہی تھیں۔ اور سائرن کی آواز تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ شہر میں کرفیو کا نفاذ سختی سے ہو رہا تھا۔ گلیوں اور بازاروں میں کوئی متنفس نظر نہ آتا تھا۔ مکانوں میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دکانیں بند تھیں۔ سڑک تنگ ہوتی گئی اور ساتھ ہی ساتھ موڑ بھی آتے گئے۔ تعاقب کرنے والی ہیڈ لائٹس کبھی ٹمٹماتی تھیں۔ پھر غائب ہو جاتی تھیں چند لمحوں کے بعد پھر نظر آنے لگتی تھیں۔

ڈیوریل نے بینکاک میں آمد کے وقت ہی اس کے گلیوں، سڑکوں اور بازاروں کے نقشے میں مطالعہ کر لیا تھا۔ وہ آگے کی طرف جھکا اور ڈرائیور کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"یہاں رک جاؤ۔ اور مجھے اتار دو۔ پھر جتنی تیز رفتاری سے تم کار چلا سکتے ہو اسے چلاتے ہوئے قونصل خانے کی طرف روانہ ہو جاؤ۔"

"لیکن آپ نے تو فرمایا تھا کہ آپ مسٹر ہمینڈ سے ملنا....."

"میں ان کا خود پتہ لگا لوں گا۔"

"لیکن جناب اس رات کے وقت آپ کا گلیوں میں پھرنا خطرناک...."

"کار روک دو۔"

دس سیکنڈ کے بعد وہ ایک تاریک دروازے کے نیچے کھڑا ہوا کیڈلک کو سڑک پر غائب ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ اچانک سائرن بجاتی ہوئی ایک کار تیزی سے گذری۔ ڈیوریل نے دیکھا کہ اس میں ڈرائیور کے علاوہ چار فوجی بندوقیں سنبھالے کھڑے تھے۔ دیکھتے دیکھتے یہ کار بھی اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

اچانک اسے اس گہرے سکوت کا احساس ہوا جو اس کے چاروں طرف مسلط تھا۔ چاروں طرف کاغذات بکھرے ہوئے تھے۔ اور گلی کے ایک کونے میں کوڑے کا ڈرم الٹا پڑا تھا۔ ہوا میں کھانا پکنے اور ہانڈی جلنے کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ چینی لالٹینیں ٹوٹی پڑی تھیں۔ جو فسادیوں نے گذرتے ہوئے توڑی تھیں جو اس طرف سے گذرے تھے۔ چینیوں کی دوکانوں کے شیشے ٹوٹے ہوئے تھے۔ اور ان کے سائن بورڈ سڑک پر پڑے تھے۔ ڈیوریل نے بلی کی میاؤں اور کتے کے بھونکنے کی آواز سنی۔ ان کے علاوہ کوئی انسانی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

کے سیکشن میں کام کرتے ہوئے ڈیوریل کو کافی عرصہ گذر چکا تھا۔ دو ہفتے کے بعد اس کے کنٹریکٹ کی تجدید ہونی تھی۔ اور وہ جانتا تھا۔ کہ مرے یا اپاہج ہوئے بغیر اس کی فائل بند نہیں ہوگی۔ ہمینڈ کی طرح اسے زندگی بھر آزادی اور بے فکری کا سانس لینا نصیب نہیں تھا کیوں کہ ایسا ہونا ناممکن تھا۔ روسی اور چینی جاسوسی کے ادارے اس کو سکون اور اطمینان کی زندگی گزارنے نہیں دیں گے۔ وہ اس کے خون کے پیاسے تھے۔ اور وہ ریٹائرمنٹ زندگی گذارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے آہستہ آہستہ مشرق کی سمت میں واٹر فرنٹ کی طرف چلنا شروع کر دیا سامنے

ایک روشنی چمک رہی تھی۔ جہاں سے واٹر فرنٹ شروع ہوتا تھا۔ اس نے پانی میں چاند کا عکس دیکھا۔ ایک بچے کی رونے کی آواز آئی۔ جس کو جلدی سے چپ کروا دیا گیا۔ یہ پہلی انسانی آواز تھی جو اس نے سنی۔

اسے معلوم تھا۔ کہ ایسے مخدوش حالات میں اس طرح گھومنا پھرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ کوئی فسادی اس کے خنجر گھونپ سکتا تھا۔ کوئی فوجی اس کے گولی مار سکتا تھا۔ کیونکہ وہ کرفیو کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو رہا تھا۔ بعد میں وہ امریکی حکومت سے اظہار افسوس کر سکتے تھے معذرت نہیں۔ سائے میں چلتے ہوئے وہ خاموشی سے پل کی طرف چل دیا۔

ایک موڑ پر ایک چوڑی گلی تھی۔ جس میں دوکانیں تھیں جو نہر کے کنارے بنی ہوئی تھیں وہ دائیں طرف دوکانوں کی قطاروں کی طرف مڑا ان کی کھڑکیوں کے ٹوٹے ہوئے شیشوں کی جگہ لکڑی کے تختوں کو جلدی جلدی جڑ دیا گیا تھا۔ ڈیویل نے محسوس کیا جیسے کہ کسی آدمی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر اچانک نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ شاید وہ شخص ڈیویل سے بھی زیادہ خوف زدہ تھا۔ پل کے آگے مزید دکانیں تھیں اور ایک چینی کی دوکان کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے دروازے پر سرخ سنہری نشان اور اژدھے کی تصویر پینٹ کی ہوئی دیکھی پھر وہ آگے کی طرف چلتا گیا۔ موڑ پر پہنچ کر وہ دائرے کی شکل میں چلتا ہوا اس گلی میں جا پہنچا جس کا ہمینڈ نے ذکر کیا تھا۔ اور وہ اس کے اندھیرے میں احتیاط کے ساتھ داخل ہو گیا۔

کوئی بھی اس کا منتظر نہ تھا۔ عقبی دروازہ مقفل نہیں تھا۔ اس کے نتھنوں میں گرم مصالحوں مولیوں اور مرچوں کی بو آئی۔ اس نے اندر قدم رکھا۔ وہاں مکمل تاریکی تھی البتہ اوپر کی کھڑکی سے آنے والی چاند کی معمولی روشنی سے ایک گوشہ روشن تھا۔ وہ نہایت خاموشی کے ساتھ سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ کمرے میں ایک بہت بڑا چینی بستر لگا ہوا تھا۔ ایک گوشہ میں ایک چھوٹا سا باورچی خانہ تھا۔ کمرے میں بستر کے علاوہ ایک میز چار کرسیاں تھیں اور

ایک جاپانی چٹائی بستر کے قریب فرش پر بچھی ہوئی تھی سلگتے ہوئے سگار کی بو ہوا میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایک گوشہ میں مہاتما بدھ کا چھوٹا سا پتھر کا مجسمہ رکھا تھا۔

ڈیویل نے چھوٹے سے غسل خانے میں جھانک کر دیکھا۔ ایک شیونگ برش جس میں لگا ہوا صابن کا جھاگ سوکھ چکا تھا اور کھڑکی میں سے آنے والی چاند کی کرنوں کی روشنی میں چمکتا ہوا استرہ نظر آیا۔ وہ چند منٹ تک کھڑکی میں کھڑا ہوا۔ دریا اور پل کی طرف دیکھتا رہا اس رات پینگرا میں کوئی چیز بھی معمول کے مطابق نہ تھی۔ اس نے اپنی رگ پٹے میں خوف کی لہر سی دوڑتی ہوئی محسوس کی۔ رات گرم تھی۔ اور ہوا ساکت۔ اس کمرہ میں دم گھونٹنے والا حبس تھا۔ ڈیویل پسینے میں نہایا ہوا تھا۔ اس نے بستر کی تلاشی لی۔ وہاں کچھ نہ تھا۔ پھر اس نے چٹائی کا جائزہ لیا۔ جس کے نیچے سے ایک چھوٹا سا ریکارڈر برآمد ہوا ایک اور ریکارڈر غسل خانے سے نکلا۔ جو کیبنٹ سے منسلک تھا۔ اس نے ان دونوں آلات کو بالکل نہیں چھیڑا اگرچہ وہ جانتا تھا کہ اس کے مکان میں داخل ہوتے وقت قدموں کی چاپ نے ان کی بیٹریوں کو بروئے عمل کر دیا ہو گا۔ اور اس کی تمام حرکات ریکارڈ ہو رہی ہیں۔

ایک کونے میں ایک بڑا سا ساگوان کا بنا ہوا وارڈ روب (کپڑوں کی الماری) تھا اس کے دروازوں پر چینی زبان میں کچھ کندہ تھا۔ ڈیویل نے اسے نہیں چھوا۔ بلکہ اپنی پنسل فلیش اس پر کندہ حروف و نشانات کا جائزہ لینے کے لئے جلائی۔ اس نے دیکھا کہ اس میں ایک بڑی سی پیتل کی چابی سادہ سے تالہ میں زاویہ منفرجہ بناتی ہوئی لٹک رہی تھی۔ گول گلاب نما دائرے پر یہ چالیس درجے کے زاویے پر اشارہ کر رہی تھی۔ دونوں سروں پر نہایت باریک تار لگے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ اگر ڈیویل ذرا سا بھی چھو لیتا تو پر زور اور بلند آواز الارم بج جاتا۔ تب اس نے چابی کو سیدھا کر کے اس کا رخ شمالاً جنوباً کر دیا پھر اسے دو مرتبہ بائیں طرف گھمایا وارڈ روب کا دروازہ کھل گیا۔

اندر صرف کپڑے تھے۔ جینی کا سیٹوم، سیاہ پتلونیں، جیکٹ اور ایک نہایت خوبصورتی سے کڑھا ہوا کوٹ جس کی پشت پر سنہری کام سے ایک ڈریگن (اژدھا) کڑھا ہوا تھا۔ زیادہ تر کپڑے زنانہ تھے۔ خوشبو نہایت ہلکی مگر مسحور کن تھی۔ وہاں پر کئی مختصر سی باریک نائیلون کے شب خوابی کی فراکیں تھیں۔ کمر کی پٹیاں تھیں۔ اور ایک اونچی ایڑھی والا زنانہ جوتیوں کا جوڑا تھا۔ پنسل فلیش کی مدد سے ڈیوریل نے وارڈ روب کی اندرونی دیواروں کا جائزہ لیا، اور اندازہ لگایا۔ کہ اس میں کوئی خفیہ خلانے نہیں تھے پھر اس نے احتیاط سے وارڈ روب کا دروازہ بند کر دیا۔ چابی کو دوبارہ چالیس درجے کے زاویہ پر لگایا۔ الارم کے تار دوبارہ جوڑ دیئے اس کے بعد وہ اس بڑی سی سرخ جینی الماری کی طرف متوجہ ہوا۔ جو مخالف سمت کی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی رکھی تھی۔ اس نے سوچا کہ یہ وہی الماری تھی جس میں اس کے مطلب کی کوئی چیز نکل سکتی تھی۔

اس کے دوہرے دروازے تھے۔ باہر والے دروازوں کا کھولنا آسان تھا۔ جونہی اس نے دروازے کھولے اسے آہستہ سے ایک کلک کی آواز سنائی دی۔ پھر اس کے بعد گھر گھر کی آواز آئی۔ پھر کلک اور پھر گھر گھر۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور پیچھے کی طرف ہٹا اس نے رومال سے ہاتھوں کو پونچھا۔ اور واپس کھڑکی کی طرف چلا گیا۔

گلی حسب سابق ویران اور سنسان نظر آ رہی تھی۔ ایک میل کے فاصلے پر چنگ سو کے آسمان پر سیاہ دھوئیں کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ لیکن اسے کسی سائرن کی آواز سنائی نہ دی۔ گلی میں اسے کوئی شخص دکھائی نہ دیا۔ البتہ ایک بلی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی گلی کو پار کر کے ایک دکان کے اندر گھس گئی۔

وہ الماری کی طرف واپس آیا۔ اور پھر اس کے اندرونی دروازوں کو آزمانے لگا۔ کواڑوں پر اس نے اپنی انگلیاں پھیریں۔ وہاں پر بھی اسے دو باریک تار ملے جو دو سوئچوں سے ملے ہوئے

تھے۔ ڈیوریل کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔ اس کو محسوس ہوا کہ الماری کو کھولنا آسان نہ ہوگا۔ اس نے گھڑی دیکھ کر وقت کا اندازہ لگایا۔ پھر وہ الماری کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ سوچنے لگا۔ کہ اگر اس الماری کے اندر کوئی پلاسٹک یا رودی بم ہوا تو اس کے پھٹنے سے اس کے چیتھڑے اڑنا یقینی تھا۔ پھر بھی اس نے قسمت آزمانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے نہایت احتیاط سے دونوں تاروں کو کھینچ کر علیحدہ کیا دستے کو گھمایا۔ پھر پیچھے ہٹ کر دھماکے کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن کچھ نہ ہوا اس نے ایک گہرا سانس لیا اور پھر دستے کو گھمایا اس مرتبہ اس نے زیادہ قوت صرف کی۔ پھر کلک گھر گھر کی آواز آئی پنسل فلیش اس نے فرش پر رکھ دیا تھا۔ کیونکہ اسے دونوں ہاتھ استعمال کرنے پڑ رہے تھے اس لئے اب وہ اندھیرے میں کچھ دیکھنے اور سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس نے دستے کو پوری طاقت سے دبا کر گھمایا۔ اچانک ایک جھٹکے کے ساتھ الماری کے اندرونی دروازے کھل گئے۔

۸

الماری کے ایک شیلف پر فائلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس سے نچلی شیلف پر ایلسن دی کیمرہ رکھا تھا۔ جو سطح سمندر سے دس ہزار فٹ کی بلندی تک کی فوٹو لے سکتا تھا۔ ڈیوریل نے کیمرے کو کھولا اس نے دیکھا کہ اس میں کوئی فلم نہیں تھی۔ لیکن شیلف پر کئی فلموں کے رول پڑے ہوئے تھے۔ جن کو اب تک استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ اس نے فائلوں کو اٹھا کر دیکھا۔ ایک فائل پر "ھتر لیشر۔ بیٹا ۔ ے سی" لکھا ہوا تھا اس نے یہ فائل فرش پر اپنے پاس رکھ لی۔
دوسری شیلف پر تہہ شدہ نقشے رکھے تھے۔ اس نے انہیں اٹھا لیا۔ ایک کو کھول کر دیکھا

اس میں تین راستے نقطوں کے ذریعہ ظاہر کیے گئے تھے. جن کا رخ ستائیس درجے سے تقریباً دو سو آٹھ درجے تک جنوب کی طرف تھا. اس نقشے میں ملایا کا وہ ساحل دکھایا گیا تھا. جس کے پاس سے پہاڑی سلسلہ گزرتا تھا. دریائے پینگڑا لہراتا ہوا اس پہاڑی سے سمندر کی طرف ڈیلٹا بناتا ہوا دکھایا گیا تھا. نقشہ کا پیمانہ ۱ : ۱۰۰۰،۰۰۰ تھا جس پر ۵۰۰E ۶۰۰×۷۰۰N/۴۰۰/۰۰۲،۰۱ کے نشانات درج تھے. اس کی تاریخ نومبر ۱۹۴۹ء کی تھی

درمیانی شیلف پر ایک ٹیپ ریکارڈر رکھا ہوا تھا. جس پر ٹیپ کی ریل چڑھی ہوئی تھی. ڈیوریل نے سب سے کم بٹن پر اس کا والیوم کھول دیا. ریکارڈر سے گنگناہٹ کی آواز سنائی دی. لیکن کوئی لفظ سمجھ میں نہ آیا. ڈیوریل نے آواز کا والیوم اونچا کر دیا تو اسے دور سے آوازیں آتی ہوئی سنائی دیں. سرگوشیوں کی آوازیں، ایک بڑھتی ہوئی گھن گرج ساتھ ہی آواز سے تیز طیارے کی چیخ کی سی آواز جس کو سن کر ڈیوریل نے جلدی سے ریکارڈر بند کر دیا. پھر والیوم کم کر کے چلایا تو چیخ کے بعد ایک لمبا وقفہ تھا. پھر سنسناہٹ کی آواز اور اس کے بعد تھرلیشر انجنوں کی آواز سنائی دی.

ریل گھومتی رہی پھر پائلٹوں کی آوازیں سنائی دیں.

"نچلی پرواز۔ تھیٹا ہیمر فالو۔"

"کوئی بات نہیں"

"کتنا سفر اور ہے۔؟"

"چار منٹ تیس سیکنڈ کا۔"

"مجھے غوطہ لگانا پڑے گا. تھیٹا ہیمر"

"آگے چلتے رہو۔"

آوازیں ملی جلی تھیں ایک نیم مغربی ناک میں سے نکلنے والی آواز دوسری ملایا کے

لہجہ میں آواز، تیسری یانکی لہجہ کی آواز تھی.

"تھیٹا ہیمر سیون لیسوج مسح کے لئے، ہم اس وقت کہاں ہیں؟"

"فکر کی کوئی بات نہیں"

"پہلے ہی پینتالیس منٹ کی دیر ہو چکی ہے. وہ ہماری کھال اتا لے گا."

"میں نے تمہیں پہلے ہی بتایا تھا کہ ہماری آمد متوقع ہے"

"سنو میں. . ."

"برائے مہربانی خاموش رہو۔"

"بڑے میاں مجھے تمہاری کسی بات کی پرواہ نہیں ہے. میں واپس جا رہا ہوں میرے ابا جان نے مجھے نصیحت کی تھی کہ کسی اجنبی پر بھروسہ مت کرنا. . . ."

"بکواس بند کرو۔"

یہ ریکارڈر اس قسم کا تھا کہ جس میں مختلف آوازوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے بھی سنا جا سکتا تھا. اس نے دوسرا بٹن دبایا. آواز کی رفتار سست پڑ گئی.

"کوئی . . . بات . . . . نہیں . . . ."

"چار منٹ . . . . تیس سیکنڈ" اور پھر "فکر کی کوئی بات نہیں . . . . ہماری آمد متوقع ہے . . . . برائے مہربانی خاموش رہو."

ان کے درمیان تین تھرلیشر انجنوں کی آوازیں، تین پائلٹوں کی آپس کی گفتگو سنائی دی. مجموعی طور پر تمام میں ایک انجن اور ایک شخص کی آواز مستقل تھی.

ڈیوریل نے ٹیپ ریکارڈر اس کی جگہ رکھ دیا. اور وہ فائل اٹھا کر دیکھنے لگا. جس پر تھرلیشر ڈیلٹا، ر، سی کے الفاظ لکھے تھے. فائل میں دو ٹائپ شدہ کاغذ رکھے ہوئے تھے. جس میں ان طیاروں کی تفصیل دی ہوئی تھی جو امریکہ بحریہ کے اڈے سے اڑ کر لاپتہ

ہو گئے تھے۔ ڈیوریل نے ٹائپ شدہ کاغذات کو واپس فائل میں رکھ دیا۔ اور فائل الماری میں اسی شیلف پر رکھ دی۔ جہاں سے اٹھائی تھی۔ اسے الماری میں ہلکی سی لوبان کی بو محسوس ہوئی۔ اور کہیں قریب ہی کسی گلی میں سے ایک انسانی چیخ کی آواز سنائی دی۔ یہ پہلی انسانی آواز تھی۔ جو اس مکان میں داخل ہونے کے بعد ڈیوریل نے سنی تھی۔

وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ رومال سے دوبارہ ہاتھوں کو خشک کیا۔ اور پھر الماری کی مخالف دیوار کی چار درازوں کی تلاشی لینے لگا۔

اوپر سے تیسری دراز میں اسے چار بندوقیں ملیں اس نے ایک ونچسٹر ۳۸ کو چنا اور اس کے لئے کارتوس کا ڈبہ اٹھایا۔ کارتوس بندوق میں ڈالے اور کھڑکی کی طرف گیا گلی اور اس کے آگے نہر کے کنارے پر کوئی متنفس نظر نہیں آتا تھا۔ وہاں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی اسے ایسا محسوس ہوا۔ جیسے کہ کہیں بہت دور سے اس نے ایک چیخ کی آواز سنی ہو۔ ہو سکتا تھا۔ کہ یہ کسی کتے، پرندے یا بلی کی آواز ہو یا شاید کسی انسان کی خوف اور تکلیف سے بھری ہوئی چیخ ہو یا شاید کوئی عورت گڑگڑا کر رحم کی بھیک مانگ رہی تھی۔ اس نے نظریں اٹھا کر چاند کی طرف دیکھا۔ اور یہ دیکھ کر اسے حیرانی ہوئی کہ چاند ڈوبنے لگا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ اسے یہاں آئے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ وہ اپنے کام میں اتنا مصروف رہا تھا۔ کہ اسے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔

اس نے اپنے ہاتھ میں بندوق کا وزن اور سختی محسوس کی۔ اس نے اتنی ہی احتیاط سے الماری بند کر دی جتنی احتیاط سے کھولی تھی۔ اور پھر وہ چینی بستر کی طرف گیا۔ اور بندوق ہاتھ میں تھامے تھوڑی دیر کے لئے اس پر کمر سیدھی کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ اس کا چہرہ دروازے کی طرف تھا۔

وہ سیڑھیوں پر سے کسی کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

۹

سیڑھیوں پر کسی کے قدموں کی چاپ کی آواز اوپر آتی گئی۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی دبے پاؤں زینے پر چڑھ رہا ہو۔ اب چاند کی کرنیں دروازے میں سے اندر آ رہی تھیں اس طرح کہ ڈیوریل بستر پر اندھیرے میں تھا۔ اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔ دروازہ آہستہ سے کھلا اور بند ہو گیا۔ ہوا ساکت اور گرم تھی۔ کمرے میں سائے لہرا رہے تھے۔ اس نے کسی کے سانس لینے کی آواز سنی جیسے کہ آنے والے کا سانس چڑھا ہوا ہو۔ اس نے اپنی بندوق پر گرفت سخت کر دی۔

یہ ایک لڑکی تھی۔ وہ آہستہ سے آگے بڑھی۔ غرورِ حسن سے سر اونچا کئے ہوئے اس نے ڈیوریل کو نہیں دیکھا تھا۔ کیونکہ وہ بستر پر اندھیرے میں لیٹا ہوا تھا۔ جب وہ وارڈروب کی طرف گئی تو ڈیوریل نے دیکھا۔ کہ وہ ایک چینی لڑکی تھی وہ اس مکان میں اس طرح چل رہی تھی جیسے کہ یہ اس کا اپنا ہی گھر ہو اس کے سیاہ بال چاندنی میں چمک رہے تھے۔ وہ ایک گچھے کی شکل میں اس کی گردن کے اوپر بندھے ہوئے تھے اس کا گول چہرہ غیر معمولی طور پر خوبصورت معصوم اور جوان تھا۔ اس کی چھاتیاں پوری طرح ابھری ہوئی تھیں وہ دل ہی دل میں مسکرائی اور پھر جانے بوجھے انداز میں الارم کے تار علیحدہ کئے۔ اس دوران وہ زیرِ لب گنگناتی رہی۔

ڈیوریل بستر پر بے حس و حرکت لیٹا رہا۔ لڑکی نے اپنا لباس اتارا پھر سینڈلوں کو اتار پھینکا۔ اس کے بعد وہ اپنی چولی کے بند کھولنے لگی۔ ڈیوریل نے اب بھی کوئی حرکت نہیں کی۔ جیسٹہ بالکل برہنہ ہو گئی تو معصومانہ انداز میں چلتی ہوئی ملحقہ غسل خانے میں چلی گئی۔ ڈیوریل نے ٹب میں پانی بہنے کی آواز سنی۔ شہر میں کہیں دور سائرن چیخنے لگا۔ ایک مرغ نے اذان دی۔ اگرچہ ابھی تک نصف شب بھی نہیں گذری تھی۔ لڑکی کافی دیر تک ٹب میں نہاتی رہی۔ وہ اس کے گنگنانے اور پانی گرنے کی آوازیں سنتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کہ اس لڑکی کو اپنے اوپر بہت اعتماد ہو۔ ابھی تک اسے کمرے میں ڈیوریل کی موجودگی کا علم نہیں تھا۔ وہ کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر خاموشی کے ساتھ بستر سے اٹھا لیکن پھر کچھ سوچ کر دوبارہ بستر پر لیٹ گیا۔

آخرکار وہ غسل خانے سے باہر نکلی۔ اس نے تولیہ اپنے گرد لپیٹا ہوا تھا۔ وارڈروب کے قریب پہنچ کر اس نے تولیہ اتار دیا۔ اور وارڈروب میں سے نائی لون کا شب خوابی کا لباس نکالا۔ بازوؤں کو اوپر اٹھائے ہوئے اس نے وارڈروب کے آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔ اسی وقت اس کی نظریں ڈیوریل پر پڑیں۔ جو بستر سے اٹھ کر چاندنی میں آگیا تھا۔ وہ نہ تو چیخی نہ ہی فرار ہونے کے لئے دروازے کی طرف لپکی۔ بلکہ بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ اس کا چہرہ بدستور ڈیوریل کی طرف رہا۔ جو ہر قسم کے تاثرات سے خالی تھا۔ البتہ وہ خوشی معدوم ہو چکی تھی۔ جو اس سے پہلے اس کے چہرے پر موجود تھی۔ اس کی بادام جیسی سیاہ آنکھیں ڈیوریل کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ کافی دیر تک وہ اسی حالت میں کھڑی رہی۔

"تم کون ہو؟" وہ سرگوشیوں میں بولی۔

"جارج کا ایک دوست۔"

"جارج یہاں کسی سے نہیں ملتا۔"

"تم سے تو ملتا ہے۔"

"ہیں.... میری بات دوسری ہے..... ہم . . . ہماری شادی ہونے والی ہے"

بغیر کچھ کہے ڈیوریل پھر بستر پر بیٹھ گیا۔ بندوق اب بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔ لڑکی اس کی طرف سے بے خبر نہ تھی۔ لیکن اس نے کسی قسم کے خوف کا اظہار نہیں کیا تھا۔

وہ کہنے لگی "میں للی وین ہوں۔ لینگڑا کے وزیراعظم میرے والد ہیں۔ میں ان کی دوسری بیوی کی اولاد ہوں۔"

"میں شرطیہ طور پر کہہ سکتا ہوں کہ تم ان کی چہیتی بیٹی ہو۔"

"ہاں۔" وہ بولی۔ "میں ان کی چہیتی بیٹی ہوں۔"

"انہوں نے تمہارے اور جارج کے تعلقات پر اعتراض نہیں کیا؟"

"اگر اعتراض ہو تو بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔"

"کیا یہاں تم اکثر جارج سے ملنے کے لئے آتی ہو؟"

"ہاں۔"

اس نے یہ لفظ سرسری طور پر کہا۔ غالباً اسے اس کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ کہ کوئی اس کی بات کیا سوچتا ہے۔ اس کی ٹھوڑی اٹھی ہوئی تھی۔ اور بادام جیسی آنکھوں میں غرور پایا جاتا تھا۔ ڈیوریل بستر سے اٹھا۔ اس نے ڈھیلے ڈھالے انداز میں بندوق کو اپنے پہلو پر ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ وہ سائے میں سے باہر نکلا۔ اب وہ چاندنی کی روشنی میں کھڑا ہوا تھا۔ اس طرح کہ وہ اچھی طرح اس کے چہرے کو دیکھ سکتی تھی۔ وہ اپنی نقل و حرکت میں بڑا محتاط تھا۔ وہ اس کی طرف بڑھا۔ وہ نہ تو پیچھے کی طرف ہٹی نہ ہی کسی قسم کے خوف کا اظہار کیا۔ اس کا سینہ اوپر نیچے ہو رہا تھا۔

"غالباً تم جارج کے دوست ڈیوریل ہو۔" لڑکی نے ڈیوریل کے چہرے کو تکتے

ہنس نے کہا۔

"کیا اس نے تم سے میرا ذکر کیا تھا؟"

"ہاں۔ اس نے آج صبح ہی تمہاری بابت بتایا تھا۔"

"کیا واقعی؟"

"اس نے کہا تھا کہ تم اس کے پرانے دوست ہو اور اسی ایجنسی کے لئے کام کر رہے ہو۔ جس میں وہ کام کر رہا ہے۔"

"کونسی ایجنسی؟"

"جارج نے اس سے زیادہ کچھ نہیں بتایا۔ تم کوئی فکر نہ کرو۔ وہ بہت محتاط ہے۔ میرے ساتھ بھی وہ بڑی احتیاط سے بات کرتا ہے۔"

"سچ!؟"

"بالکل سچ۔ وہ ایک عمدہ، ونڈرفل آدمی ہے اسے زندگی میں بار ہا تلخیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے کسی نے اس کے جذبات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ میں اس سے بہت زیادہ محبت کرتی ہوں۔"

"لیکن تمہاری عمر..... میرا مطلب ہے کہ تم اس سے بہت چھوٹی ہو۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں اس کی روح سے محبت کرتی ہوں۔ اصل چیز روح ہے جسم نہیں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے نظریں جھکا لیں اس کی پلکوں کے سائے اس کے خوبصورت سرخ رخساروں پر پڑ رہے تھے۔ اس لڑکی کے چہرے کے گرد معصومیت کا ہالا چھایا ہوا تھا۔ اچانک اس نے پھر نظریں اٹھائیں۔

"جارج نے یہ تو نہیں بتایا کہ تم آج رات یہاں آنے والے ہو۔"

"وہ جانتا اس لئے کہ میں نے اسے نہیں بتایا تھا۔ کہ میں یہاں آنے والا ہوں۔"

"اور غالباً کسی کو بھی یہ معلوم نہیں کہ وہ یہاں رہتا ہے۔"

"تم سچ کہتی ہو۔"

"تو پھر تمہیں اس جگہ کا پتہ کیسے چلا۔ کیا تم جارج سے خفا ہو؟ تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس سے خوش نہیں ہو۔ خدا کے لئے اس بندوق کو پرے ہٹا لو۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

ڈیورل نے دیکھا۔ کہ اس کے چہرے یا آنکھوں سے کسی قسم کے خوف کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ وہ آہستہ سے اس کی طرف آئی۔ اس نے ڈیورل کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کے گالوں کو انگلیوں سے چھوا

"تم دوست ہو۔ ہے نا!" وہ سرگوشی کرتے ہوئے بولی۔

"میرے خیال میں تو نہیں۔"

"تم للی فین کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ ہے نا؟"

وہ چپ رہا۔

"اور جارج کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے؟" میں جارج سے محبت کرتی ہوں۔ وہ کتنا اچھا ہے!"

"جارج ایک تھکا ہوا بوڑھا آدمی ہے۔" ڈیورل نے تلخ لہجہ میں کہا۔ "اور تمہیں بہت زیادہ باتوں کا علم ہے للی۔"

للی نے بہت پھرتی دکھائی لیکن ڈیورل بھی بے خبر نہ تھا۔ للی نے پوری طاقت سے ڈیورل کو دھکا دیا۔ اور اپنے ناخن اس کی گردن میں چبھو دیئے۔ ساتھ ہی اس نے اس کی ٹانگوں کے درمیان اپنا دایاں گھٹنا مارنے کی کوشش کی۔ ڈیورل نے یہ وار خالی دیا۔ اور اس کی کلائی پکڑ کر موڑی۔ پھر اسے دھکا دیتا ہوا بستر کی طرف لایا۔ اور اسے بستر پر گرا کر اس کے اوپر جھک

گیا اس نے اپنا دایاں بازو اس کی گردن پر رکھ دیا۔

"ذرا بھی حرکت کی تو گلہ گھونٹ دوں گا۔"

وہ خاموشی سے لیٹی رہی۔ البتہ اس کا سانس چڑھا ہوا تھا۔ لیکن اس حالت میں بھی اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ اسے اپنے طرزِ عمل پر کوئی ندامت نہ تھی۔

"تم تو کافی چالاک ہو للی فین۔"

"میرا بس چلے تو تمہیں کچا چبا جاؤں۔" وہ کہنے لگی۔ "لیکن کوئی بات نہیں جانتے ہو کہ میں کس کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ یہاں کا وزیرِ اعظم ہے۔ میں تمہیں جیل بھجوا دوں گی۔ اور لپنگڑا کی جیل کوئی اچھی جگہ نہیں۔ تم جارج کے بھی دشمن ہو۔ اس کا دشمن میرا دشمن ہے۔ جب تم جیل چلے جاؤ گے۔ تو اسے بھی تم سے چھٹکارا مل جائے گا۔ خدا کے لئے اس ہاتھ کو زیادہ نہ دباؤ۔ اف میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"تو پھر انسانوں کی طرح بات کرو۔" کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ للی فین پر جھکے ہوئے اس نے گردن موڑ کر دیکھا کہ جارج ہمینڈ دروازے میں کھڑا تھا۔

۱۰

دروازے میں اس کا قد لمبا دکھائی دیتا تھا۔ لنگڑی ٹانگ کی وجہ سے وہ ذرا سا ایک طرف کو جھکا ہوا کھڑا تھا۔ اس کے گھنے بھورے رنگ کے بال بکھرے ہوئے تھے اور سوٹ پر اس قدر سلوٹیں پڑی ہوئی تھیں جیسے کہ وہ ان کو پہن کر سویا ہو۔ اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے

پڑے ہوئے تھے۔ جب وہ بولا تو اس کی آواز خشک تھی۔

"تو یہاں عیش ہو رہے ہیں۔ ہوں۔"

"جارج... تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں...."

"خاموش رہو۔ اور کھڑے ہو جاؤ۔ تم میری بندوق کے نشانے پر ہو۔"

"میں جانتا ہوں کہ تمہارے ہاتھ بندوق ہے اور اس پر مجھے کوئی تعجب نہیں ہوا۔"

"میں بندوق چلا بھی سکتا ہوں۔ یہ تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے۔ سمجھے میں کسی کو کچھ نہیں سمجھتا۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔"

"تم میرے شریک کار ہو اس لئے مجھے یہاں آنے کا حق ہے۔"

ہمینڈ دروازے سے نہیں ہلا۔ اس کی آواز دھیمی تھی۔ لیکن انداز ایسا تھا۔ کہ وہ جو کہہ رہا تھا ویسا کرنے میں اسے ذرا بھی تامل نہ ہوگا۔ وہ اندر ہی اندر غصے سے کھولتا ہوا محسوس ہوتا تھا

"یہاں لپنگڑا میں میں تمہارا چیف ہوں۔ تمہیں مجھ سے احکامات لینے ہیں۔ میں جو معلومات تمہیں مہیا کرنا چاہوں کر سکتا ہوں اور جو چھپانا چاہوں وہ چھپا بھی سکتا ہوں مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں تمہیں صرف اتنا ہی کچھ بتاؤں گا۔ جس کی تمہیں ضرورت ہو گی۔ تاکہ تم مناسب طریقے پر کام کر سکو۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن..."

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔" ہمینڈ نے کہا۔ "میں نے جو کچھ کہا وہ درست اور صحیح ہے۔"

اس اثنا میں للی فین بستر سے اٹھ کر کھڑی ہو چکی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک ان دونوں کو دیکھتی رہی پھر ہمینڈ کے اشارے پر وہ وہاں سے پھر غسل خانے میں گھس گئی

"تم کو للی فین کی بابت فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"مجھے لپنگڑا کی ہر بات کی بابت فکر ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ بہر حال تمہیں یہاں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کرنل تالانگ کو تمہاری تلاش ہے۔ تمہارے یہاں مفید ہونے کے امکانات ختم ہو چکے ہیں۔ اس سلسلے میں رپورٹ تیار کر رہا ہوں۔ کل تائیوان سے ایک طیارہ، میری درخواست پر آ رہا ہے اور تمہاری بابت کوالالمپور خطوط بھیجے جا چکے ہیں۔"

"ان تمام باتوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔" ڈیوریل کی آواز میں غصہ پایا جاتا تھا۔

"پالا میر مجھے جانتی ہے۔ اس کا بھائی مجھے جانتا ہے۔ مجھ پر جنگل میں قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے مجھے ہوٹل میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں۔ میں نے بہت سے کیس سلجھائے ہیں۔ جارج لیکن مجھے آج تک اس قسم کی صورت حال سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔ کسی کی بھی لاپرواہی سے تمام مشن ناکام ہو سکتا ہے۔ اور کئی انسانوں کی زندگیاں بھی اس طرح خطرے میں پڑ سکتی ہیں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" ہمینڈ نے کہا۔

غسل خانے سے پانی بہنے کی آواز سنائی دی۔ ہمینڈ نے غسل خانے کے دروازے کی طرف دیکھا پھر سر ہلا کر اپنا ہاتھ جیب سے نکال لیا۔ ڈیوریل کو قدرے اطمینان ہوا۔ جو کچھ بھی ہمینڈ نے کنٹرول کی بابت کہا تھا۔ وہ سچ تھا۔ اس نے کئی مرتبہ مسلمہ اصولوں اور ملکی قوانین کی خلاف ورزی کی تھی۔ وہ بغیر اجازت ہمینڈ کی رہائش گاہ میں داخل ہوا تھا۔ اور فائلوں کی تلاشی لی تھی۔ اسے ہمینڈ پر افسوس تھا۔ کہ وہ ضروری وسائل کے بغیر یہ کام کر رہا تھا۔ اسے جاسوسی کے جدید ترین طریقوں کا کوئی علم نہ تھا۔ اس کی تکنیک فرسودہ ہو چکی تھی اور وہ اس قدر تھک چکا تھا۔ کہ اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بہر حال اس کے پاس اتنے اختیارات تھے۔ کہ وہ ڈیوریل کو سنگاپور سے نکلوا سکتا تھا۔ دوسری طرف للی وین تھی۔

"کیا تمہیں اس لڑکی پر بھروسہ ہے؟" ڈیوریل نے غسل خانے کے دروازے کی طرف

سے اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"بے شک ہماری شادی ہونے والی ہے۔"

"اور کیا وزیر اعظم کوانگ کی مرضی بھی اس میں شامل ہے؟"

"مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔"

"تمہاری عمر اس سے بہت زیادہ ہے اور تمہارا تعلق کسی معزز چینی گھرانے سے بھی نہیں ہے نہ ہی تمہارے پاس تمہاری تنخواہ کے علاوہ کوئی سرمایہ ہی ہے۔ اچھا یہ بتاؤ للی وین کی عمر کیا ہوگی؟ بیس سال!"

"نہیں بائیس سال۔"

"اور وہ سیاسی طور پر ہوش مند ہے۔؟"

"اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔"

"یہ تم یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو؟ آج کل کے نوجوان سیاست میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں اور پھر ان چینیوں کا کوئی اعتبار بھی تو نہیں۔"

ہمینڈ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس کی بابت تحقیقات کر کے پوری تسلی کر لی ہے اس نے ٹوکیو اور برکلے یونیورسٹیوں میں تعلیم پائی ہے اور پھر بھی وہ بچوں کی طرح ہے"

وہ مسکرایا اور بولا۔

"دیکھو سام۔ ہمیں اکٹھے مل کر کام کرنا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ تمہیں اس کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا تھا۔ لیکن چھوڑو اس بات کو آؤ۔ گم شدہ طیاروں کی بابت باتیں کریں۔"

"اسی لئے تو میں یہاں آیا ہوں۔" ڈیوریل نے کہا۔ "لیکن تمہارے دماغ میں کچھ اور باتیں بھی ہیں۔"

"کیا تمہارے خیال میں میں کوئی بوڑھا احمق آدمی ہوں؟"

"تمہاری عمر اس لڑکی سے تقریباً چالیس سال زیادہ ہے اگر تم اس کے ساتھ سونا چاہتے ہو۔ اور اسے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ تو پھر تو ٹھیک ہے لیکن یہ شادی ....."

"وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے اس کے علاوہ مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔"

"وہ تمہاری بابت کیا کچھ جانتی ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"کیا اس کی رسائی تمہاری فائلوں تک بھی ہے؟"

"نہیں۔"

"کیا اس نے کبھی کوشش کی؟"

"اسے میرے کام سے کوئی دلچسپی نہیں۔ نہ ہی اس نے اب تک کسی قسم کے تجسس کا مظاہرہ کیا ہے اسے صرف اتنا معلوم ہے کہ میں قونصل خانے کی سیکورٹی کے لئے کام کر رہا ہوں۔ اور اس کے لئے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

کچھ عرصہ تک خاموشی طاری رہی اس دوران میں ڈیوریل نے غسل خانے میں للی فین کے گنگنانے کی آواز سنی۔ دوسری طرف کھڑکی میں سے لوگوں کے شور و غل کی آوازیں بھی سنائی دیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کرفیو کی پابندی سختی سے نہیں ہو رہی تھی۔ وہ کھڑکی کی طرف گیا اور نیچے گلی میں جھانک کر دیکھا۔ نہر کے کنارے پر کچھ کشتیاں بندھی ہوئی تھیں لیکن وہاں بالکل خاموشی اور اندھیرا تھا۔ اس کے پیچھے ہمینڈ نے کھنکھارتے ہوئے کہا۔ "آئی ایم سوری، سام۔ معاف کرنا میں نے تم سے کچھ ایسی باتیں کہی ہیں جو مجھے نہیں کہنی چاہئے تھیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب میں یہاں آیا اور تمہیں للی فین کے ساتھ اس حالت میں ......"

ڈیوریل نے کچھ نہیں کہا۔ البتہ وہ دل ہی دل میں کافی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ کیوں کہ معلوم تھا۔ کہ ہمینڈ اس سے ناراض تھا۔ اس کیس کے سلسلے میں کسی شریک کار کی ناراضگی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔

تاہم پیرس میں جب اس کو ڈکسن میکفی نے اسے اس کیس کی تفصیلات بتائی تھیں تو جنرل نے کہا تھا۔ "جارج تمہارا برائے نام چیف ہے ویسے تمہیں بینکاک میں اپنا طریق کار خود طے کرنا ہوگا کیونکہ اس کام سے بہت دنوں سے دور رہا ہے اور پھر وہ جسمانی اور ذہنی اعتبار سے اس کام کے قابل نہیں رہا۔ لیکن کیا کیا جائے۔ کہ وہ وہاں موجود ہے اور کسی نہ کسی طرح تمہیں اس کے ساتھ گزارا کرنا ہی پڑے گا۔ لیکن خیال یہ ہے کہ اس کے جذبات و احساسات کو ٹھیس پہنچائے بغیر کام کرنا۔"

کسی زمانے میں ہمینڈ نے مجھے بہت کچھ سکھایا تھا۔"

"اس زمانے میں وہ اپنے زمانے کا بہترین جاسوس اور ایجنٹ تھا۔ لیکن اس نے ایک غلطی کی تھی صرف ایک مرتبہ ....."

"اس کی حالت کتنی بری ہے؟"

"اسے اپنے راستے میں مت آنے دینا لیکن اس طرح کہ اسے محسوس نہ ہو۔ وہ ایک عمدہ آدمی اور ایک دوست تھا۔" میکفی نے کہا۔

"کیا اس کے ساتھ کام میں کوئی خطرہ تو نہیں؟"

"بس احتیاط رکھنا۔" میکفی کا جواب بہت مختصر تھا۔

ڈیوریل نے غسل خانے میں پانی کے چھینٹے اڑنے کی آواز سنی جہاں للی فین بدستور نہانے میں مصروف تھی۔ ہمینڈ نے سرد آہ بھری پھر جیب سے ایک لمبا سگار نکالا۔ اس کے سرے کو دانتوں سے کاٹا اور اسے سلگا لیا۔ دیا سلائی کی روشنی میں اس کے چہرے کی سلوٹیں اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اور بھی واضح ہو گئے۔ جب وہ بیٹھ گیا تو اس نے اپنی بائیں ٹانگ اس کے سامنے پھیلا لی۔

"کیا تم نے سیف کی تلاشی لی ہے؟"

"ہاں۔"

"تمہیں اس جگہ کی بابت کس نے بتایا تھا؟"

"جیزل میکفی نے۔"

"میرا خیال تھا۔ کہ کسی کو اس جگہ کا علم نہیں ہے میں نے اپنی کسی رپورٹ میں اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ شاید کونڈن نے یہ اطلاع میکفی کو پہنچائی ہو۔ وہ ادھر ادھر کنسوئیاں لیتا پھرتا ہے میرا خیال ہے کہ اسے بھی گم شدہ طیاروں کی بابت معلوم ہے۔ ممکن ہے کہ بحریہ نے اسے طیاروں کا پتہ لگانے پر مقرر کیا ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کیس پر بہت سی ایجنسیاں بیک وقت کام کر رہی ہیں۔ اور ہر کوئی دوسرے سے اپنا راز پوشیدہ رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔"

"کیا تمہیں قونصل کی بابت یقین ہے۔"

"ہاں۔" ہمینڈ نے کہا۔ "یہ وہی شخص ہے جو میری نقل و حرکت کی نگرانی کرواتا رہا ہے اس کا تعلق نئی نسل سے ہے اس کی سیاست پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں کسی زمانے میں وہ بھی امریکی بحریہ میں کام کر چکا ہے۔"

"وہ امریکی بحریہ میں کیا کام کرتا تھا؟"

"وہ ایک پائیلٹ تھا۔ لیکن اس نے کبھی تھنڈر لیشر طیارے نہیں چلائے۔ وہ نئی قسم کے طیارے ہیں لیکن اگر ضرورت پڑے تو معمولی سی ٹریننگ کے بعد وہ انہیں چلا سکتا ہے۔ ہے نا دلچسپ بات"

"ہو سکتا ہے اور کرنل تلانگ کی بابت کیا خیال ہے؟"

"وہ" ہمینڈ نے سگار کا گہرا کش لے کر کہا۔ "جہاں تک اس کا تعلق ہے اس نے تعلیم انگلستان میں حاصل کی ہے۔ میرا مطلب فوجی تربیت سے ہے۔ وہ ایئر فورس کی تربیت بھی حاصل کر چکا ہے۔

وہ بھی آسانی سے تھنڈر لیشر طیارے چلا سکتا ہے اور وہ اکثر شہر سے غیر حاضر رہتا ہے۔ میں نے یہ معلوم کرنے کی بہت کوشش کی کہ جس زمانے میں تھنڈر لیشر طیارے اغوا ہوئے تو کیا وہ یہاں موجود تھا۔ لیکن مجھے اس سلسلے میں ناکامی ہوئی۔ وہ ایک سخت مزاج آدمی ہے اسے اپنے ملک کی آزادی سے محبت ہے لیکن مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔

"تم نے اب تک مجھے پال میری ڈیل کے متعلق معلومات مہیا نہیں کی ہیں؟"

"اب تک مجھے اس کی بابت کچھ زیادہ معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ کوالالمپور سے مجھے اپنی انکوائری کا ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا ہے ٹیلی فون کی لائنیں کٹ چکی ہیں۔ یا ہو سکتا ہے کہ کرنل تلانگ نے عمداً ایسا کیا ہو۔ پال یہاں تجارت کرتا ہے وہ وزیر اعظم کوانگ کی حکومت کا وفادار ہے۔ اس کی کونڈن سے بھی راہ و رسم ہے۔ وہ دونوں ملکر محفل ناؤ و نوش برپا کرتے رہتے ہیں۔ چیانگ جی نے مجھے بتایا ہے کہ ایک رات اس نے ان دونوں طیاروں کی بابت باتیں کرتے ہوئے سنا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پال کو بھی طیاروں کی بابت کافی معلومات حاصل ہیں اور میں نے سنا ہے کہ اس نے بھی فوج کی ملازمت کی ہے لیکن کہاں اور کیسے؟ یہ معلوم نہ ہو سکا۔ وہ تین سال تک سنگاپور سے غیر حاضر رہا ہے۔ اس کی بہن پالا میر جہاں کبھی گئی اس کی کافی پبلسٹی ہوئی۔ لیکن وہ جہاں گیا وہاں کی بابت کچھ بھی اخبارات میں نہیں آیا۔ پال کی زندگی کے یہ دو سال مکمل تاریکی میں ہیں۔

واٹر فرنٹ کی طرف سے آنے والا شور کافی بلند اور واضح ہو چکا تھا۔ یہ ہجوم کا شور تھا جو قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔

"وہ جڑی بوٹیوں کی دوکان کس کی ہے؟" ڈیوریل نے پوچھا۔

"چیانگ جی کا بھائی اس کا مالک ہے۔ آج کل وہ اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے ہانگ کانگ گیا ہوا ہے؟"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں چیانگ جی پر بہت زیادہ اعتماد ہے۔"

"وہ واقعی نہایت قابلِ قدر انسان ہے۔"

"لیکن بھائی ان چینیوں کا کیا اعتبار؟ ان کے رشتہ دار اور خاندان کے افراد عوامی جمہوریہ چین میں رہتے ہیں۔" ڈیوریل نے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ بے شک بہت سے چینیوں کی وفاداریاں مشکوک ہیں۔ لیکن جہاں تک چیانگ جی کا تعلق ہے میں اس کی دیانت داری اور وفاداری کی قسم کھا سکتا ہوں۔ کوئی اس کی بابت کیا کہتا ہے۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔"

تب ہی پانی گرنے کی آواز بند ہو چکی تھی۔ ہمینڈ نے سرد آہ بھری اور غسل خانے کے بند دروازے کی طرف دیکھا۔

"کیا میں بے وقوفی کر رہا ہوں سام؟"

"شاید۔"

"میں للی سے محبت کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے اس سے عشق ہے۔"

"حور کے پہلو میں لنگور۔ خدا کی قدرت۔"

"کیا تمہارے خیال میں ہمارا جوڑ بے میل ہے۔"

"بالکل بے میل۔"

"وہ ایک اچھی سی، خوبصورت سی، پیاری سی لڑکی ہے۔"

"لیکن ابھی وہ بچہ ہی ہے۔"

"نہیں۔" ہمینڈ نے کہا۔ "وہ پوری عورت ہے۔"

"تم شکل سے اس کے دادا لگتے ہو۔"

"لیکن میں اس کا دادا نہیں ہوں۔ میں ہمیشہ سے محبت کا پیاسا تھا۔ مجھ سے کسی نے

پیار نہیں کیا۔ میری زندگی کانٹوں کا ایک بستر تھی۔ ہر طرف سے خطرات اور اندیشوں سے بھری ہوئی زندگی۔ میں اسی زندگی پر مطمئن تھا۔ پھر مشرقی جرمنی میں وہ واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد راتوں کو مجھے ڈراؤنے خواب آتے رہے۔ میرے حواس پراگندہ تھے۔ اور اعصاب جواب دے چکے تھے۔ انہوں نے میرے ساتھ جو سلوک کیا وہ اگرچہ کسی اور کے ساتھ بھی کیا جاتا تو اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو میرا ہوا۔ میرا خیال تھا کہ دنیا میں کوئی میرے فولادی اعصاب کو شکست نہیں دے سکتا لیکن یہ میری خام خیالی تھی۔ میں بھی ایک انسان تھا۔ ناقابلِ شکست نہیں تھا۔ تم بھی نہیں ہو۔ میری دعا ہے کہ تمہارے ساتھ وہی کچھ نہ ہو جو میرے ساتھ ہوا۔ یہ جاسوسی کا پیشہ بہت ظالمانہ ہے۔ اس میں ظلم کرنا اور ظلم کا نشانہ بننا معمولی باتیں ہیں۔ اس واقعہ کے بعد میں اس پیشہ کو خیرباد کہنا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ میں بھی عام آدمی کی طرح پرسکون گھریلو زندگی گزاروں۔ کیا تم نے کبھی ایسا چاہا ہے؟"

"ہاں۔ اکثر۔"

"لیکن چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ تم اس جاسوسی کے محکمہ سے چاہو بھی تو نکل نہیں سکتے۔ کچھ عرصے تک مجھے یہ خیال ڈراتا رہا۔ کہ میرے اپنے لوگ ہی مجھے مار ڈالیں گے۔ جیسے اپاہج ہو جانے والے گھوڑے کو گولی مار دیتے ہیں کیونکہ ان کے لئے میری افادیت ختم ہو چکی تھی۔ بلکہ میرا وجود ان کے لئے خطرے کا باعث تھا۔ میں ان کی نظریں پہچانتا تھا وہ مجھے عضوِ معطل سمجھتے تھے ایجنسی کے لئے میں بالکل بیکار تھا۔ بلکہ خطرناک بھی۔ لیکن مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہ تھی۔"

"تم جلد ہی صحت یاب ہو گئے تھے۔" ڈیوریل نے کہا۔ ہمینڈ نے اپنا بڑا سا سر نفی میں ہلایا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"ہاں لیکن اس کے بعد کسی نے مجھ پر اعتماد نہیں کیا۔ کسی نے میرے ساتھ دیانتداری

سے بات نہیں کی۔ ان کے منہ پر کچھ ہوتا تھا دل میں کچھ۔ دو سال تک ماہرینِ نفسیات میرا علاج کرتے رہے انہوں نے میری زندگی کے ایک حصے کی یادداشت کو ذہن کی تختی سے مٹا دیا۔ اس سے مجھے کچھ افاقہ بھی ہوا۔ لیکن میں اب وہ نہیں رہا ہوں جو پہلے تھا۔ یہ میں جانتا ہوں۔ لیکن میں پھر واپس وہیں جانا چاہتا ہوں۔ مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

"کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"وہیں پر جب مشرقی جرمنی میں میرے ساتھ وہ واقعہ پیش آیا تھا۔" ہمینڈ تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ پھر کہنے لگا۔ "میں جانتا ہوں کہ یہ کمیونسٹ بھی گسٹاپو کے طریقے برتتے ہیں"

"ایجنسی نے تمہارا ہر طرح خیال رکھا ہے۔" ڈیوریل نے کہا۔ "وہ چاہتے تو کسی بھی بہانے سے تمہارا کام تمام کر سکتے تھے۔ مثلاً خودکشی یا حادثہ یا زہر کا انجکشن تمہیں موت کی نیند سلا سکتا تھا۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ تمہیں اچھے اچھے کاموں پر لگا دیا۔

"یہ اچھے اچھے کام ہیں!" ہمینڈ نے تلخی سے کہا۔ "تم انہیں اچھے کام کہتے ہو۔ یہاں لینگلے میں میرا کام ہی کیا ہے۔ کوئی مجھے تنکے کے برابر اہمیت نہیں دیتا۔ میں سب سمجھتا ہوں وہ مجھے نکما سمجھتے ہیں۔ اب نہ تو میں ایک شہری کی طرح زندگی گزار سکتا ہوں نہ ہی ایجنسی کے لئے کوئی کام کر سکتا ہوں۔ بس درمیان میں لٹکا ہوا ہوں۔ اور تم بھی مجھے طفل تسلیاں دے رہے ہو۔ میں سب سمجھتا ہوں۔ لیکن مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔"

"مجھے تمہارے اندر اپنا مستقبل نظر آ رہا ہے۔

"نہیں تم سمجھتے ہو کہ تمہارے ساتھ وہی کچھ نہیں ہوگا۔ جو میرے ساتھ ہوا۔ لیکن یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آ سکتا ہے۔ اس پیشے میں ایسا ہونا ممکن ہے سب ایجنٹوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔" ہمینڈ کا سگار بجھ چکا تھا۔ "اب مجھے موقع ملا ہے میں اپنی اہمیت منوانے کا تہیہ کر چکا ہوں۔ شاید تمہیں احکامات ملے ہوں۔ کہ تم میری مدد کے

بغیر بھی آزادانہ طور پر تفتیش کر سکتے ہو۔ مجھے تمہاری بابت واضح احکامات موصول نہیں ہوئے ہیں لیکن مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ میں تمہیں اپنے راستے میں رکاوٹ نہیں بننے دوں گا مجھے تھر لیشر طیاروں کی بابت کچھ ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ کہ میں اس مرتبہ اپنے طور پر تن تنہا یہ کارنامہ انجام دوں گا" تاکہ ان کو معلوم ہو سکے کہ میں اتنا نکما اور بیکار نہیں ہوں۔ جتنا کہ وہ مجھے سمجھتے ہیں۔ میں ان پر اپنی اہلیت کا سکہ جمانا چاہتا ہوں۔"

"اور للی فین پر بھی اپنی اہلیت اور قابلیت کا سکہ جمانا چاہتے ہو؟" ڈیوریل نے کہا

"میں اس سے محبت کرتا ہوں۔" ہمینڈ نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔

غسل خانہ کا دروازہ کھلا۔ اور چینی لڑکی باہر آئی۔ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا وہ سیدھی ہمینڈ کی طرف آئی۔ جو کرسی پر بیٹھا سگار کے کش لگا رہا تھا۔ اس نے ہمینڈ کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"خیریت تو ہے؟"

"تم کوئی فکر نہ کرو۔ سب کچھ ٹھیک ہے۔"

"تو میں گھر جاؤں۔"

"میں تمہیں تمہارے گھر پہنچا دوں گا اگر ڈیوریل کو اعتراض نہ ہو تو!"

"اس کے لئے تمہیں کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔"

اچانک شور و غل کی آوازیں بہت قریب سے سنائی دیں۔ ڈیوریل کھڑکی کی طرف گیا اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے کسی لڑکی کی آواز سنی ہو۔ لوگوں کے چیخنے کی آوازیں اس نے دوبارہ لڑکی کی چیخ سنائی دی۔ پھر اس نے لڑکی کو دوڑتے ہوئے دیکھا۔ فسادیوں کا ہجوم اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ لڑکی پل پر سے بھاگتی ہوئی آئی۔ اور جڑی بوٹیوں کی دوکان کی طرف جھپٹی۔ اچانک اس نے محسوس کیا کہ وہ اسی کی طرف آ رہی ہے۔ اس کے پیچھے لوگوں کا

سیلاب بڑھتا چلا آرہا تھا۔ جیسے کہ وہ اس لڑکی کو ختم کرنے کے درپے ہو۔ لڑکی نے مڑ کر دیکھا
ڈیوریل کی نظریں اس کے خوف زدہ چہرے پر پڑیں۔ جو ہجوم کی مشعلوں کی روشنی میں
نہا گیا تھا۔

وہ پالا میر تھی جو اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ رہی تھی۔

۱۱

ڈیوریل عقبی زینے سے دو دو تین تین سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے اترا اور اس علاقے
پر پہنچ گیا جہاں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور جو گلی سے ایک احاطے کے ذریعہ جدا کیا گیا تھا۔
اس کے ہاتھ میں اب بھی بندوق تھی۔ نصف شب کا وقت، گرمی اور حبس اور ساتھ ہی
ساتھ ہجوم کا شور و غل۔ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ وہ خاموشی سے بائیں طرف مڑا۔ جہاں
چینی مالک کی جڑی بوٹیوں کی دوکان تھی۔ ہجوم کی مشعلوں کی روشنی میں اس نے سانپ کے
تیل کی شیشیاں، خشک مینڈک اور جڑی بوٹیاں دکان کے شوکیس میں لٹکی ہوئی دیکھیں
یہ دوکان نہر سے چند قدم کے فاصلے پہ واقع تھی۔ کسی نے مشعل نہر میں کھڑی ہوئی ایک کشتی
میں پھینک دی تھی۔ اور اس کے تلے میں پڑی ہوئی گھاس پھوس کو آگ لگ گئی تھی۔ جس
کی روشنی نے ملی تک کے علاقے کو روشن کر دیا تھا۔ چینی مچھیرے اپنی جانیں بچانے کے لئے ادھر
ادھر دوڑ رہے تھے۔ کچھ نے نہر میں چھلانگ لگا دی تھی۔ وہ پانی میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں
اور جلد از جلد کسی محفوظ جگہ پر پہنچنے کے لئے جدو جہد کر رہے تھے۔

اسے پالا میر آس پاس کہیں نظر نہ آئی۔
ہجوم کی توجہ وقتی طور پر اس کی طرف سے ہٹ گئی تھی۔ کیونکہ اب ان کو چینی مچھیروں کی
شکل میں نیا شکار مل گیا تھا۔ ڈیوریل کو گویا چند لمحوں کی مہلت مل گئی تھی۔ اس نے جلدی سے
تنگ گلی پار کی اور جلتی ہوئی کشتی سے اٹھنے والے شعلوں کی آڑ میں آگے بڑھا اور نہر کے کنارے
پر پہنچ گیا۔ اس نے آہستہ سے آواز دی۔ "پالا۔ پالا میر" لیکن اس شور و غل میں اس کی پکار نقار
خانہ میں طوطی کی آواز ثابت ہوئی۔ اس نے نہر کے کنارے اگی ہوئی لمبی گھاس اور جھاڑیوں
میں پالا میر کو تلاش کیا۔ لیکن وہ کہیں موجود نہ تھی۔ وہ بالکل غائب ہو چکی تھی۔ ہجوم اب تک
اس کو نہیں پا سکا تھا۔ وہ نہر کے کنارے بیٹھ گیا۔ اور پانی کی سطح کو تکنے لگا۔ اچانک پانی کی سطح
پر ایک چکر پیدا ہوا اور پھر اس میں سے ایک ہاتھ ابھرا۔
"وہیں ٹھہرو۔" وہ بولا۔
"ڈیوریل، کیا سچ مچ یہ تم ہی ہو؟"
"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ فکر مت کرو۔"
اس کے لمبے سیاہ بال اس کے چہرے اور شانوں سے چپکے ہوئے تھے۔ اس کا لباس تار تار
ہو چکا تھا۔ بائیں رخسار پر زخم تھا۔ اور ایک ہاتھ سے خون بہہ رہا تھا۔ خوف سے اس کی آنکھیں
پھٹی ہوئی تھیں وہ گردن موڑ موڑ کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ جیسے کہ اسے پھر ہجوم کے
حملے کا خوف ہو۔ ڈیوریل نے مڑ کر پھر جڑی بوٹیوں کی دوکان کی طرف دیکھا۔ وہ جگہ بھی اس
کے خیال میں محفوظ نہ تھی پالا میر کو چھپاتے ہوئے ہجوم کی نظروں سے دور رکھنے کی
ضرورت تھی۔ وہ پانی کے کنارے پر جھک گیا۔
"کیا تم تھوڑا سا اور نہیں تیر سکتیں؟"
"میں.... میں.... پتہ نہیں.... نجانے کب سے میں دوڑ رہی ہوں میں اپنے

واد اسے ملنے کے لئے جا رہی تھی۔ اور پھر نجانے کہاں سے وہ سب کے سب نکل پڑے میرا خیال ہے کہ انہیں یہ معلوم نہیں کہ میں کون ہوں۔"

"لو وہ پھر آ رہے ہیں۔" ڈیوریل نے آہستہ سے کہا۔ اور اس کے قریب ہی پانی میں اتر گیا۔ لیکن اب کافی دیر ہو چکی تھی۔ ہجوم میں سے ایک نیم برہنہ شخص نے جس نے ہاتھ میں برچھی اٹھائی ہوئی تھی۔ ان دونوں کو دیکھ لیا تھا۔ وہ شخص چیخ کر آگے آیا۔ اس کے پیچھے لوگوں کا سیلاب لہریں مارتا ہوا آگے بڑھا۔

ڈیوریل نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور پانی میں غوطہ لگا دیا۔ بل کھاتے ہوئے وہ اس کے ساتھ پانی میں ڈوبتی چلی گئی۔ پانی کی تہہ میں اگی ہوئی جھاڑیاں اور پودے ان کے پاؤں میں الجھنے لگے۔ ڈیوریل کے کپڑوں میں بھرا ہوا پانی اسے آگے بڑھنے سے روک رہا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے بندوق اپنی کمر میں اڑس لی۔ اب اس کا ایک ہاتھ آزاد تھا جس کی مدد سے وہ پانی کے نیچے ٹھہر سکتا تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ نہر کے دوسرے کنارے کی طرف بڑھ سکتا تھا جہاں مکانات اور دوکانوں کے نیچے اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اچانک اوپر پانی کی سطح پر کوئی چیز ٹکرائی۔ شاید یہ کوئی پتھر تھا۔ جو ہجوم میں سے کسی نے پھینکا تھا۔ اس کے بازو میں پالامیر تڑپنے لگی۔ ڈیوریل نے محسوس کیا کہ وہ سانس لینے کے لئے تڑپ رہی ہے اس نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور اس کے ساتھ آہستہ سے پانی کی سطح پر آیا۔ اور اس ایک لمحہ میں جب دونوں نے ہوا میں گہرا سانس لے کر پھیپھڑوں میں تازہ ہوا بھری اس نے بندوق چلنے کی آواز سنی ایک گولی اس کے قریب سے پانی کی سطح پر چھینٹے اڑاتی ہوئی گزر گئی۔ وہ بال بال بچا تھا۔ ڈیوریل نے اس طرف دیکھا تھا۔ جدھر سے بندوق چلی تھی وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ ہجوم تو دوسری طرف تھا۔ پھر یہ گولی کس نے چلائی تھی؟ اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ البتہ اسے یہ یقین تھا کہ وہ گولی ہجوم میں سے کسی نے نہیں چلائی تھی۔

اس نے پھر غوطہ لگایا۔ اور تھکی ہوئی لڑکی کو اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا دوسرے کنارے کی طرف پانی کے نیچے ہی نیچے بڑھنے لگا۔ لڑکی نے اپنی بانہیں اس کے گلے میں ڈال دیں۔ اور اس کے ساتھ چمٹنے لگی۔ اس طرح کہ ڈیوریل کو آگے بڑھنا دشوار معلوم ہونے لگا۔ اچانک اس کا کاندھا کسی لکڑی کے تختے سے ٹکرایا۔ اس نے دیکھا کہ یہ تختہ نہر میں کشتیوں کی رہنمائی کے لئے گاڑا گیا تھا۔ اس کو پکڑ کر اور اس کی آڑ میں وہ سطح پر ابھرا۔ ساتھ ہی پالامیر بھی سطح پر آ گئی۔

"میں اور زیادہ نہیں چل سکتی۔" وہ ہانپتے ہوئے بولی۔ "اف میرا بازو۔"

"میرا گلا چھوڑو۔ دم گھٹ رہا ہے میرا۔"

ایک لمحہ کے لئے وہ غضب ناک ہجوم کی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ ہجوم اب اس جگہ پہنچ چکا تھا۔ جہاں ڈیوریل نے پالامیر کو پایا تھا۔ اپنی آنکھ کے گوشے سے اس نے مخالف کنارے پر اندھیرے میں سلسلے سے حرکت کرتے ہوئے دیکھے۔ وہ اور پالامیر نہر کی چوڑائی میں نصف راستہ طے کر چکے تھے۔ وہاں نہر کے دوسرے کنارے پر زیادہ بہتر قسم کے مکانات تھے۔ لیکن ان کی کھڑکیاں بند تھیں۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ اسی لمحہ دوسری گولی سنسناتی ہوئی آئی۔ اور وہ تختہ جس کو ابھی تھوڑی دیر پہلے پکڑے کھڑے تھے۔ ٹوٹ کر ٹکڑوں کی شکل میں بکھر گیا۔ وہ اب بھی گولی چلانے والے کو نہ دیکھ سکا۔ اس نے للی فنین اور دوبارہ ہمینڈ کی بابت سوچا۔ شاید وہ جلدی بوتیوں کی دوکان کے اوپر اپنے مکان کی کھڑکی سے جھانک رہے تھے۔

"جلدی چلو۔" وہ بڑبڑایا۔

پالامیر کی غیر معمولی آنکھیں چمک رہی تھیں غالباً وہ تھکن کے آخری سرے پر پہنچ چکی تھی اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ اور ہونٹوں کے درمیان اس کے دانت چمک رہے تھے اس

اس نے دیکھا کہ اس کے بائیں بازو پر زخم آیا تھا۔ جس سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نے [illegible]
سے کچھ کہا لیکن جب اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو اس نے اس کے گال پر تھپڑ مارا۔ لیکن جب
اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ تو اس نے اس کے لبوں سے اپنے لب پیوست کر دیئے۔

"پالا میر" اس نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"ہم کہاں ہیں؟" وہ اچانک ہوش میں آتے ہوئے بولی۔

"ہجوم ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ خاص طور پر تمہاری جان لینے
کے درپے ہے۔ آخر کیوں؟"

"مجھے کیا معلوم؟ شاید...... دادا جان کی وجہ سے......"

"لیکن یہاں کے لوگوں نے ان کے وجود کو برداشت کر لیا ہے۔"

"کچھ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔"

نہر اور دریائے لینگڑا کے درمیان سو گز کا فاصلہ تھا۔ ہجوم دریا تک گیا پھر واپس آنے
لگا۔ کچھ نیم برہنہ غضب ناک لوگ نہر کے کنارے پر جھاڑیوں میں مشعلوں کی مدد سے انہیں تلاش
کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جبکہ دوسرے آس پاس کی گلیوں میں انہیں ڈھونڈ رہے تھے
ڈیوریل نے پالا میر کو تھامے ہوئے دریا کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔ ان کی رفتار کافی سست
تھی۔ ڈیوریل کی کوشش تھی۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ وہ نہر کے کنارے واقع مکانات کے سائے
میں رہیں تاکہ ہجوم انہیں نہ دیکھ سکے۔ اچانک ڈیوریل کو اپنے سامنے ایک کشتی آتی ہوئی
دکھائی دی۔ کشتی اندھیرے میں چل رہی تھی۔ اس کو چلانے والا بڑی احتیاط سے چپو
چلاتا ہوا کشتی کو برابر سائے میں رکھے ہوئے تھا۔

"ڈیوریل، میرے حضور؟"

یہ سرگوشی بہت دھیمی تھی۔ جو مشکل ہی سے سنی جا سکتی تھی۔ ڈیوریل نے کشتی اور

اپنے درمیانی فاصلہ کا اندازہ لگایا۔ یہ فاصلہ پالا میر کسی صورت میں طے نہیں کر سکتی تھی
اب غضب ناک ہجوم نہر کے کنارے دوڑتا ہوا ادھر ہی آ رہا تھا۔

"جلدی کیجئے میرے حضور" آواز آئی۔

ڈیوریل نے پانی میں ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے۔ اس طرح کہ کم سے کم آواز
پیدا ہو۔ اس نے پالا میر کو بالوں سے پکڑا ہوا تھا۔ وہ پانی پر چت لیٹی ہوئی چلی آ رہی تھی۔
کشتی قریب آتی گئی۔ یہاں پر اندھیرے کا رقبہ کافی وسیع تھا۔ پھر اچانک دو مکانوں کے
درمیان خالی جگہ پر وہ چاند کی روشنی میں نہا گئے۔ دور سے آرمی کے ٹرکوں کی آواز [illegible]
دی۔ پھر ملٹری وسل کی آواز آئی۔ ڈیوریل کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ کہ [illegible]
خطرہ زیادہ تھا۔ ملائی ہجوم ان کے خون کا پیاسا تھا۔ دوسری طرف کرنل تلانگ تھا۔ [illegible]
اسے زیر حراست رکھنا یا شاید قتل کرنا چاہتا تھا۔

"یہاں۔ ادھر آیئے میرے حضور۔"

کشتی چلانے والا چیانگ جی تھا۔ اس نے ڈیوریل کا بازو پکڑ لیا اور اسے پانی
میں سے اوپر کھینچنے لگا۔

"پہلے لڑکی کو کشتی میں پہنچا دو۔"

"جو حکم سرکار۔"

سفید بالوں والے چیانگ جی نے پالا میر کو پانی سے نکالا اور کشتی میں لٹا دیا۔ کشتی
پانی میں ایک طرف کو جھکی پھر سیدھی ہو گئی۔ اس کے بعد ڈیوریل بھی کشتی میں پہنچ گیا
چیانگ جی نے کشتی کو متوازن رکھنے کی انتہائی کوشش کی۔ اس کے بعد وہ چپو چلا کر کشتی
میں پہنچ گیا۔ چیانگ جی نے کشتی کو متوازن رکھنے کی انتہائی کوشش کی۔ اس کے بعد وہ
چپو چلا کر کشتی کو مکانات کے سایوں میں رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ پیچھے [illegible]

کی روشنیاں لہرا رہی تھیں۔

"حضور، آپ خیریت سے تو ہیں!"

"میں بالکل خیریت سے ہوں۔"

"مس پالا میر کافی زخمی معلوم ہوتی ہیں۔ دیکھئے کتنا خون بہہ رہا ہے!؟"

ڈیوریل نے نہر کے پار دیکھا، ہجوم اب بھی ان کی تلاش میں تھا۔ اب وہ پل پر جمع تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے اپنے شکار کو ہاتھ سے نکلتے ہوئے دیکھ کر وہ غصے سے پاگل ہو رہے ہوں اچانک ایک آرمرڈ کار پل کے دوسری طرف سے ظاہر ہوئی اور ایک توپ چلنے کی آواز آئی۔ ہجوم کے لوگ چیختے ہوئے پیچھے ہٹے۔ توپ ہوا میں چلائی گئی تھی۔ اس کے بعد مشین گن چلنے کی آواز آئی۔ گولیاں ہجوم کے سر پر سے سنسناتی ہوئی گزرنے لگیں۔ بندوق کے نیزے آگے کئے ہوئے فوجی پل پر سے ہجوم کی طرف جھپٹے۔ ہجوم کے لوگ ہچکچائے چند لمحوں تک مسلح فوجیوں کو دیکھتے رہے اچانک خوف زدہ ہو کر مڑے اور مختلف سمتوں میں بھاگنے لگے۔ ہر ایک کو اپنی جان بچانے کی پڑی تھی۔

"اس مرتبہ بھی فوج نے آنے میں دیر کی ہے۔" چنگ جی نے کہا۔

"بہرحال میں پھر بھی ان کا مشکور ہوں۔" ڈیوریل نے کہا۔ "کیا تم ہمیں کسی جگہ چھپا نہیں سکتے چنگ جی!"

"سورج نکلنے تک آپ اسی کشتی میں رہیں تو بہتر ہوگا۔ فوجی اس وقت غصہ کی حالت میں ہیں۔ اور اب انہیں جو کوئی نظر آیا وہ اسے گولی مارنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ وہ کرفیو کی خلاف ورزی کی صورت میں برداشت نہیں کریں گے۔ میرا داماد جو کرنل تالانگ کے سیکرٹری کا دوست ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر لوٹ مار اور غارت گری بند نہ ہوئی۔ تو اور خون بہے گا۔"

ڈیوریل نے اثبات میں سر ہلایا پھر پالا میر کی طرف مڑا۔ چیانگ جی دستہ چپو چلا رہا تھا۔

لڑکی اٹھ کر کشتی کی دیوار کے سہارے بیٹھ گئی تھی۔ اس کی سانس بھی ہموار ہو چکی تھی۔ لیکن اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ پھٹے ہوئے کپڑوں میں سے اس کا جسم جھانک رہا تھا۔ ڈیوریل نے چیانگ جی سے ایک چادر لے کر اسے اڑھا دی، وہ سردی سے کانپ رہی تھی۔ اس نے ہاتھ اس کی گود میں رکھے ہوئے تھے۔

"پالا میر؟"

"ہوں۔"

"یہ میں ہوں ڈیوریل۔ تم رو رہی ہو؟"

"میرے بازو میں بہت درد ہو رہا ہے۔"

"کوئی پرواہ مت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"وہ مجھے کیوں مارنا چاہتے تھے؟" وہ پوچھنے لگی۔ "میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے؟"

"پتہ نہیں۔ بس ان پر خون سوار ہے۔ جو کوئی ان کے سامنے آتا ہے اسے مار ڈالتے ہیں۔ ایسا ہجوم ایسے درندے کی طرح ہوتا ہے جو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہو چکا ہو۔"

"وہ مجھے صرف مجھے مارنا چاہتے تھے۔" اس نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ "میں تو صرف اپنے دادا سے ملنے کے لئے جا رہی تھی۔ اور میں جاتی بھی کہاں! مجھے جنگل میں سے بھاگنا پڑا۔ کیونکہ وہ دریا کے کنارے سے میرے پیچھے لگ گئے تھے۔ انہوں نے میرے گھر کو آگ لگا دی۔ میرے کتے تازی کو مار ڈالا۔ انہوں نے اس کا سر کاٹا اور ایک بانس پر لٹکا دیا۔ پھر انہوں نے مکان کو آگ لگائی۔ میں گھر میں اکیلی تھی۔ کھڑکی میں سے کود کر بھاگی۔ کرجا گھر میں جانا چاہتی تھی۔ تاکہ وہاں پناہ لے سکوں۔ لیکن میں وہاں نہ پہنچ سکی۔ میں بے حد خوف زدہ تھی۔ جنگل میں سے دریا کے کنارے کی طرف بھاگی انہوں نے میرا پیچھا کیا۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔ "وہ جادوگرنی ہے۔ آوارہ و بدچلن، بدمعاش ہے۔ اسے مار ڈالو۔ جانے نہ پائے۔" لیکن سام میں بدمعاش نہیں ہوں

آوارہ اور بدچلن نہیں ہوں۔ نہ ہی جادوگرنی ہوں۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ پال جانتا ہے کہ یہ سب جھوٹ ہے لیکن وہ اس کی تردید نہیں کرتا۔ اف۔ میرا بازو.....“ اس نے درد کے مارے دانتوں میں ہونٹ دبا لئے۔

”کیا تم نے ہجوم میں سے کسی کو پہچانا؟“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ تم نے کسی ایسے شخص کو تو نہیں دیکھا۔ جس سے تمہاری دشمنی ہو۔ جو تمہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہو۔“

”جہاں تک مجھے معلوم ہے سپنگرام میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے۔“

”لیکن یہ یقینی بات ہے۔ کہ کسی نے ہجوم کو تمہارے خلاف بھڑکایا ہے؟“

”وہ کون ہو سکتا ہے!“

”یہی میں معلوم کرنا چاہتا ہوں!“

”جہاں تک مجھے علم ہے میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتی۔“

اس نے خاموشی سے اپنے کوٹ کی آستین پھاڑی۔ بازو کے زخم کو نہر کے پانی سے دھو کر بازو پر لگا ہوا خون پونچھا اور پٹی باندھ دی۔ اس نے پالا میر کے رخساروں کو بھی کپڑا بھگو کر صاف کیا۔

”تم کتنے مہربان ہو سام ڈیوریل!“

”میں تو اپنا فرض ادا کر رہا ہوں!“

”لیکن وہ تو کہتے تھے۔ کہ تم بے رحم ہو ظالم ہو، خطرناک آدمی ہو۔“

”یہ تم سے کس نے کہا!“

”میرے بھائی نے اور جنرل تانگ نے۔ مجھے حکم دیا گیا تھا۔ کہ تم سے نہ ملوں لیکن میں...“

”پھر تم نے یہاں آنے کی کوشش کیوں کی؟“

”میں اپنے دادا تک ہی پہنچ سکتی تھی۔ ہجوم میرا پیچھا کر رہا تھا۔ اس لئے یہاں آنے کے سوا چارہ نہ تھا۔“

”تمہیں ہمینڈ کی رہائش گاہ کا علم تھا!“

”ہاں“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔“

”ایک دفعہ پال نے اس کا ذکر کیا تھا۔“

”کیا یہ تم یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہو۔ کہ پال کو اس جگہ کا علم ہے؟“

”پال ہنس ہنس کر ہمینڈ کا مذاق اڑا رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ کہ لکی فین اس بوڑھے کھوسٹ کو الو بنا رہی ہے۔“

”ہوں تو یہ بات ہے۔“

اسے رائفل کی گولیاں یاد آئیں جو اس پر چلائی گئی تھیں۔ جبکہ وہ نہر میں تیر رہا تھا ہجوم میں کسی کے پاس بندوق نہیں تھی۔ اسے یاد آیا کہ جب وہ ہمینڈ کے مکان کی کھڑکی سے جھانک رہا تھا۔ تو نہر کا تمام منظر اس کے سامنے تھا۔

چیانگ چی نے کشتی روک لی تھی۔

۱۲

ان کی کشتی بندرگاہ میں دیگر ہاؤس بوٹوں کے درمیان بندھی ہوئی تھی۔ ہر چیز تاریکی میں

لپٹی ہوئی تھی۔ اور چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ڈیوریل نے پالامیر کو کشتی کے کیبن میں جانے کو کہا۔ پھر وہ دریا کے کنارے پر کود گیا۔ اور چیانگ جی کے ساتھ ساتھ ڈاک پر چلنے لگا۔ دور سمندر میں ایک جنگی جہاز کھڑا تھا۔ اس کی روشنیاں جھلملا رہی تھیں۔ وہ یہ اندازہ لگانے سے قاصر تھا۔ کہ وہ جہاز جاپانی تھا یا روسی۔ اس کی روشنیوں کا عکس پانی میں پڑ رہا تھا۔ قریب ہی پینگ سو کے علاقے میں کچھ آگیں بجھ چکی تھیں۔ لیکن شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح لوگوں کی آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ یہ لوگ آگ بجھانے کی کوششوں میں مصروف تھے

ڈاک پر چلتے ہوئے وہ دو طویل شیڈوں میں سے ہو کر گزرے اور پھر ایک گلی میں جا پہنچے جس میں کباڑ کا سامان بکھرا پڑا تھا۔ شکستہ کریٹ، ایک ٹرک کا ڈھانچہ، بائیسکلوں کے حصے اور اسی قسم کی چیزیں وہاں پڑی تھیں۔ اب چاند غروب ہو چکا تھا۔ اور صرف تاروں کی مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ بندرگاہ میں ہوا بند تھی۔ اور حبس ایسا تھا کہ دم گھٹا جا رہا تھا۔ ڈیوریل پسینے میں شرابور ہو چکا تھا۔ وہ چیانگ جی کے ساتھ تھوڑی دیر کھڑا رہا۔ اور ایک انجن کی آواز سنی۔ پھر ایک ٹرک آیا۔ جس میں سے گشت کے سپاہی کود کر نیچے آئے۔

چیانگ جی نے حلق میں کچھ نگلتے ہوئے کہا۔ "وہ کرفیو کو سخت کر رہے ہیں۔ اب آپ کو یہیں ٹھہرنا پڑے گا۔"

"اور تم؟" ڈیوریل نے پوچھا۔

"آپ میری فکر نہ کریں۔ میرے دوست ہر جگہ موجود ہیں۔ میں نہ تو پورا ملائی باشندہ ہوں نہ چینی لیکن کرنل تلانگ کو آپ کی تلاش ہے شاید وہ پالامیر کو بھی تلاش کر رہا ہے۔ صبح کو کرفیو اٹھا لیا جائے گا۔ اس وقت آپ اس جگہ کو چھوڑ سکتے ہیں۔ آج رات آپ کو کشتی میں ہی گزارنی پڑے گی۔"

اس سے پہلے کہ ڈیوریل اسے روکتا۔ بوڑھے ملاح نے گلی میں قدم رکھ دیا۔ اندھیرے میں

سے ڈیوریل نے دیکھا کہ ایک فوجی چیانگ جی کی طرف بڑھا۔ وہ چیخ چیخ کر اس سے سوال کر رہا تھا۔ جن کے جواب چیانگ جی ہاتھ جوڑ جوڑ کر عاجزانہ انداز میں دے رہا تھا۔ پھر فوجی نے اس کے ٹھوکر ماری وہ زمین پر گر پڑا۔ فوجی قہقہہ مار کر ہنسا اور ہاتھ پکڑ کر چیانگ جی کو اٹھا لیا پھر اسے دھکا دیا۔ چیانگ جی دوڑتا ہوا چینگ سو کے علاقے کی طرف چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

اب اس کے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ وہ واپس گیا اور کشتی کو گھسیٹ کر بندرگاہ کے گھاٹ کے تختوں کے نیچے لے گیا۔ یہاں اتنا اندھیرا تھا۔ کہ باہر سے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اس نے کشتی کو تختوں کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ پھر وہ کشتی کے اندر چلا گیا۔ گشت کا ایک سپاہی تختہ کے اوپر کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔ تمام ویئر ہاؤس اچھی طرح مقفل تھے۔ وہ کشتی کے کیبن میں داخل ہو گیا۔

"سام؟"

"ہاں۔ یہ میں ہوں۔ اب ہمیں یہیں ٹھہرنا پڑے گا۔"

"کب تک؟"

"صبح ہونے تک۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ اندھیرے میں اسے کچھ نظر نہ آرہا تھا۔ فضا میں کوئلے، چاول، تیل اور پسینے کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے دیا سلائی جلائی۔ کیبن کے ایک گوشے میں گھاس پھوس کا ایک ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ دوسرے گوشے میں ایک کوئلے کی انگیٹھی رکھی ہوئی تھی تیسرے کونے میں مچھلی پکڑنے کے جال پڑے ہوئے تھے۔ پالامیر گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔

"یہ بھیگے ہوئے کپڑے اتار دو۔" ڈیوریل نے کہا۔ "میں بھی اتارتا ہوں۔ مجھے اپنی بندوق بھی سکھانی ہے۔"

"کیا یہ کام کرے گی۔؟"

"مجھے امید ہے کہ اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

اس نے اپنے بھیگے اور پھٹے ہوئے کپڑے کیچڑ میں لتھڑے ہوئے جوتے اتار پھینکے پھر انہیں کشتی کے کاک پٹ میں سوکھنے کے لئے رکھ دیا۔ اندھیرے میں اس نے بندوق کے حصے الگ کر کے انہیں خشک کپڑے سے پونچھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ سوکھ چکے ہیں۔ تو پھر سے بندوق کے حصوں کو جوڑ دیا۔ اس تمام عمل میں پندرہ منٹ کا وقت صرف ہوا۔

"کیا تم بھوکی ہو؟" اس نے پوچھا۔

"عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن ۔۔۔۔ ہاں مجھے بھوک لگی ہے۔" وہ ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بولی۔

"انگیٹھی پر ہانڈی میں تھوڑے سے چاول رکھے ہیں۔ میرا خیال ہے اچیانگ چی وہ ہمارے لئے چھوڑ گیا ہے۔"

ان دونوں نے چھوٹے سے کیبن میں ساتھ ساتھ بیٹھ کر چاول کھائے۔ وہاں شراب کی ایک بوتل بھی رکھی تھی۔ اس نے تھوڑی سی خود پی۔ باقی پالا میر کی طرف بڑھا دی۔

"سام۔ مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔" پالا میر نے سرگوشی میں کہا۔

کمرے میں گھٹن ہو رہی تھی۔

"یہ صرف صدمہ کا اثر ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "تمہیں چوٹ آئی ہے۔ اور وہ لوگ تمہارا پیچھا کرتے رہے ہیں۔ ان کا خوف ابھی تم پر ابھی تک طاری ہے۔"

"شاید یہی بات ہو۔ لیکن میں کانپ رہی ہوں۔"

ڈیوریل نے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ پالا میر نے کپڑے اتار دیئے تھے ڈیوریل کو اس کی جلد ریشم کی طرح ملائم محسوس ہوئی۔ ایک لمحہ کے بعد وہ بولی۔ "تم نے مجھے ڈرا دیا ہے۔"

"ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ تم ایک بہادر لڑکی ہو۔"

"سوچتے تو ہو گے کہ میں کوئی ایسی ویسی عورت ہوں۔ لیکن اس میں تمہاری کیا خطا؟ اخبارات میں میری بابت جو سکینڈل چھپے ان کو پڑھ کر ہر کوئی اسی نتیجے پر پہنچ سکتا تھا۔ جس پر تم پہنچے ہو۔ لوگوں کا خیال ہے کہ میں ایک بری عورت ہوں۔"

"لیکن میں ایسی باتوں پر یقین نہیں کرتا۔" اس نے اسے بتایا۔

"کیوں یقین نہیں کرتے جبکہ اخباروں میں چھپ چکا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے انہیں نہیں پڑھا۔ جب میں پینٹلمڈا کی عورتوں کے نمائندے کے طور پر پیلنگ گئی تھی۔ تو وہاں بھی میرے اخلاق باختہ، بورژوائی، غیر ذمہ دارانہ ماضی کا ذکر آیا تھا۔"

"تم نے دو شادیاں بھی تو کی تھیں؟" اس نے کہا۔

"ہاں وہ میری نادانی تھی۔" وہ کہتے کہتے رک گئی پھر بولی۔ "میں نے ان شادیوں کو کامیاب بنانے کی انتہائی کوشش کی۔ لیکن میری بدقسمتی کہ میں کامیاب نہ ہو تی۔ دراصل دادا کو گزری ہوئی شان و شوکت واپس لانے کے لئے دولت کی ضرورت تھی۔ میں نے سوچا کہ مالدار لوگوں سے شادی کر کے دولت حاصل کروں۔ دولت تو حاصل نہ ہوئی۔ البتہ بدنامی کا داغ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پیشانی پر لگ گیا۔"

"کیا تمہارے دادا اب بھی اپنے آپ کو راجہ کہلوانا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔ کیونکہ یہ وقار کا سوال ہے۔ وہ ماضی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ بہت سے لوگوں کے خیال میں یہ عجیب بات ہے۔ پال کا کہنا ہے کہ دادا کو راجہ کہلوانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے اس سے مقامی لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوں گے پال اپنے آپ کو شنگھڑا کی عوامی حکومت کا وفادار ثابت کرنا چاہتا ہے۔ وہ ایک ٹھوس شہری ہے؟" وہ تلخ انداز میں کہنے لگی۔

"میرا خیال تھا کہ جڑواں بہن بھائیوں کے خیالات یکساں ہوتے ہیں۔"

"پال مجھ سے نفرت کرتا ہے۔"

"اور تم؟"

"میں نہیں جانتی کہ میں اس کی بابت کیا محسوس کرتی ہوں۔ اگر وہ اسی طرح دادا کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتا رہا تو......" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

وہ گھاس پھوس پر پاس پاس لیٹے تھے۔ پالا میر کا جسم اب بھی ٹھنڈا تھا۔ لیکن اب وہ کانپ نہیں رہی تھی۔ اس نے سرد آہ بھری اور اس کی طرف کروٹ بدل لی۔

"اگر آج تم میری مدد کو نہ آتے تو میری موت یقینی تھی۔" وہ سرگوشیوں میں بولی "وہ لوگ مجھے ضرور مار ڈالتے۔ میں بھاگتے بھاگتے تھک گئی تھی۔ مجھ میں اور زیادہ دوڑنے کی سکت باقی نہ رہی تھی۔"

"اب اسے بھول جاؤ۔ مت سوچو اس کی بابت۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔ سام ڈیوریل۔"

"کیوں؟ کیا بات ہے۔؟"

"کیا تمہیں میری ضرورت نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ ہم یہاں اکیلے اس حالت میں......"

"پھر کیا ہوا؟"

"پھر بھی تم......" وہ کہتے کہتے رک گئی پھر بولی۔ "تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"ہاں۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ "لیکن تم سوچ رہے ہو گے کہ میں تھکی ہوئی ہوں۔ مجھے آرام اور نیند کی

ضرورت ہے۔ ایک گھنٹہ ہوا میں گہری نیند سو گئی تھی۔ مجھے نئی زندگی ملی ہے۔ میری موت میں کیا کسر باقی رہ گئی تھی۔ لیکن میں اب بھی زندہ ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ میں تمہیں کیسی لگتی ہوں میرا مطلب ہے کہ کیا میں خوبصورت اور جوان نہیں؟"

"تم جوان بھی ہو خوبصورت بھی۔"

"لیکن میں ایک بری عورت ہوں۔"

"نہیں تم بری عورت نہیں ہو۔"

"کیا تم مجھے تھوڑا سا پیار نہیں دے سکتے۔"

ڈیوریل بھی آخر انسان تھا! ___ پھر اس نے پیار کرنا شروع کر دیا......

۱۳

خواب میں اسے ایسا محسوس ہوا۔ جیسے کشتی چل رہی ہو۔ پھر اچانک وہ جاگ اٹھا اسے معلوم ہوا کہ یہ خواب نہیں تھا۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو دن کافی چڑھ چکا تھا۔ اس نے اپنے سر کے اوپر تختوں پر فوجی بوٹوں کی آوازیں سنیں۔ وہ مڑا اور اپنے بائیں طرف دیکھا جہاں پالا میر سوئی تھی۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ اور اس کی بندوق بھی غائب تھی۔ اس نے اسے جاتے ہوئے نہیں سنا تھا۔ اب وہ پچھتا رہا تھا۔ کہ وہ اتنی گہری نیند کیوں سویا۔ اس کے کپڑے کچھ کچھ سوکھ چکے تھے اس نے جلدی جلدی کپڑے پہنے۔ بوٹوں کی آوازیں اوپر تختوں پر بدستور سنائی دے رہی تھیں۔ کوئی رسیوں کی مدد سے کشتی کو باہر کھینچ رہا تھا۔ جونہی کشتی کھلے حصے میں پہنچی وہ دھوپ

یں نہا گیا۔ ڈیوریل کشتی سے باہر نکلا۔ تو اپنے سامنے کرنل تلانگ کو بندوق تانے ہوئے پایا۔ وہ زیر لب مسکرا رہا تھا۔ جیسے اپنی کامیابی پر نازاں ہو۔

"اچھا تو یہ تم ہو مسٹر ڈیوریل۔ بڑی عجیب جگہ تم سے ملاقات ہوئی۔"

"اتفاق کی بات ہے۔" ڈیوریل نے کہا۔

"بے شک۔ بے شک۔ میں یہاں پر فسادیوں کی تلاش میں تھا۔ اور تم مل گئے۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ تم ہماری بہت سی مشکلات کا سبب بنے ہوئے ہو۔"

"کیا میں نے یہ فسادات شروع کرائے ہیں؟" ڈیوریل نے کہا۔

"یقین کے ساتھ کیا کہا جا سکتا ہے؟ تمام معاملات اس قدر الجھے ہوئے ہیں۔" تلانگ نے اپنی بندوق کی نالی نیچے جھکاتے ہوئے کہا: "اب کشتی سے نکل آؤ۔ ہاں۔ ہاں ان سیڑھیوں سے اوپر اور بہت زیادہ مہم جو بننے کی کوشش نہ کرنا۔"

"کیا میں زیر حراست ہوں۔"

"ہاں۔ یقیناً۔ اس مرتبہ تم بے شک حراست میں ہو۔"

"کیا میں قونصل خانے کو فون کر سکتا ہوں۔"

"نہیں ابھی نہیں۔ شاید بعد میں اس کی اجازت مل جائے فی الحال نہیں۔"

لفٹیننٹ پراپا کرنل تلانگ کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ اس کا چوڑا دہانہ کھلا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں بندوق تھی۔ جس کا رخ ڈیوریل کی طرف تھا۔ ڈیوریل کشتی سے نکل کر سیڑھیوں کے ذریعہ تختوں کے اوپر پہنچ گیا۔ وہاں پر اور بھی فوجی سپاہی کھڑے تھے۔ پاس ہی ہمبر سیڈان کار کھڑی تھی۔ پالا میر کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ شاید اس نے اسے دھوکہ دیا تھا۔ جس کے لئے اس کی اپنی وجوہات ہوں گی۔ اس کا اس جگہ ہونا اور ڈیوریل سے ملنا خالی از علت نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ جہاز جو رات کو سمندر میں لنگر انداز تھا اب وہاں موجود نہیں تھا۔

"کار میں تشریف رکھئے پلیز۔" تلانگ نے کہا۔

ڈیوریل بے حیل و حجت کار کی پچھلی نشست پر بیٹھنے لگا۔ لیکن پراپا نے اسے کاندھے سے دھکہ دے کر اگلی سیٹ پر بٹھا دیا۔ پراپا خود ڈرائیونگ وہیل کے پیچھے بیٹھ گیا۔ جب کہ کرنل تلانگ نے کار کی پچھلی نشست سنبھال لی۔ کار فوراً روانہ ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تلانگ بہت جلدی میں تھا۔

کار شہر کی بے رونق سڑکوں کو چھوڑ کر ویران راستوں پر چلتی ہوئی شہر کے باہر کی طرف جانے لگی۔ تو ڈیوریل نے پوچھا۔ "آپ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟"

"اپنے ہیڈ کوارٹرز میں۔" تلانگ نے جواب دیا۔

"اس کی اطلاع مجھے اپنے قونصل خانے کو ضرور دینا ہے۔"

"انہیں اطلاع پہنچا دی جائے گی۔ کہ آپ کو کرفیو کی خلاف ورزی کرنے اور لوگوں کو مشتعل کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔"

"کیا مجھے وکیل سے مشورہ کرنے کی اجازت بھی نہیں ملے گی۔"

"لیپنگڈا میں آج کل مارشل لاء لگا ہوا ہے۔ وزیر اعظم کوانگ کے حکم سے تمام بنیادی شہری حقوق معطل کر دیئے گئے ہیں۔"

کار کچے پکے راستوں سے ہوتی ہوئی سمندر کے کنارے واقع ایک پرانی قلعہ نما عمارت کے پاس جا کر رک گئی۔ کرنل تلانگ نے ڈیوریل کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے کار سے اترنے کا اشارہ کیا۔

کرنل تلانگ، لفٹیننٹ پراپا اور ڈیوریل ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ جس کو جنریٹر کے ذریعہ بجلی پیدا کر کے برقی روشنی پہنچائی گئی تھی۔ وہاں ایک شیلف پر ریڈیو ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا سمندر کی طرف ایک چھوٹی سی کھڑکی کھلتی تھی۔ اینٹوں کی دیوار کے ساتھ دو

لکڑی کی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ مخالف سمت کی دیوار پر ملک کا نقشہ لٹکا ہوا تھا۔ کھڑکی کے پاس ایک ڈیسک رکھا تھا۔ جس پر وزیر اعظم کوانگ کا فوٹو فریم میں لگا ہوا تھا۔ فوٹو میں وزیر اعظم مسکرا رہا تھا۔ ڈیسک پر ایک فولڈر کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ کرنل تلانگ ڈیسک کے پیچھے اپنی کرسی پر جا بیٹھا اور سگرٹ سلگا کر پینے لگا۔ اس نے ڈیوریل کو سگرٹ پیش نہیں کیا۔ نہ ہی اسے کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ بہرحال ڈیوریل نے خود کرسی کھینچی اور اس پر بیٹھ گیا۔

تلانگ نے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ سیدھی انگلیوں سے گھی نکل آئے تو بہتر ہے اور نہیں چاہتا کہ تمہیں کوئی غیر ضروری تکلیف کا سامنا کرنا پڑے۔"

"اس میں کیا شک ہے۔ کیا میں اس جگہ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

"یہ میرا ہیڈ کوارٹر ہے۔ سکیورٹی سٹیشن نمبر پانچ۔"

"اچھی جگہ ہے۔ پرائیویٹ اور آرام دہ۔" ڈیوریل نے کہا۔

"جی ہاں۔ میں یہاں اپنے اہم ترین کام کرتا ہوں۔ اس قلعہ کو گورے راجہ نے تعمیر کروایا تھا۔ گویا راجہ وہی بوڑھا آدمی ہے جو لینگ گڑ ایں رہتا ہے۔ یہ عمارت بہت پرانی ہے لیکن پھر بھی بہت موزوں ہے۔"

"جی ہاں۔ ایذا دہی اور تشدد کے لئے بہت موزوں معلوم ہوتی ہے۔"

"میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا ہے۔" کرنل تلانگ نے نرمی سے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تمہیں تکلیف بھی نہ ہو اور کام بھی بن جائے۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم ہمارے ساتھ تعاون کرو۔ کیا تمہیں بھوک لگی ہے؟"

"آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میں نے ناشتہ بھی نہیں کیا ہے۔"

"ناشتہ بھی مل جائے گا۔ جلدی ہی ہم کافی پئیں گے۔ کیا تمہیں پیاس بھی لگی ہے؟"

"جی ہاں۔"

"خیر۔ فی الحال میرے پاس وقت کم ہے اس لئے جتنی جلدی تم ہمیں مطلوبہ معلومات بہم پہنچا دو گے اتنا بہتر ہوگا۔ اس کے بعد تمہیں معزز مہمانوں جیسا کھانا مل جائے گا۔ ٹھنڈے پانی اور شراب کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔ گرم گرم کافی بھی ملے گی۔"

"کیا یہ پوچھ گچھ سرکاری طور پر ہو رہی ہے؟"

"تم چاہو تو یہی سمجھ لو۔" تلانگ نے ڈیسک پر رکھا ہوا فولڈر کھولا۔ پھر اسے دیکھنے کے بعد کھڑے ہو کر کھڑکی میں سے سمندر کا نظارہ کرنے لگا۔ اس کے چہرے سے لیا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے وہ کئی راتوں سے نہیں سویا تھا۔ اس نے کہا۔ "ہم تمام حقائق کم و کاست معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں چاہیئے کہ تم تمام تفصیلات سچ سچ بتا دو کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ اور ان فسادات کے دنوں میں یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"میں مسٹر کینڈن، امریکن قونصل کا اسسٹنٹ لیگل سیکرٹری ہوں۔"

تلانگ نے ہموار لہجے میں کہا۔ "یہ تو ہمیں بھی معلوم ہے۔ لیکن ہم یہ جاننا چاہتے ہیں امریکہ کا سی آئی اے کا محکمہ آجکل لینگ گڑ کے معاملات میں کیوں اتنی دلچسپی لے رہا ہے کہ اس نے تمہیں کسی منصوبہ پر مسٹر جارج ہینڈ کی امداد دینے پر مقرر کیا ہے۔"

ڈیوریل خاموش رہا۔

"کیا تم انکار کرتے ہو کہ تم سی آئی اے کے ایجنٹ نہیں ہو؟"

"میرا سی آئی اے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"یہ تمہاری بے وقوفی ہے۔" تلانگ نے فولڈر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "تمہیں طرح پالا میر کا پتہ معلوم ہوا؟"

"وہ ...... وہ ایک خوبصورت حسینہ ہے۔"

"کیا تم نے رات کو اس سے اظہار عشق کیا تھا؟"

"یہ بالکل ایک ذاتی نوعیت کا سوال ہے۔"

"معاف کرنا۔ کیا وہ کل رات والے واقعے سے بہت زیادہ خوفزدہ تھی۔"

"ہونا ہی چاہیئے۔"

"کیا تم بوڑھے انتھونی میری ڈیل میرا مطلب ہے گورے راجہ سے مل چکے ہو؟" تلانگ نے پوچھا۔ وہ کافی سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"نہیں۔"

"وہ بہت دلچسپ آدمی ہے۔ تم جارج ہمینڈ کو کیسے جانتے ہو؟"

"بہت سالوں سے۔ وہ میرا پرانا دوست ہے۔"

"اور للی فنین؟"

"میں اسے نہیں جانتا۔"

"کیا تم کل رات اس سے نہیں ملے؟"

"نہیں۔"

تلانگ نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر ڈیوریل۔ میں زیادہ عرصہ لینگرا سے باہر رہ کر نہیں گزار سکتا۔ وہاں حالات خراب ہیں۔ فسادات زوروں پر ہیں۔ میرے پاس بہت تھوڑا وقت ہے۔ کیا تمہیں یہاں کی آب و ہوا پسند ہے؟"

"اس نے مجھے اپنے گھر کی یاد دلا دی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ تم لوانٹرا کے رہنے والے ہو جو ہمارے ملک کی طرح ڈیلٹائی علاقہ

ڈیوریل کو سخت بھوک اور پیاس لگی تھی۔ لیکن اسے معلوم تھا کہ تلانگ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ چنانچہ وہ خاموشی سے بیٹھا کھڑکی میں سے سمندر کو دیکھتا رہا۔ باہر

کہیں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی پھر تلانگ کے ڈیسک پر ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کرنل تلانگ نے ملائی زبان میں کال کا جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے جانا چاہیئے۔ اب میں آخری مرتبہ تم سے پوچھتا ہوں۔ کہ تمہارا لینگرا میں آنے کا کیا مقصد ہے؟ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں تمہارے ساتھ پورا پورا تعاون کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں یہ سچ ہے کہ یہاں پر تمہارے بہت سے دشمن ہیں۔ لیکن میں ان میں سے نہیں ہوں۔ لیکن میں نے اپنا فرض انجام دینا ہے اور میں حقیقت معلوم کرنے کے لئے ہر قدم اٹھانے کو تیار ہوں چاہے اس کی مجھے کتنی بھاری قیمت ہی کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔"

"جہنم میں جاؤ تم اور تمہارے سوالات۔" ڈیوریل نے کہا۔

"بہت بہتر۔ اب میں باقی سوالات پوچھنے کے لئے لفٹیننٹ پراپا کو چھوڑے جا رہا ہوں۔"

لفٹیننٹ پراپا کو معمولی انگریزی آتی تھی۔ اس کے طریقے کافی بھونڈے اور وحشیانہ تھے۔ اس نے کرنل تلانگ کے احکامات سے تجاوز کرتے ہوئے تحقیقات کا آغاز کیا۔

"تم مجھے سب سچ سچ بتاؤ گے۔ یاد رکھو میں بہت برا آدمی ہوں۔" اس نے غراتے ہوئے کہا۔

"پہلے امریکی قونصل مسٹر کنڈن کو یہاں بلاؤ۔"

"یہاں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ یہاں میری حکومت ہے سمجھے۔"

"اپنے منہ میاں مٹھو"

"وہ کون ہے؟"

"اس کا مطلب بتانے کے لئے کافی وقت درکار ہے۔ اس لئے چھوڑو اسے۔"

"وقت کی پرواہ مت کرو۔ تم باتیں کرو میں سنتا ہوں۔"

اس مرتبہ پیراپا نے اپنا کوڑا استعمال کیا۔ پہلے ہی وار میں ڈیوریل کو اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہوا اور وہ کرسی سمیت زمین پر جا گرا۔ وہ چکراتا ہوا اٹھا۔ اس کی آنکھوں کے آگے تارے ناچنے لگے۔ اس نے پیراپا کی توند میں مکا مارنا چاہا۔ پیراپا ایک طرف کو ہٹ گیا۔ اور قہقہے لگانے لگا۔

"یہاں نہیں۔ کرنل کو اپنا فرنیچر عزیز ہے۔ اگر مجھ سے مقابلہ کرنا ہے تو میرے ساتھ آؤ۔"

وہ قلعہ کی ایک چھوٹی سی کوٹھری میں جا پہنچے جس میں کوئی کھڑکی اور روشندان نہیں تھا۔ نہ ہی کسی قسم کا کوئی فرنیچر تھا۔ یہاں چوہوں، سمندر اور موت کی بو رچی ہوئی تھی ایک اکیلا مدھم جلتا ہوا بلب سر پر لٹکا ہوا تھا۔ کوٹھری سے باہر نکلنے کا ایک ہی بڑا سا دروازہ تھا۔ جہاں دو مسلح پہریدار کھڑے تھے انہوں نے اس کی طرف بندوقیں تانی ہوئی تھیں۔ اور ان کے ہاتھ ٹریگر پر تھے۔

پیراپا اپنے کام میں ماہر تھا۔ اس کے مکوں سے ڈیوریل کو ایسا محسوس ہوا کہ اس کی موت قریب آگئی ہو۔ اس کے ذہن سے وقت کا احساس جاتا رہا۔ بس تکلیف کا احساس باقی تھا۔ اس کے منہ میں خون تھا۔ اس کا بیکار ہاتھ لٹکا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو۔ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ ایک دو مرتبہ اسے محسوس ہوا جیسے کہ وہ پتھریلے فرش پر لیٹا ہو پھر کسی نے گریبان سے پکڑ کر اسے اٹھا لیا ہو۔ پھر مکے اور بے ہوشی۔ یہ عمل کئی بار دہرایا گیا۔ پیراپا مار کے دوران بار بار اپنا سوال دہرا رہا تھا۔ "تم سی آئی اے کے آدمی ہو؟"

"میں نے یہ نام کبھی نہیں سنا۔"

"یہ سیکشن کیا ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"سیر کے لئے آیا ہوں۔"

"تم جھوٹ بکتے ہو" وقفہ دیا "تم قونصل خانے سے منسلک ہو؟"

"ہاں۔ وہاں سے کسی کو بلا کر پوچھ لو۔"

"تمہارا پالا میرے سے کیا تعلق ہے! کیا وہ کمیونسٹ ہے؟ تم اس کے ساتھ مل کر کیا سازش کر رہے ہو بتاؤ۔"

"وہ ایک عجیب و غریب لڑکی ہے۔"

"اس کا بھائی ایک اچھا آدمی ہے۔ وہ ایک بری لڑکی ہے۔ بوڑھا راجہ بھی برا آدمی ہے۔ ہاں؟"

"میں اس بوڑھے شریف آدمی سے کبھی نہیں ملا۔"

"تم بکتے ہو خنزیر کی اولاد۔ تم پیراپا کے سامنے جھوٹ بولتے ہو۔"

"میری یہ مجال؟ - توبہ - توبہ"

"دیکھو تو میں تمہیں کیا مزہ چکھاتا ہوں۔"

پھر مار پیٹ شروع ہو گئی۔ ڈیوریل کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ وہ مقابلہ کر سکتا تھا۔ لیکن موجودہ حالات میں ایسا کرنے سے وہ مزید مشکلات میں پھنس سکتا تھا۔ بس وہ یہ کوشش کر رہا تھا کہ اس کے ہوش و حواس قائم رہیں۔ بظاہر وہ انتہائی تکلیف کا اظہار کر رہا تھا ہر وار پر وہ چیخ اٹھتا تھا۔ جیسے اسے بہت زور کی چوٹ لگی ہو۔ وہ وقت کو طول دینا چاہتا تھا۔ شاید اس دوران میں کرنل تلانگ آپہنچے۔ لیکن اس سے بھی کسی بھلے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ اچانک اسے جارج ہمینڈ کا خیال آیا۔ اسے بھی مار مار کر اپاہج بنا دیا گیا تھا

گویا اس کا وہی حشر ہونے والا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ جارج ہینڈ جیسا اس کا بھی انجام ہو۔ ایک لحاظ سے جارج ہینڈ خوش قسمت تھا کہ زندہ بچ نکلا۔ لیکن پڑا پا تو اس کی جان لینے پر تلا ہوا تھا۔

مار پیٹ سے تھک کر پڑا پا نے پہرہ دار کو اشارہ کیا وہ پانی کا گلاس لے آیا۔ پڑا پا نے ایک کونے میں کھڑے ہو کر پانی پیا۔ ڈیوریل کوٹھری کے ایک کونے میں گٹھری بنا پڑا تھا

"میرے پاس بہت وقت ہے" پڑا پا نے کہا۔ "چائے پیو گے؟"

"میں کافی کو ترجیح دوں گا۔"

"بھوک لگی ہے؟"

"نہیں۔ مجھے سوڈا یا نی کا رب کی ضرورت ہے۔"

"ہوں؟"

"میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔"

پڑا پا قہقہے لگانے لگا۔

ڈیوریل کو نیند آ گئی۔ اس نے بھیانک اور ڈراؤنے خواب دیکھے۔ اس نے دیکھا کہ وہ بلیب کی ڈوری سے گلے میں پھندا ڈالے لٹکا ہوا ہے۔ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے

پڑا پا پھر کوٹھری میں آ گیا۔

"اے۔ سی آئی اے کے آدمی! اب تو تم نے کافی آرام کر لیا ہو گا۔"

"کیوں نہیں۔ راوی چین ہی چین لکھتا ہے۔"

"اب تم باتیں کر سکتے ہو؟"

"جو تم کہو۔"

"ٹھیک ہے اچھا یہ بتاؤ کہ تم یہاں بنگلہ دیش میں کیا کرنے کے لئے آئے ہو؟"

"جب امریکی بحریہ کے سپاہی اس سرزمین پر قدم رکھیں گے تو تمہیں سب معلوم ہو جائے گا"

پڑا پا ہنسنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کہ وہ اس کی باتوں سے محظوظ ہو رہا ہے۔

"اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ زمانے لد گئے۔ کوئی امریکی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا۔ دنیا بدل چکی ہے واشنگٹن کو اب اس کی پرواہ نہیں کہ دوسرے ملکوں میں اس کے آدمیوں پر کیا گذرتی ہے۔ ہر شخص ان کے منہ پر تھوک سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن یاد رہے کہ امریکی قرضہ چکانا جانتے ہیں۔"

"لو میں تھوکتا ہوں تمہارے منہ پر۔ دیکھیں کون بچاتا ہے۔ تمہیں"

اس نے ڈیوریل کے منہ پر تھوک دیا۔ ڈیوریل نے آستین سے اپنا چہرہ صاف کیا۔ پڑا پا نے کہا۔ "میرے پاس ٹیپ ریکارڈر ہے۔ اب تم باتیں کرو گے۔ اس کے بعد ڈاکٹر تمہاری مرہم پٹی کرے گا۔ اور پھر تمہیں نئی زندگی مل جائے گی؟"

"ڈاکٹر؟ خیال تو اچھا ہے"

"تو گویا تم باتیں کرنے کو تیار ہو؟" یاد رکھو گرم گرم چائے؟ تازہ پکے ہوئے خوشبودار چاول؟ آرام اور پھر گھر کی زندگی؟"

"اور ناچنے والی لڑکیاں؟"

پڑا پا غرایا "لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔"

اس نے ڈیوریل کو اٹھا کر فرش پر پٹخ دیا۔ ڈیوریل کو اپنی ہڈیاں چٹختی ہوئی محسوس ہوئیں پھر اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔

ایک مرتبہ وہ پھر جاگا۔ لیکن اس نے اپنی آنکھیں بند رکھیں۔ اس کے کانوں میں آواز آئی۔ "تم نے اس کے ساتھ بہت غیر انسانی سلوک کیا ہے لفٹیننٹ پڑا پا۔ مانا کہ اس نے بہت

دھمکی کا مظاہرہ کیا تھا لیکن پینگڑا میں قیدیوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جاتا۔ فوراً ڈاکٹر کو بلاؤ۔ منہ کیا تک رہے ہو۔ جلدی کرو۔ اس کے بعد تم سے اور کرنل تلا تنگ سے اس معاملہ پر گفتگو کروں گا۔"

"جناب۔ اس نے ہمارے سوالات کا جواب نہیں دیا۔ اور یہ ملکی سلامتی کا سوال ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

ڈیوریل نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک لمحہ کے لئے خیال آیا کہ وہ پھر قلعہ میں کرنل تلانگ کے دفتر میں وزیراعظم کوانگ کی تصویر کو دیکھ رہا ہے۔ لیکن یہ تصویر نہ تھی۔ بلکہ خود گوشت پوست کا وزیراعظم کوانگ تھا۔ چہرہ گول۔ پیٹ آگے کو نکلا ہوا۔ مہربان آنکھیں، زیرلب مسکراہٹ۔ بظاہر وہ ایک مہذب انسان معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اس کے دل میں کیا تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

"کیا تم ہوش میں ہو۔"

"کچھ کچھ۔"

"چند ہی لمحوں میں ڈاکٹر آجائے گا۔ جو کچھ ہوا میں اس کے لئے تم سے معافی مانگتا ہوں واقعی یہ بڑی غلط بات تھی۔"

"کیا اب مجھے رہا کر دیا جائے گا؟" ڈیوریل نے پوچھا۔

"ڈاکٹر کے آنے کے بعد ہم اس موضوع پر بھی بات کر لیں گے۔"

"اب مجھے جانے دیجئے۔ میں پیدل ہی شہر چلا جاؤں گا۔"

"مسٹر۔ تمہاری حالت اس قابل نہیں کہ چند قدم بھی چل سکو۔"

ڈاکٹر آیا۔ وہ بھی چینی تھا۔ ڈیوریل کے ہونٹوں پر خون جما ہوا تھا۔ ایک رخسار زخمی تھا کلائی پر پٹی لگانے کی ضرورت تھی۔ لیکن ہڈیاں سلامت تھیں۔ ڈاکٹر نے اپنے صندوقچہ سے مرہم

نکالا۔ اور اس کے زخموں پر لگا دیا۔ پھر انجکشن کی سرنج نکالی۔

"میں انجکشن نہیں لگواؤں گا۔" ڈیوریل نے فوراً کہا۔

"لیکن اس سے تمہاری تکلیف کم ہو جائے گی۔ درد محسوس نہیں ہوگا۔"

"مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"بہتر ہوگا کہ تم ٹیکہ لگوالو۔"

"نہیں شکریہ"

ڈیوریل نے اٹھنے کی کوشش کی۔ وہ گر پڑا۔ وہ پھر اٹھا۔ چند لمحوں تک اپنی ٹانگوں پر کھڑا رہا۔ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ اس نے دیوار سے پشت ٹکا دی۔ آسمانی رنگ کے سوٹ میں ملبوس وزیراعظم کوانگ اسے دلچسپی سے دیکھتا رہا۔ ڈیوریل کو اپنی بائیں طرف کی پسلیوں میں درد کی ٹیسیں اٹھتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ وہ کراہتا ہوا دائیں طرف جھکا۔ اور دکھتی ہوئی پسلیوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ ڈاکٹر جلدی سے اس کی طرف بڑھا۔ اس نے پسلیوں کو ٹٹولا مرہم لگایا۔ اور پٹی باندھ دی۔ اب ڈیوریل کو سانس لینے میں زیادہ دقت نہیں ہو رہی تھی۔

"تمہیں انجکشن ضرور لگوا لینا چاہیئے۔ اس سے درد کم ہو جائے گا۔"

"مجھے وائل دکھا دو۔"

"لو دیکھ لو۔"

یہ ڈیمرال کی دس سی سی کی بوتل تھی۔ سرنج میں ایک سی سی دوا آتی تھی۔ ڈیوریل نے اثبات میں سر ہلا کر ڈاکٹر کو انجکشن لگانے کی اجازت دے دی۔ اس نے دعا مانگی کہ سرنج میں وہی دوا ہو جو بوتل کی شیشی پر لکھی ہوئی تھی۔ وہ دوبارہ فرش پر بیٹھ گیا۔

پرمیئر کوانگ نے کہا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میری بیٹی للی فین کو جانتے ہو۔ وہ ایک پیاری لڑکی ہے۔ لیکن سرپھری اور من مانی کرنے والی ہے۔ اس نے پرانے طور طریقے ترک کر دیئے

ہیں، مجھے اس کے اور تمہارے دوست جارج ہمینڈ کے تعلقات پر سخت تشویش ہے۔"

"مجھے آپ کے جذبات کا احساس ہے۔"

کوانگ نے ڈیو ریل کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور کہا۔ "مجھے کرنل تلانگ نے بتایا ہے۔ کہ تم نے اس کے کام کو مشکل بنا دیا ہے مجھے سینگکوڈا کی امن و امان کی صورت حال پر خاصی تشویش ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ جتنی جلدی امن قائم ہو جائے اتنا ہی بہتر ہو گا۔ یہاں جمہوری حکومت قائم ہے۔ اور جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ میں یہاں کا منتخب وزیراعظم ہوں۔ اگرچہ میں نسلاً چینی ہوں۔ لیکن ملائی باشندوں کی اکثریت نے مجھے منتخب کیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ عوام کی اکثریت میرے خلاف ہو جائے اس لئے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ تمہیں ملک سے نکال دوں اب تمہیں واپس ہوٹل میں لے جایا جائے گا۔ جہاں تم مکمل طور پر آرام کرو گے۔ تاکہ تمہاری کھوئی ہوئی قوت بحال ہو جائے۔ اس کے بعد تمہیں بذریعہ طیارہ باہر بھیج دیا جائے گا۔ اگرچہ ائر فیلڈ کو پاؤتھیٹ کے دہشت پسندوں نے خاصا نقصان پہنچایا ہے۔ پھر بھی کسی نہ کسی طرح تمہیں ملک سے باہر بھیجنے کا بندوبست کر دیا جائے گا۔"

"یہ پاؤتھیٹ دہشت پسند کون ہیں؟"

"تمام جنوب مشرقی ایشیا میں کمیونسٹ گوریلوں کی تاخت و تاراج جاری ہے۔ برما۔ تھائی لینڈ۔ جنوبی کمبوڈیا۔ لاؤس اور ویت نام غرضیکہ ہر جگہ ان کی سرگرمیاں زوروں پر ہیں ہمارا ملک بھی ان کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ کمیونسٹ گوریلوں کے لئے اندرونی بدامنی اور فسادات مفید ہوتے ہیں۔ وہ ان سے فائدہ اٹھا کر میری حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ ائر فیلڈ کی مرمت و درستی کے بعد تمہیں سینگکوڈا سے باہر بھیج دیا جائے گا۔ اور مجھے افسوس کے ساتھ یہ فیصلہ کرنا پڑا ہے۔"

نیند سے ڈیو ریل کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔

۱۴

وہ کوان ڈیوپ ہوٹل کے اپنے کمرے میں نیند سے بیدار ہوا۔ کھڑکی میں سے دریا سے آنے والی ٹھنڈی اور تازہ ہوا آ رہی تھی۔ رات کا وقت تھا۔ کمرے کے ایک کونے میں دھیمی سی روشنی تھی۔ اس وقت کمرے میں وہ اکیلا تھا۔ اسے مبہم انداز میں یاد آیا۔ کہ وہ وزیراعظم لیموسین کار میں ہوٹل میں آیا تھا۔ خوش اخلاق سیاستدان نے اس کے ساتھ بڑی مہربانی کا سلوک کیا تھا۔ لیکن اس کے دل میں کیا تھا۔ اس کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ ڈیو ریل کو حیرت اس بات پر ہو رہی تھی۔ کہ نہ تو وزیراعظم کوانگ نے ہی کرنل تلانگ نے گمشدہ طیاروں کا ذکر کیا تھا سر سے پاؤں تک اس کے بدن کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا اسے بھوک اور پیاس بھی لگی تھی۔ اس کی نظریں اپنی کلائی پر پڑیں۔ گھڑی اب تک صحیح حالت میں موجود تھی۔ اس میں ساڑھے دس بجے تھے۔ وہ کوشش کر کے اٹھ بیٹھا۔ اور فون پر ڈنر کا آرڈر دیا۔ جواب ملا کہ نصف گھنٹے میں کھانا اس کے کمرے میں پہنچا دیا جائے گا۔ پھر اس نے وہ پٹیاں اتار پھینکیں جو چینی ڈاکٹر نے باندھی تھیں۔ پھر پشتم پشتم غسل خانے میں چلا گیا۔ اور شاور کھول دیا۔ سینگکوڈا میں بجلی واپس آ گئی تھی۔ لیکن امن و امان کوسوں دور تھا۔ غسل خانے کی کھڑکی سے وہ چنگ سو کے علاقے میں نئی آگ کے شعلے بلند ہوتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ جو اندھیری رات میں چمک رہے تھے۔

شاور کا پانی نہ تو ٹھنڈا نہ ہی تر و تازہ کرنے والا تھا۔ وہ اس کے نیچے کافی دیر تک کھڑا رہا پھر اس نے احتیاط سے شیو بنایا۔ ایسا کرتے ہوئے اسے اپنے چہرے کی چوٹوں کا دھیان

رکھنا پڑا۔ اس کے ہاتھ پاؤں اور جسم کے ہر حصے میں اب بھی درد ہو رہا تھا۔ جب تک کہ وہ لباس پہن کر تیار ہوا۔ ہوٹل کا ملازم اس کے لئے کھانا لے آیا۔ اس نے مزے لے لے کر کھانا کھایا۔

اسے بستر میں لیٹ کر دس بارہ گھنٹے آرام کرنے کی ضرورت تھی۔ لیکن اس کی قسمت میں آرام کہاں تھا؟ ہوٹل کے اردگرد سے فوجیوں کا پہرہ اٹھا لیا گیا تھا۔ جب اس نے کوریڈور میں جھانک کر دیکھا۔ تو اسے معلوم ہوا کہ دروازے پر بھی کوئی فوجی پہرہ پر نہ تھا۔ کھانا کھا کر اس نے جی بھر کر پانی پیا۔ ایسا کرتے ہوئے اس نے دیکھا کہ ٹیلی فون کو کسی نے پھر سے ٹیپ کے ذریعہ ملا دیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کمرے میں جو بھی آوازیں تھیں۔ وہ ریکارڈ ہو رہی تھیں۔ اس نے ٹیپ علیحدہ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

اس نے کونڈن کو ٹیلی فون کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ باہر گیا ہوا تھا۔ اس نے جارج ہمینڈ کو فون کیا لیکن وہ بھی موجود نہیں تھا۔ ابھی بھی وہ ٹیلی فون کا ریسیور کان سے لگائے ہوئے تھا۔ تو نصل کونڈن نے بذات خود دروازے پر دستک دی۔ اور کمرے میں داخل ہو گیا۔

"کیا میں اندر آسکتا ہوں؟"

"اب جب کہ اندر آ ہی چکے ہیں۔ تو اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔" ڈیلوریل نے کہا: "تشریف رکھئے۔ میں آپ ہی کو فون کر رہا تھا۔ مجھے کچھ مدد کی ضرورت ہے۔"

"تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے۔ کیا کہنے؟ دیکھو ڈیلوریل اگر واقعی یہی تمہارا اصلی نام ہے تو....."

"میرا اصلی نام سیموئیل سی ڈیلوریل ہے۔"

"خیر کچھ نام بھی کیوں نہ ہو۔ بات دراصل یہ ہے کہ تمہاری وجہ سے مجھے یہاں بہت سی الجھنوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہاں کی گورنمنٹ نے تمہاری شکایت

کی ہے۔ کہ یہاں آتے ہی تم نے مشتبہ قسم کی سرگرمیاں شروع کر دی ہیں۔ جب پہلے پہل تم یہاں آئے تھے تو میں نے تمہیں بتا دیا تھا۔ کہ میں اپنے اور مقامی حکومت کے درمیان کسی قسم کی غلط فہمی برداشت نہیں کروں گا۔ لیکن تم نے میرے انتباہ کا کوئی نوٹس نہیں لیا اور....."

"اور میں مشتبہ قسم کی سرگرمیوں میں مصروف رہا۔" ڈیلوریل نے کہا۔ "لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ انڈے کو توڑے بغیر آملیٹ نہیں بنتا۔ اچھا اب تشریف رکھئے۔ کچھ پیجیئے گا؟"

کونڈن نے اسے شک بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم بہت زیادہ شراب پیتے ہو؟ اور کیا تمہارے چہرے کی یہ حالت لیبا رنوشی کا نتیجہ ہے؟"

"نہیں۔ میرا یہ حلیہ کرنل تلانگ نے بنایا ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھ گچھ کی تھی۔"

"ہاں یہ میں جانتا ہوں لیکن کیوں؟"

"مجھے ایک کام کرنا ہے۔" ڈیلوریل نے کہا۔ "لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں ہر شخص اس کی نوعیت سے واقف ہے۔ میرا مطلب ہے کہ میرا مشن جو ہر لحاظ سے خفیہ ہونا چاہیئے۔ ہر شخص کو اس کا علم ہو چکا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے قونصل خانے کا ہر راز اسی طرح آشکار ہو جاتا ہوگا۔ آپ کے سیکیورٹی کے انتظامات بہت ناقص ہیں۔"

"یہ جارج ہمینڈ کی ذمہ داری ہے۔ کہ وہ قونصل خانے کے خفیہ رازوں کی نگہداشت کرے۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"اور مجھے معلوم ہے کہ تم ہمینڈ کے معاون ہو۔ مجھے تمہارے اصل عزائم کا کوئی علم نہیں ڈیلوریل۔ لیکن میرا خیال ہے کہ تم کسی ایجنسی کے لئے یہاں کام کر رہے ہو۔ لیکن میں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔ کہ تم اپنی سکیموں سے قونصل خانے کے لئے مسائل پیدا کرو۔"

"کیسی اسکیمیں؟" ڈیلوریل نے کہا۔ "میں تو محض بارہ گم شدہ بمبار طیاروں کا پتہ

لگانے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

کونڈن نے اپنی ٹائی درست کی۔ سر کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ پھر کھنکار کر ڈیویرل کی طرف دیکھا۔

"مختصر لیٹر طیارے؟ میں سمجھ گیا۔" اس نے کہا۔

"امریکی بحریہ نے تمہیں بھی ان کا پتہ لگانے کو کہا ہے۔؟"

"کیا تم اوایس آئی ایجنسی کے لئے کام کر رہے ہو؟" کونڈن نے پوچھا۔

"جی نہیں۔"

"اس کی طرح کی کوئی اور ایجنسی؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"تمہیں شروع میں ہی مجھے سب کچھ بتا دینا چاہیئے تھا۔ خواہ مخواہ خود بھی پریشان ہوئے اور مجھے بھی پریشان کیا۔ جہاں تک ان طیاروں کا تعلق ہے میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں گئے لیکن یہ خیال کہ وہ اس ملک میں لائے ہیں مضحکہ خیز ہے۔ مجھے ان کی بابت کچھ معلوم نہیں۔"

"کیا آپ نے ان کی آواز نہیں سنی۔"

"معاف کرنا میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"میں نے کل رات ان میں سے کچھ طیاروں کی آواز سنی ہے۔" ڈیویرل نے کہا۔ "کیا آپ کو ان کی بابت واقعی کچھ معلوم نہیں۔"

کونڈن اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور کمرے میں ادھر ادھر گھوم کر اس نے کمرے میں جھانک کر دیکھا۔

"ہماری گفتگو یہاں پر ضرور ٹیپ ہو رہی ہو گی۔ اس معاملہ میں کرنل تلانگ کی اہلیت قابل تعریف ہے۔"

"کیوں نہیں۔ کرنل تلانگ کو بہت سی باتوں کا علم ہو چکا ہے۔"

"میں تو اس شخص کو نہیں سمجھ سکا ہوں۔ وہ مجھے نروس کر دیتا ہے۔"

"اور مجھے اس نے بڑی تکلیف پہنچائی ہے۔" ڈیویرل نے کہا۔

کونڈن نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ اس وقت یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا اس کا موجودہ فسادات کی تہہ میں کوئی ہاتھ ہے۔ اور یہ کہ کیا اس کا تعلق گوریلوں کی تخریبی سرگرمیوں سے ہے۔"

"میرا خیال تھا کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے یہ فسادات شروع کروائے ہیں۔"

کونڈن اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "چلو باہر پارک میں چلیں۔ وہاں ہم زیادہ آزادانہ طریقے پر باتیں کر سکیں گے۔"

"میرا خیال ہے کہ ایسا نہ ہو سکا۔ کئی لحاظ سے یہاں اندر بیٹھ کر باتیں کرنا زیادہ محفوظ ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ آپ میرا ایک پیغام کو الالمپور تک پہنچا دیں۔ وہاں امریکی سفارتخانے میں ایک شخص ایسا ہے جس سے میں رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ کام ہمینڈ کے کرنے کا ہے۔"

"نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ کام آپ کی معرفت سرانجام پائے۔ آپ کی یادداشت کیسی ہے؟"

"بہت عمدہ۔" کونڈن نے کہا۔ "تم پیغام دو میں پہنچا دوں گا۔"

"کے۔ ایل کے دفتر میں مسٹر سمتھ کے نام یہ پیغام پہنچا دیجیے۔ ہینسی سولو کو اڑا رہا ہے جونز کو معلومات پہنچا دو۔ علاوہ ازیں جدید آر ڈی ایف، نشان نو کا دھیان رہے۔ جاسپر کی طرف سے سوسی کو تسلیمات۔"

کونڈن نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ "اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا تم ہینسی، جونز یا جاسپر ہو؟"

"کیا آپ آج رات یہ پیغام پہنچا دیں گے؟"

"میں ریڈیو مواصلات کے ذریعہ یہ پیغام آج رات ہی پہنچا دوں گا۔"

"شکریہ۔ اچھا تو خدا حافظ۔ میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ اور آرام کرنا چاہتا ہوں"
دوسرے ملاقاتی کے آنے سے پہلے اسے صرف دس منٹ کی مہلت آرام کرنے کے لئے ملی۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آنے والا کوئی دشمن تو نہیں دروازہ کی آڑ میں ہو گیا۔ یہ للی فین تھی۔ بوٹا سا قد نازک اندام اور خوبصورت عورت۔ وہ ایک منی سکرٹ پہنے ہوئے تھی۔ اس کے سیاہ بال اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔

"معاف کرنا مسٹر ڈیوریل۔ میں نے تمہیں بے وقت زحمت دی۔ کوئی اعتراض تو نہیں"

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں لیکن اتنی ۔۔۔۔ رات گئے تمہارا مجھ سے ملنا۔۔۔۔"

"میں سمجھ گئی۔ تم ڈیڈی کی بابت سوچ رہے ہو۔ انہیں معلوم ہے کہ میں تم سے ملنے کے لئے آئی ہوں۔ سچی بات تو یہ ہے۔ کہ انہوں نے ہی مجھے یہاں آنے کا اشارہ دیا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ تمہارے ساتھ جو سلوک ہوا اس کے لئے وہ نادم ہیں۔ اور معافی چاہتے ہیں۔"

"تم نے مجھ سے ملنے کے لئے بہانہ بنایا ہے؟"

"میں نے انہیں بتایا کہ میں تم سے جارج ہمینڈ کی بابت مزید معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ کہ تم اس کے دوست رہے ہو۔ تم شاید ایسی اطلاعات بہم پہنچا سکو۔ جن سے مجھے شادی کی بابت کسی فیصلہ پر پہنچنے پر آسانی ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے۔" ڈیوریل نے کہا۔

"ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں جارج سے محبت کرتی ہوں۔ اور وہ مجھ سے۔ شاید لوگوں کو یہ

رشتہ مضحکہ خیز معلوم ہو۔ لیکن ہم نے یہ فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ البتہ ڈیڈی اس رشتہ کے خلاف ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ میں ایک سرپھری نادان لڑکی ہوں۔ لیکن اب دنیا بہت بدل چکی ہے۔ اور آج کل ہر روز اس قسم کے ہزاروں واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ یہ اب کوئی نئی بات نہیں رہی۔"

"نوجوانوں کے لئے یہ کوئی نئی بات نہ ہو۔" ڈیوریل نے کہا۔ "لیکن بوڑھے عقلمند لوگوں کے نزدیک یہ بے شک نئی بات ہے۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ بے راہ روی بڑھ رہی ہے اور وہ اسے روکنا چاہتے ہیں۔ بہتر ہوگا۔ کہ بعد میں پچھتانے سے پہلے فیصلہ عقل کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر لیا جائے۔"

وہ چند لمحوں تک خلا میں گھورتی رہی پھر کہنے لگی۔ "بہرحال۔ میں یہاں تم سے درخواست کرنے آئی ہوں کہ تم جارج کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ۔ اسے تمہاری طرف سے کچھ خدشات ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ ایک مرتبہ پھر اپنی اہلیت ثابت کرے کہ وہ اب بھی غیر معمولی کارنامے انجام دے سکتا ہے۔"

ڈیوریل کا چہرہ پتھر کی مانند تھا۔ وہ چینی لڑکی کا منہ تکتا رہا۔ یہ حسین لڑکی کسی بھی مقابلہ حسن میں پہلی پوزیشن حاصل کر سکتی تھی۔ اس کا متناسب اور سڈول جسم، پتلی کمر، پتلے پتلے عنابی ہونٹ اپنے اندر ایک خاص جاذبیت رکھتے تھے۔ لیکن اس کا حسن ہی ڈیوریل کے لئے سب سے خطرناک ہتھیار ثابت ہو سکتا تھا۔ ڈیوریل کو اس ہتھیار سے بہر طور اپنا بچاؤ کرنا تھا۔

"تمہارے خیال میں میں جارج سے کس قسم کا سلوک کروں؟" اس نے کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ کس طرح اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤں؟"

"یہ تم بہتر طور پر سمجھتے ہو۔"

"میرا خیال تو یہ ہے۔ کہ جارج ہمینڈ خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی چلا رہا ہے اگر اس کا

یہی رویہ رہا تو ممکن ہے کہ اس کی لاش ہی یہاں سے وطن واپس پہنچے گی۔ اس کا ذہنی توازن درست نہیں۔"

ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ للی فین کو یہ الفاظ سن کر دھچکا سا لگا۔ اس نے ڈیوریل کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ مڑی اور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھی۔ اس کا چہرہ اٹھا ہوا تھا ہونٹ کھلے ہوئے تھے۔ وہ سانس روک کر اپنے پاؤں کے پنجوں پر کھڑی ہوئی ڈیوریل کو دعوت حسن دے رہی تھی۔

"لیکن ... کیوں؟"

"کیا واقعی جارج نے تمہیں یہاں بھیجا ہے للی؟"

"نہیں ... لیکن پلیز ... میں بہت پریشان ہوں۔"

"میں جارج سے کہاں مل سکتا ہوں؟ میرا مطلب ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟"

"اس نے مجھے یہ بتانے سے منع کیا ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے۔ کہ اگر تم بتا دو تو بہتر ہوگا۔"

وہ آہستہ سے مڑی۔ اپنا پرس کھولا۔ سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبا لیا۔ اس دوران میں وہ اس کی طرف تر چھی نظروں سے دیکھتی رہی۔

"کیا تمہاری تلاش نے تمہیں بہت ایذا دی ہے؟ تمہارا چہرہ بُری طرح گھبرایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔"

"جارج کہاں ہے؟" ڈیوریل نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

"تمام معاملات بہت الجھے ہوئے ہیں۔" وہ مسکرائی۔ پھر پرس کو ہاتھ میں جھلاتے ہوئے بھونڈے طریقے سے سگریٹ کے کش لینے لگی۔

"میں تو صرف اتنا جانتی ہوں۔ کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ مجھے تو اسی

وقت محبت ہو گئی تھی۔ جب چھ ماہ پہلے میری اس سے پہلی ملاقات ہوئی تھی اس وقت میں نے سکول کی تعلیم مکمل کی تھی۔ وہ ایک اچھا اور شریف آدمی ہے۔ مجھے اس کی حالت پر افسوس ہوتا ہے ....."

"رحم کے جذبات کو محبت کا نام نہ دو للی فین!"

"نہیں میں اتنی نادان نہیں۔ میں سب سمجھتی ہوں۔"

"تمہاری کیا عمر ہے للی؟"

"بائیس سال۔"

ڈیوریل نے غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔

"خیر انیس سال سہی۔" وہ بولی۔ "لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں اپنا بھلا بُرا اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ لوگ کیا خیال کرتے ہیں۔ ایک موقع ضرور ملنا چاہئے۔ اور یہ موقع حاصل کرنے کے سلسلے میں میں اس کی مدد کرنا چاہتی ہوں۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر کہنے لگی۔ "اس نے ایک پیغام تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اسی لئے میں یہاں آئی ہوں۔"

"تو لاؤ مجھے دے دو۔"

اس نے پھر پرس میں ہاتھ ڈال کر ایک تہہ شدہ کاغذ نکالا۔ پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "میں نے اسے پڑھنے کی کوشش کی تھی۔ مجھے اقرار ہے کہ میں نے اچھا نہیں کیا۔ لیکن میں جذبہ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو گئی تھی۔ لیکن یہ کوڈ میں ہے۔ خود جارج بھی اسے نہ پڑھ سکا یہ ریڈیو پیغام اسے تاہیتی سے موصول ہوا ہے۔ اس نے اسے اپنی سٹیشن پر پڑھا کر سمجھنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

ڈیوریل نے کاغذ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ لیکن اسے پڑھا نہیں۔

"اب تمہیں گھر چلا جانا چاہئے۔ تمہارے والد تمہاری طرف سے فکر مند ہو رہے ہوں گے۔"

وہ اس کے بہت قریب کھڑی ہو گئی۔ اس نے جو خوشبو لگا رکھی تھی۔ وہ جذبات کو ابھار رہی تھی۔ وہ خوبصورت تھی اور جاذب نظر تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیئے پھر اس کی گردن میں اپنی بانہیں حمائل کر دیں۔ اس کا جسم ڈیوریل کے جسم سے مَس ہو رہا تھا۔

"میں جارج کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

وہ مسکرایا اور بولا "غالباً جارج کو ہمارا اس طرح ملنا ناپسند ہو گا۔"

"جارج کو پتہ ہی نہیں چلے گا۔"

"کیا اس نے کبھی رشک اور رقابت کے جذبہ کا اظہار کیا ہے۔"

اس نے کاندھے جھٹکا دیئے اور جسم کو ڈیوریل کے جسم کے ساتھ دبانے لگی۔ اور اپنی باہوں کی گرفت ڈیوریل کی گردن پر سخت کر دی۔

"کیا میں تمہیں پسند نہیں؟"

"میں چاہتا ہوں للی کہ تم یہ بتاؤ کہ وہ نمبر کیا ہے۔ جس پر میں جارج سے بات کر سکوں۔ دوسرے یہ کہ مجھے یہ پیغام پڑھنے کی مہلت دے دو۔ کیا تم یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہو۔ کہ جارج یہ پیغام سمجھنے سے قاصر رہا تھا؟"

"بالکل۔ بلکہ اس پر جھنجھلایا بھی تھا۔ وہ تو یہ پیغام تمہیں بھیجنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن میں نے اس سے کہا کہ ایسا کرنا بہتر ہو گا۔ کیونکہ تم اس پیغام کے منتظر ہو گے۔"

وہ تھوڑا سا روشنی کی طرف مڑا جو برآمدے میں سے آ رہی تھی۔ کاغذ کی تہیں کھولیں، پھر اس پر سرسری نظر ڈالی۔ اس نے اس نئے کوڈ کو از بر کر رکھا تھا۔ جو یہاں آنے سے پہلے جنرل بیکیفی نے تائپے میں اسے دیا تھا۔ وہ اسے آسانی سے سمجھ سکتا تھا۔ اس پیغام میں پیکنگ کی حکومت کی اس شکایت کا ذکر کیا گیا تھا۔ جو ڈیوریل کے خلاف کی گئی تھی۔ اس پر پچھلے دن کی تاریخ اور دس بجے رات کا وقت درج تھا۔ سب سے اہم بات جو اس پیغام میں درج تھی۔ وہ یہ تھی کہ اسے جارج کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کو کہا گیا تھا۔ ڈیوریل نے سوچا کہ یہ اچھا ہی ہوا کہ ہینڈ اس پیغام کی عبارت کو نہ سمجھ سکا۔ پیغام کے آخری حصے میں سائیگون میں امریکی فوج کے ہیڈ کوارٹرز سے راکٹوں کی ایک پوری پیٹی کے چوری ہو جانے کا ذکر کیا گیا تھا۔ پیٹی اور اس کے اندر رکھے ہوئے راکٹوں کی پوری تفصیل درج تھی۔ یہ راکٹ جدید ترین تھے۔ اور اب تک امریکی فوج نے استعمال نہیں کیے تھے۔

للی فین نے اپنا نازک جسم ڈیوریل کے جسم سے رگڑتے ہوئے سرگوشیوں میں کہا "کیا یہ بہت اہم پیغام ہے۔"

"نہیں۔ بالکل نہیں۔"

"کیا یہ جارج کی بابت ہے۔"

"جارج سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔" اس نے کہا۔ اور مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم یہاں کتنی دیر اور ٹھہرو گی للی فین؟"

"اگر تم چاہو تو رات بھر بھی ٹھہر سکتی ہوں۔"

"جارج کہاں مل سکتا ہے؟ یہ تمہیں بتانا ہی ہو گا۔"

"تم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے؟"

"نہیں۔ بشرطیکہ میں مجبور نہ ہو جاؤں۔"

للی فین نے کمرے میں نظریں گھماتے ہوئے کہا: "اس کا فون نمبر ۲۲' ۶۳' ۲۲ ہے۔"

"اور ٹیلی فون کس جگہ پر رکھا ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ یہ اس جگہ ہے جہاں سے ملاقات کے لئے ہم ایک دوسرے سے وقت مقرر کرتے ہیں۔"

"بہت بہتر للی۔ اب ایک اچھی لڑکی بن جاؤ۔ اور میری گردن چھوڑ دو۔"

یہ الفاظ سن کر لڑکی بہت حیران ہوئی۔ شاید اسے ڈیوریل کی طرف سے اس قسم کے رویے کی توقع نہیں تھی۔ اسے اپنے حسن پر پورا اعتماد تھا۔ "لیکن میرا خیال تھا۔ کہ تم میرے ساتھ رات گذارنا پسند ....."

"نہیں للی۔ اب تم گھر جاؤ۔"

جب للی کی گرفت اس کی گردن پر سخت ہو گئی۔ اس نے اپنے گھٹنے آگے کی طرف جھکاتے اپنا سر نیچے کیا۔ پیچھے ہاتھ بڑھا کر اس کی ایک انگلی پکڑ کر موڑ دی۔ اور اپنے آپ کو للی کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش کی۔ یہ نازک اندام لڑکی کافی طاقت ور ثابت ہوئی۔ اور ڈیوریل کو اپنے آپ کو اس سے چھڑانے میں کافی طاقت صرف کرنی پڑی۔ اس نے للی کی انگلی کو اس طرح مروڑ کر اس کی چیخ نکل گئی۔ اس نے اپنا گھٹنا اس کی ٹانگوں کے درمیان مارنے کی کوشش کی۔ لیکن ادھر ادھر حرکت کر کے ڈیوریل نے اس کا وار خالی دیا۔ اور پوری طاقت سے اسے پیچھے کی طرف دھکیلا۔ للی کے بازو اس کی گردن سے علیحدہ ہو گئے۔ اور وہ بستر پر جا گری۔ وہ جلدی سے اٹھی۔ اور اپنے پرس کی طرف جھپٹی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتی ڈیوریل نے پرس اٹھا لیا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور ڈیوریل کا منہ نوچنے لگی۔ اس وقت وہ بپھری ہوئی شیرنی نظر آ رہی تھی۔ وہ پیچھے ہٹا۔ لیکن وہ بلی کی طرح اس کی طرف کودی اور اس کے ہاتھ سے پرس چھیننے کی کوشش کی۔ غیر شعوری طور پر ڈیوریل نے ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر دے مارا۔ جس کے زور سے وہ ایک بار پھر بستر پر جا گری۔ اس کے اسپرنگ چیخ اٹھے۔ ڈیوریل نے سوچا کہ مائیک پر بیٹھے ہوئے ہوٹل مالکان کے آدمی کیا خیال کر رہے ہوں گے۔ اس وقت اسے کسی کی بھی پرواہ نہ تھی۔ اس نے پرس کھول کر اسے فرش پر الٹ دیا۔ اس میں سے میک اپ کے سامان کے علاوہ ایک سوئچ والا چاقو اور چھوٹا سا پستول بھی تھا۔ للی فین واقعی ایک غیر معمولی لڑکی تھی۔

وہ گہرے سانس لے رہی تھی۔ اور ساتھ ہی یہ سوچتی جا رہی تھی۔ کہ اب اسے کیا کرنا چاہیئے۔ اس نے اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھا۔ اور بٹن کھولنے لگی۔ ڈیوریل اس کی اسکیم کو سمجھ گیا وہ یقیناً اب چیخ کر ہوٹل والوں کو بلائے گی۔ اور اس پر الزام عائد کرے گی۔ کہ وہ اس کی عزت پر حملہ کر رہا تھا۔ وزیر اعظم کی لڑکی کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کرنے کے جرم میں اسے سخت سے سخت سزا دی جا سکتی تھی۔ یہ سوچ کر اس نے للی کا ہاتھ پکڑا اور اسے گود میں اٹھا کر دروازے پر لے گیا۔ للی نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر اس کی کوئی پیش نہ گئی۔ دروازہ کھول کر اس نے للی کو کوریڈور کے فرش پر رکھ دیا۔

"تم واقعی بڑی پیاری لڑکی ہو للی فین۔ لیکن آج رات ہماری ملاقات کے لئے موزوں نہیں۔"

"یو باسٹرڈ۔" للی نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "آج تک کسی نے میری اس طرح بے عزتی نہیں کی....."

"جب بھی میری جارج سے ملاقات ہو گی۔ میں وہ چاقو اور پستول اس کے حوالے کر دوں گا۔" یہ کہہ کر ڈیوریل نے دروازہ بند کر کے چٹخنی لگالی۔

۱۵

چار مرتبہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اس کے بعد اس کا ریسیور اٹھایا گیا۔ ڈیوریل خاموشی سے سنتا رہا۔ کوئی گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ جیسے کہ کہیں سے بھاگتا ہوا آ رہا ہوں چند

لمحوں کے بعد آواز سنائی دی۔

"کون صاحب ہیں؟"

"میں سام ڈیوریل بول رہا ہوں۔"

"ہوں ...."

"تمہیں کوئی تعجب نہیں ہوا؟"

"ٹھیک ہے مجھے تعجب ہوا ہے۔"

"تم سوچ رہے ہو گے کہ میں اب تک کرنل تلانگ کی حراست میں ہوں گا۔"

"ہاں۔ میرا یہی خیال تھا۔"

"تم نے میری کچھ زیادہ مدد نہیں کی ہے۔" ڈیوریل نے کہا

"جو کچھ مجھے معلوم تھا۔ وہ میں نے تمہیں بتا دیا۔ اور میں کس طرح تمہاری مدد کرتا؟"

"تم اپنے ہونے والے خسر میرا مطلب ہے وزیر اعظم کوانگ پر اپنا اثر ورسوخ استعمال کر سکتے تھے؟"

"آخر تم چاہتے کیا ہو سام؟"

"جدید ترین راکٹوں کی پیٹی؟"

"کیا!"

"جدید ترین راکٹ۔ کہاں ہیں وہ؟"

میں نہیں سمجھ سکا۔ کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ اس وقت گرمی بہت ہے اور مجھے نیند بھی آ رہی ہے۔ کیا تم ہوٹل سے بول رہے ہو؟ اگر ایسا ہے تو میں کل وہیں پر تم سے مل لوں گا۔ اب میں سونے کے لئے جا رہا ہوں۔"

"للی کے ساتھ؟ نہیں مجھے یقین ہے کہ وہ وہاں نہیں ہے۔" ڈیوریل نے کہا۔

"دیکھو سام۔ میں ایسا مذاق ....."

"وہ ابھی ابھی میرے پاس تھی۔" ڈیوریل نے کہا۔

چند لمحے خاموشی رہی۔

"یہ راکٹوں کا کیا قصہ ہے سام؟"

"یہی سوال میں نے تم سے پہلے کیا ہے۔"

"اور میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ مجھے کچھ معلوم نہیں ..... اور ہاں للی کی بات تم کیا کہہ رہے تھے؟"

"وہ یہاں وہ پیغام لے کر آئی تھی۔ جو تم نے اسے دیا تھا۔ اسے تم سے اتنی محبت ہے کہ اس نے مجھ سے التجا کی کہ میں تمہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچاؤں اور اس کے بدلے میں وہ میرے ساتھ رات گزارنے کو بھی تیار تھی۔"

پھر کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ آخر کار ریمینڈ نے کہا۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ وہ اس قسم کی لڑکی نہیں ہے۔ میں عورتوں کو سمجھتا ہوں۔ مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

"نہیں۔ تم ان کی فطرت کو نہیں سمجھ سکتے۔ تم کافی بوڑھے ہو چکے ہو۔" ڈیوریل نے کہا۔ "تمہیں ملینڈا اور جنرل لیشن گیپ کا کیا پتہ؟"

"میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں جارج؟"

"جہنم میں جاؤ تم اور تمہارے سوالات۔"

"اپنی رہائش گاہ کی کھڑکی سے تم مجھے نہر کے کنارے دوڑتا ہوا دیکھ سکتے تھے۔"

تھوڑی دیر کے وقفہ کے بعد آواز آئی۔ "ہاں۔"

"تو کیا تم نے مجھے وہاں دوڑتے ہوئے دیکھا تھا؟"

"صرف ایک مرتبہ"

"نہیں دو مرتبہ جارج۔ تم نے دو مرتبہ مجھے دیکھا تھا۔"

"کیا مطلب ؟"

"مطلب یہ کہ مجھ پر دو مرتبہ بالفعل سے گولیاں چلائی گئی تھیں۔ جبکہ میں نہر میں تیر رہا تھا۔"

"سنو سام" ہمینڈ کی آواز میں تھوڑی سی کپکپاہٹ تھی۔ "اس لمحہ کے بعد میری تمہاری راہیں جدا جدا ہیں۔ سمجھے اب تم اکیلے کام کرو گے اور مجھ سے کسی قسم کی توقع نہیں رکھو گے۔ مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

"بہتر ہوگا تم اپنا نشانہ ٹھیک کر لو۔" ڈیوریل نے کہا۔

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

۱۶

ی سیکشن کے ہیڈ کوارٹرز واقع اینا پولس سٹریٹ واشنگٹن کی فائلوں میں جارج ہمینڈ کے بہت سے جاسوسی کارنامے درج تھے۔ یہ شخص اپنے زمانے کا مانا ہوا جاسوس تھا۔ اس نے ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے تھے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی تھی۔ روس اور چین کے سراغرسانی کے محکمے اس سے نالاں تھے۔ وہ اسے صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ لیکن اب اس شخص کا دماغی توازن درست نہیں تھا۔ اس کی دوبارہ جاسوسی دنیا میں واپسی اور توجہ سے کام کرنے کی خواہش کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ شخص جاسوسی کے تمام طریقوں سے واقف تھا۔ اور اپنی راہ میں حائل کسی بھی

رکاوٹ کو آسانی سے دور کر سکتا تھا۔ مزید برآں وہ مکار، چالباز بھی تھا۔ اس لئے وہ ڈیوریل کے لئے کافی خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ اگر وہ ہمینڈ کے راستہ میں رکاوٹ بنا تو ہمینڈ اسے آسانی کے ساتھ صفحہ ہستی سے محروم کر سکتا تھا۔ ڈیوریل نے نہایت احتیاط سے کمرے کی تلاشی لی۔ اور اب اس کو تسلی ہوگئی کہ وہاں کوئی ٹائم بم چھپا ہوا نہیں تو اس نے اپنے سوٹ کیس کو کھولا۔ جس میں کئی خفیہ خانے تھے۔ اس نے ایک خانے میں سے ۳۲ بور کا پستول ایک چاقو ایک چھوٹا سا دستی بم اور قفل کھولنے کے آلات نکالے۔ ابھی تک اس کے چہرے کی خراشوں اور جسم کی چوٹوں سے درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

وہ سوٹ کیس کی باقی چیزیں اس میں واپس رکھ رہا تھا۔ کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا وہ اندھیرے میں ساکت و صامت کھڑا رہا۔ اسے اندیشہ تھا کہ آنے والا ہمینڈ تھا۔ اور اگر دستک دینے والا ہمینڈ تھا۔ تو ڈیوریل کی زندگی کو شدید خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔

دستک کی آواز پھر سنائی دی۔

"سام ؟"

اپنے دائیں ہاتھ میں پستول تھامے ہوئے وہ دروازے کی طرف گیا۔ بائیں ہاتھ سے دروازہ کھولا۔ اور خود کواڑ کی آڑ میں ہوگیا۔ پالا میر نے کمرے میں قدم رکھا۔ ڈیوریل نے اس کے گھستے ہی پھرتی سے دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ برآمدے کے دروازوں کی طرف گیا اور ان کو بھی بند کر دیا۔ چھت کے پنکھے کھول دیئے۔ اس نے دیکھا کہ پالا میر سیاہ جین جمپر اور پتلون میں ملبوس تھی۔ اس کی بائیں چھاتی پر ایک چھوٹی سی پن چمک رہی تھی۔ اس نے اپنے سیاہ بال پیچھے گردن پر گچھے کی شکل میں باندھے ہوئے تھے۔

"سام۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ تم یہاں مجھے مل گئے۔"

"اور میں پوچھتا ہوں کہ یہ کیا حرکت تھی؟"

"کونسی حرکت؟"

"یہی کہ تم کشتی میں مجھے سوتا ہوا چھوڑ کر چلی گئیں، آخر کیوں؟"

"میں کیا کرتی۔ مجبور تھی۔ میں نے ایک شور سا سنا تھا۔ اس لئے میں عرشے پر گئی۔ کچھ فوجی اسی سمت آ رہے تھے۔ جہاں ہماری کشتی بندھی ہوئی تھی۔ اس وقت تقریباً صبح ہو چکی تھی۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر وہ ڈیوریل کے چہرے کو تکتے ہوئے بولی۔ "خیر تو ہے۔ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے اپنی؟"

"چند معمولی خراشیں ہیں اور بس۔"

"کیا کرنل تلانگ نے تمہارے ساتھ یہ برتاؤ کیا ہے؟"

"ہاں۔ یہ اس کی مہربانی ہے دراصل اس کا سلوک میرے ساتھ دوستانہ تھا۔ لیکن تم نے مجھے یہ نہیں بتایا۔ کہ تم کشتی سے میری بندوق لے کر اور مجھے چھوڑ کر کیوں اور کہاں چلی گئیں تھیں؟"

وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔ "تم بہت شکی مزاج معلوم ہوتے ہو۔ کبھی میں فوجی سپاہیوں کی طرف فکر مند تھی۔ لیکن چھوڑو اس ذکر کو۔ تمہارے ساتھ گزارے ہوئے اس رات کے چند گھنٹے کتنے خوشگوار تھے۔"

"میں پوچھتا ہوں کہ تم مجھے کیوں چھوڑ کر چلی گئی تھیں؟"

"فوجی سپاہیوں کو دیکھ کر میں ایک پرانے ڈبے میں چھپ گئی تھی۔ میرے اور تمہاری کشتی کے درمیان فوجی حائل تھے۔ اس لئے میں تمہارے پاس واپس نہیں جا سکتی تھی۔ اور دن بھی نکل آیا تھا۔ اس لئے مجھے مجبوراً وہاں سے کھسکنا پڑا۔"

"اور وہ بندوق کہاں ہے؟"

"میں اسے دادا امان کے گھر چھوڑ آئی ہوں۔ میرا مطلب راجہ صاحب کے محل میں۔"

وہ تلخی سے مسکراتے ہوئے بولی۔ "میں وہاں پناہ لینے کے لئے گئی تھی۔ اور تمام دن وہیں رہی۔ راجہ صاحب تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"راجہ صاحب مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔"

"اس لئے کہ وہ تمہاری طرف سے فکر مند ہیں۔"

"انہیں کیا پتہ کہ میں کون ہوں کیا ہوں!"

"جو کچھ مجھے تمہاری بابت معلوم تھا۔ وہ میں نے انہیں بتا دیا ہے فکر کی کوئی بات نہیں سام۔ وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ تم ان سے ملو گے تو تمہیں خوشی ہو گی۔ اور میرا خیال ہے کہ شاید کہ وہ تمہاری کچھ مدد بھی کر سکیں۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ کیا واقعی تم مجھ سے بہت ناراض ہو؟"

"نہیں۔"

"جھوٹ۔ تم مجھ سے ضرور ناراض ہو۔ تمہارا چہرہ بتا رہا ہے۔ کیا تمہیں ان بری باتوں کا یقین ہے۔ جو لوگوں نے میری بابت پھیلا رکھی ہیں!"

"نہیں۔"

"میں جانتی ہوں۔ کہ تمہیں ان پر یقین ہے۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا زبان خلق نقارہ خدا ہوتی ہے۔ بہرحال ایک بات کان کھول کر سن لو۔ وہ یہ کہ یہاں سنگاپور میں میں ہی تمہاری واحد دوست اور ہمدرد ہوں۔

"یہ تو وقت ہی بتائے گا۔ کہ دوست کون ہے اور دشمن کون؟" ڈیوریل نے کہا۔

جب وہ کوان ڈیوپ ہوٹل سے رخصت ہوئے تو آدھی رات گزر چکی تھی۔ ایک لینڈ روور سڑک پر منتظر کھڑی تھی۔ دونوں اس میں جا بیٹھے یہ ایک سفاری شکاریوں کی افریقی لیش ویگن کی طرح کی گاڑی تھی۔ اس کے اندر دو رائفلیں لٹکی ہوئی تھیں۔ پانی کے

کینٹین، اور پٹرول کے ڈبے رکھے ہوئے تھے۔ ڈرائیور کی سیٹ کے سامنے ۴۵ کولٹ پستول رکھا ہوا تھا۔

"میں ڈرائیو کروں گا۔" ڈیوریل نے کہا۔

ہوٹل کے عقبی حصے میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ لیکن ڈیوریل کو یقین تھا کہ کوئی ان کو رخصت ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ہوٹل کے آس پاس کوئی فوجی سپاہی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اور شہر بھی قدرے پرسکون تھا۔ یہ سکوت اور سکون کسی طوفان کا پیش خیمہ معلوم ہوتا تھا۔ سڑکیں اور گلیاں ویران نظر آ رہی تھیں۔ پالا میرا اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اور وقتاً فوقتاً ڈیوریل کو دائیں یا بائیں مڑنے کی ہدایات دیتی رہی۔

دریا کے شمالی کنارے پر چنگ سو کا علاقہ واقع تھا۔ جب وہ فولادی پل سے گزرے تو انہیں پہلی ملٹری چیک پوسٹ ملی۔ پالا میرا نے کارپورل کو پاس دکھایا۔ سپاہی نے گھور کر ڈیوریل کو دیکھا پھر ہاتھ کے اشارے سے انہیں جانے کی اجازت دے دی۔

پسنگڑا کے شمال میں چینیوں کی پرانی بستی دریا کے دوسری جانب والی جدید طرز کی بستیوں سے قطعی مختلف تھی۔ اس کی گلیاں پر پیچ اور تنگ تھیں۔ مکانات ایک دوسرے سے ملے ہوئے کئی منزلہ تھے۔ گلیاں اتنی تنگ تھیں، کہ ان میں سے ایک سائیکل یا ایک رکشہ بمشکل گزر سکتا تھا۔ یہاں پر بھی فسادات کے آثار واضح تھے۔

"اگر تمہیں مجھ پر اعتماد ہے تو تم اس گلی میں سے ہو کر واٹر فرنٹ کی طرف جاؤ۔" پالا میرا نے ایک گلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے تم پر اعتماد کرنا ہی پڑے گا۔" ڈیوریل نے کہا۔

"میرا خیال تھا کہ تم اور میں ..... کل رات کے بعد .....۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر ہنسنے لگی۔ "خیر چھوڑیے میں دو شوہر کر چکی ہوں۔ اور مجھے کسی سکول کی لڑکی کی طرح باتیں نہیں کرنی

چاہئیں۔"

"کیا تم کسی سکول کی لڑکی کی طرح محسوس کرتی ہو؟" ڈیوریل نے پوچھا۔

وہ ہچکچائی۔ "ہاں۔ کم از کم تمہاری صحبت میں مجھے ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔"

"راجہ صاحب مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

"یہ وہ خود تمہیں بتا دیں گے۔ تم ان کی ظاہری حالت پر مت جانا۔ وہ ماضی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ گزری ہوئی شان و شوکت کی یادیں ہر وقت ان کے ساتھ رہتی ہیں۔ اسی لئے پال نے ان کو پاگل قرار دے رکھا ہے۔" پالا میرا کے لہجے میں تلخی آ گئی۔ "لیکن یہ بات نہیں ہے۔ سام ایک پیارے بوڑھے آدمی ہیں۔ جو موجودہ زمانے کا ساتھ دینے کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ جمہوریت کو سمجھتے اور اس کی مدد کرنے کو بھی تیار ہیں۔ وہ یہاں کی قانونی حکومت کے پوری طرح وفادار ہیں..... اور اس کی طرف سے فکرمند بھی۔"

"کیا وہ خفیہ طور پر دوبارہ راجہ بننے کے خواب تو نہیں دیکھ رہے؟"

"اس کا اندازہ تم ان سے خود ہی مل کر لگا لینا۔"

"میرے بھی ایک دادا ہیں۔ جو لوئیزیانا میں رہتے ہیں۔" ڈیوریل نے کہا۔ "انہوں نے ہی مجھے پالا ہے۔"

"اور تم ان سے محبت کرتے ہو۔"

"بے شک۔ جو کچھ آج میں ہوں ان کا ہی بنایا ہوا ہوں۔"

"مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی۔" پالا میرا نے کہا۔ "کم از کم اس طرح تمہیں دادا جان کی فطرت کو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔"

ڈیوریل کار سے اتر کر گلی میں داخل ہوا پھر گلی کے آخر میں واٹر فرنٹ کے پاس جا پہنچا جہاں پالا میرا اس کی منتظر تھی۔ بندر میں ایک قلعہ نما عمارت کے پیچھے ایک جنگی جہاز کھڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔

بندرگاہ میں آئیڈیل ہیٹکم لنگر انداز تھا۔ سمندر میں چاند طلوع ہو رہا تھا۔

"وہ دیکھو۔" پالامیر نے کہا۔ "وہ راجہ صاحب کا محل ہے دراصل یہ ایک قلعہ ہے جو مال خانے کے طور پر بھی استعمال ہوتا تھا۔ اس کو انتھونی میری ڈیل، پہلے راجہ صاحب نے اس سرزمین پر قدم رکھنے کے فوراً بعد تعمیر کروایا تھا۔"

ڈلیوریل نے قلعہ کی طرف دیکھا۔ جو سیاہ پتھروں کا بنا ہوا تھا۔ ڈلیوریل نے لینڈ روور قلعہ کے احاطہ میں لے جا کر کھڑی کر دی اس نے کولٹ ۴۵ پستول اٹھا لیا۔ "اب ہم یہاں سے پیدل چلیں گے۔" اس نے کہا: "میرا خیال ہے کہ ایسا کرنا زیادہ محفوظ ہو گا۔"

۱۷

سائے میں چلتے ہوئے ڈلیوریل نے انجن کی آواز سنی، پھر ایک فورمین کی آواز آئی۔ جو کنٹین کی چینی زبان میں مزدوروں کو احکامات دے رہا تھا۔ جنگی جہاز جس کا وزن تین ہزار ٹن سے زیادہ نہ ہو گا۔ قلعہ نما عمارت کے پیچھے پتھر کے چبوترے کے ساتھ لگا ہوا کھڑا تھا۔ اور اس میں کریٹ لادے جا رہے تھے۔ وہاں ڈلیوریل کو فورمین کے علاوہ کوئی اور نظر نہ آیا۔ ڈلیوریل نے دیکھا کہ فورمین سامان لدوانے میں اس قدر محتاط تھا۔ کہ کسی کریٹ کو ذرا سی ٹھیس لگنے کا روادار نہ تھا۔

"کیا یہاں عموماً ایسا ہی ہوتا ہے؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

پالامیر نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا: "پال امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتا ہے۔ کیا تم اس لئے ڈر رہے ہو کہ سامان سرخ چین سے آتا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ کہہ دینا کافی ہے

کہ لینگٹرا اور پیکنگ کے درمیان تجارت پر کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"تمہارا بھائی کونسا مال درآمد کرتا ہے؟"

"یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ شاید وہ گیجٹ، عام استعمال کی چیزیں، ریڈیو، واشنگ مشین اور اسی قسم کی اشیاء درآمد کرتا ہے۔"

لینڈ روور اور محل کے درمیان پتھر کا چبوترہ حائل تھا۔ سمندر کے ساتھ ساتھ اونچی اونچی جھاڑیاں تھیں۔ چبوترے کے ایک سرے پر شیڈ بنے ہوئے تھے۔ چبوترے کے اوپر ایک مجسمہ نصب تھا۔

"کیا یہ مجسمہ انتھونی میری ڈیل کا ہے؟" اس نے سرگوشیوں میں پالامیر سے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"کیا یہاں کوئی پہرہ دار بھی ہے؟"

"کسی زمانے میں وہاں بیرکوں پر شاہی پہریدار پہرہ دیا کرتے تھے۔ لیکن اب وہ بیرکیں مال خانے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں؟"

اسے قلعہ نما عمارت کے ساتھ ساتھ ایک پتھر کی عمارت نظر آئی جو چینی جہاز سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر واقع تھی۔ ڈلیوریل سوچ رہا تھا۔ کہ ہیمنڈ اس وقت کیا کر رہا ہو گا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" اس نے کہا۔

"آخر چوروں کی طرح چلنے کی کیا ضرورت ہے۔ راجہ صاحب کو ہمارے آنے کی توقع ہے۔ انہوں نے ہی تمہیں بلایا ہے۔"

ڈلیوریل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ جلدی سے شیڈوں کے پاس سے گزر گیا۔ پرانی بیرکیں اس کے دائیں طرف تھیں۔

"گیٹ دوسری طرف ہے۔" پالامیر نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ لیکن میں پہلے مال خانے کو دیکھنا چاہتا ہوں"

مال خانے کے دروازے پر پہنچ کر وہ رک گیا۔ کواڑ بند تھے۔ لیکن ان کے قفل ڈھیلے تھے اس نے کواڑوں کو آگے پیچھے ہلایا پھر کندھے سے دھکا دیا۔ کواڑوں کے درمیان اتنی جگہ پیدا ہو گئی جس میں سے وہ سکڑ کر اندر داخل ہو سکتا تھا۔ وہ اندر چلا گیا۔ اس کے پیچھے پالامیر بھی مال خانے میں داخل ہو گئی اب وہ دونوں اندھیرے میں کھڑے تھے۔

"میرے پیچھے کھڑی رہو۔" اس نے پالامیر سے کہا۔

"لیکن بات کیا ہے؟"

"مجھے خود بھی ابھی تک کچھ معلوم نہیں۔"

کواڑوں کے درمیان خالی جگہ پیدا ہو جانے اور ان کے آسانی سے اندر داخل ہونے کا مطلب یہ تھا۔ کہ ان سے پہلے کوئی اور بھی مال خانے میں داخل ہوا تھا۔ اور اسی نے کواڑوں کے قبضے ڈھیلے کئے تھے ڈیوریل نے پنسل فلیش نکال لی۔ اور بڑی احتیاط سے دروازے اور فرش کا جائزہ لیا۔ اور دیکھنے لگا۔ کہ کسی الارم کے تار تو وہاں نہیں پڑے تھے لیکن اسے غیر معمولی بات نظر نہ آئی البتہ ایک قفل ٹوٹا ہوا پڑا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" پالامیر نے پوچھا۔

"ہم قدرے تاخیر سے پہنچے ہیں"

اندر سے مال خانے کی عمارت ایک پہاڑی غار کی طرح تھی۔ وہ خاموش کھڑا ہوا کافی دیر تک کچھ سننے کی کوشش کرتا رہا۔ جنگی جہاز کے انجن کی آواز، سامان اتارنے چڑھانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ انجن کی آواز کافی بلند تھی۔ فرش پر رکھے ہوئے کریٹوں پر کپڑا اور امریکہ کے لیبل لگے ہوئے تھے۔ ایک ریفریجریٹر، کچھ ایئر کنڈیشنر، چند ٹرانسسٹر ریڈیو، ایک نئی امریکن کار، ایک اسٹیشن ویگن اور اسی قسم کی دوسری چیزیں مال خانے میں رکھی ہوئی تھیں ڈیوریل

کو ایسا محسوس ہوا۔ جیسے کہ اسے کسی جال میں پھانسنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ کچھ صندوقوں کے ڈھکنے توڑ کر کھولے گئے تھے۔ ان میں رکھا ہوا سامان صاف نظر آ رہا تھا۔ اسی طرح ٹرانسسٹر ریڈیو کے صندوق بھی کھلے پڑے تھے۔

"تم یہاں ٹھہرو پالامیر۔"

پالامیر کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی جس سے ڈیوریل نے اندازہ لگایا کہ جو کچھ اس نے دیکھا تھا۔ پالامیر نے بھی دیکھ لیا تھا۔

"یہ کون ہے؟"

ڈیوریل نے کریٹوں کے درمیان خالی جگہ پر اپنی پنسل فلیش کی روشنی ڈالی۔ اسے چیانگ کے سفید بال، براؤن چہرہ، حیرت سے کھلا ہوا منہ اور پتھریلی آنکھیں نظر آئیں۔ اس کی گردن نہایت صفائی سے توڑ دی گئی تھی۔ ڈیوریل نے پالامیر کو اپنے پیچھے ہلکا سا دھکا دیا۔ اور کافی دیر تک کچھ سننے کی کوشش کرتا رہا۔ اس نے لاش کو چھونے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے اس کی بابت زیادہ سوچنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس نے مال خانہ میں گرد اور تیل کی بو کے علاوہ کچھ اور سونگھنے کی کوشش کی اس کی پشت اور شانوں پر پسینہ بہہ رہا تھا۔

"آہ .... سام ...."

"کسی نے بوڑھے آدمی کو قتل کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قاتل یہیں کہیں چھپا ہو"

"لیکن اس بیچارے نے اس کا کیا بگاڑا تھا۔ آخر اس نے اس بے گناہ کو کیوں مارا؟"

ڈیوریل نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پھرتی سے کریٹوں کے آخری سرے تک گیا اور پھر چکر کاٹ کر کریٹوں کی دوسری طرف سے ہوتا ہوا اس جگہ آیا جہاں اتنی روشنی تھی۔ کہ پنسل فلیش کی مدد کے بغیر بھی دیکھ سکتا تھا۔ یہ روشنی چینی جہاز کی فلڈ لائٹوں سے آ رہی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کہ اس نے کوئی آواز سنی ہو۔ وہ اپنی جگہ جم کر رہ گیا۔ اور کچھ سننے لگا

پھر اسے دہی آواز سنائی دی۔ اسے اندھیرے میں دو سرخ آنکھیں چمکتی ہوئی دکھائی دیں۔ کوئی چیز پھدک کر اس کے پاس سے گذر گئی۔ ارے یہ تو چوہا تھا۔ وہ چند قدم چلا اور لکڑی کے ایک کھلے ہوئے کریٹ کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کریٹ پر دوسرے کریٹوں کی طرح آٹو انجن پارٹس کا لیبل لگا ہوا تھا۔ بظاہر ایسے کوئی آثار نہیں تھے۔ کہ یہ معلوم ہوتا۔ کہ اسے چوری کی نیت سے کیوں چنا گیا تھا۔ ڈیورل نے اس کریٹ کے آس پاس فرش کا جائزہ لیا۔ ایسا کرتے ہوئے اس نے اپنی پنسل فلیش کو استعمال کیا۔ وہاں کوئی خطرناک چیز موجود نہ تھی۔ پالا میر اس کے پیچھے کھڑی تھی۔ اس کریٹ کے اندر ایک ڈبے کو کھولا گیا تھا۔ جس پر مندرجہ ذیل حروف لکھے ہوئے تھے۔

یو ایس نیوی (امریکی بحریہ)

ایم کے ۷ میزائل ۴۳۷۷

احتیاط سے

ڈیلی کیٹ انسٹرومنٹس نازک آلات

ڈیورل نے قدرے بلند آواز میں کہا۔ "ایم کے ۷ میزائل۔ طیاروں کے لئے جدید ترین راکٹ۔ اچھا تو یہی ہیں۔" وہ راکٹ جو سائیگون سے چوری ہوئے تھے۔"

پالا میر اس کی بات کو نہ سمجھ سکی۔ "کیا کہا؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں،" ڈیورل نے کہا۔ "کسی چیز کو ہاتھ مت لگانا۔"

ڈیورل کو کریٹ کے کونے میں تاروں کے درمیان پھنسا ہوا ایک کاغذ کا ٹکڑا نظر آیا۔ اس نے نہایت احتیاط سے وہ کاغذ نکالا۔

"سام۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ کہ تم کون ہو اور تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ مال کے مال خانے میں کچھ گڑبڑ ہے۔ اور یہ کہ چیانگ جی کو کیوں قتل کیا گیا ہے کیا اس نے

چوری کی تھی؟"

"نہیں۔"

"کیا وہ کوئی اور شخص تھا جس نے یہ کریٹ کھولا تھا۔"

"ہاں۔"

وہ کاغذ کی بابت سوچ رہا تھا۔ جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ اور جس پر لکھا تھا۔

"تم قدرے لیٹ پہنچے ہو سام۔ بہر حال مجھے چیانگ کے دردناک انجام پر افسوس ہے۔"

۱۸

پتھر کے بنے ہوئے پرانے محل کا گیٹ تاریک پارک کے دوسری جانب واقع تھا۔ جہاں سب سے پہلے راجہ کا مجسمہ نصب تھا۔ گیٹ کے کواڑ ٹھوس لکڑی کے بنے ہوئے تھے۔ وہاں ایک زنجیر عدل لٹکی ہوئی تھی۔ جو رسیوں کے ذریعہ محل کے اندر بہت سی گھنٹیوں سے منسلک تھی۔ چوبی دروازے کے پیچھے فولادی دروازے تھے۔

"کیا ہم زنجیر کو کھینچے بغیر اندر نہیں جا سکتے؟" ڈیورل نے پوچھا۔

پالا میر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "ہاں۔ کیوں نہیں۔ آؤ۔"

اس نے دروازے پر لگے ہوئے بٹن کو انگوٹھے سے دباتے ہوئے کہا۔ "سام میں تمہاری بابت کچھ زیادہ نہیں جانتی۔ لیکن پھر بھی میں محسوس کرتی ہوں۔ کہ تم میرے لئے دوست ثابت ہو گے۔ کل رات تم نے میری جان بچائی تھی۔ اس کا احسان میں کسی طرح بھی

نہیں چکا سکتی۔ پھر بھی میں تم سے کچھ طلب کرتی ہوں۔ وعدہ کرو کہ تم میرے دادا کو پریشان نہیں کرو گے؟

"تم نے کہا تھا۔ کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔ لیکن براہ مہربانی ان کو پریشان نہ کرنا۔ اور انہیں چیانگ جی کی بات بھی کچھ نہ بتانا۔ دونوں بوڑھے آدمی ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اور ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے..."

پھاٹک کے دونوں دروازے کھلے۔ ایک ادھیڑ عمر کی ہندوستانی خاتون سیاہ ساری میں ملبوس سامنے کھڑی تھی۔ وہ کھلے منہ کے ساتھ حیرت سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"آنندرا۔ یہ میں ہوں" پالا میر نے کہا۔

"ہاں۔ تم نے کہا تھا کہ تم آؤ گی" ہندوستانی خاتون نے انگریزی میں کہا: کیا یہی وہ آدمی ہے؟"

پالا میر نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور ڈیوڈیل کی طرف مڑی۔ "آنندرا میرے دادا کی راکھی ہیں۔ ان کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں رہتا۔"

"تمہارا بھائی کہاں رہتا ہے؟"

"وہ شہر میں اپنے نئے مکان میں رہتا ہے۔ وہ بہت کم یہاں آتا ہے لیکن جب کبھی آتا ہے۔ دادا جان کو پریشان کرتا ہے۔"

وہ ہندوستانی خاتون کے پیچھے عمارت کی غلام گردشوں میں چلتے رہے۔

پالا میر نے کہا۔ "سام۔ میرا خیال ہے کہ تم مجھے بُری عورت سمجھتے ہو۔ اخبارات نے مجھے بدنام کیا ہے۔ لوگ بھی مجھے بُرا سمجھتے ہیں برائی کا مجسمہ اور میرے بھائی پال کو نیکی کا پتلا قرار دیتے ہیں۔ جب سب لوگ ایسا کہتے ہیں تو شاید ایسا ہی ہو۔ لیکن پھر بھی......"

"اب میں تمہیں زیادہ بہتر طور پر سمجھتا ہوں" ڈیوڈیل نے کہا۔

"نہیں۔ تم مجھے نہیں سمجھے۔ نہ ہی تم میرے پیارے دادا سے ملے ہو۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ کہ دادا جان قدرے عجیب واقع ہوئے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے کہ تمہارے اپنے دادا جان بھی گزرے ہوئے زمانے میں بس رہے ہیں۔"

"انہوں نے جدید دور کے پھیلے ہوئے صدموں سے خود کو بچانے کے لئے اپنے واسطے گھڑی کی سوئیوں کو روک دیا ہے۔"

"اور تم انہیں سمجھتے ہو؟ ان سے محبت کرتے ہو؟"

"ہاں میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ اور میں انہیں دنیا کا سب سے عمدہ انسان سمجھتا ہوں۔" پالا میر اپنا ہونٹ چبانے لگی۔ "یہی حال راجہ صاحب کا ہے۔ لیکن وہ پاگل نہیں ہیں۔ جیسا کہ پال کہتا ہے۔" اس کی آواز میں غصہ کی آمیزش تھی۔ "مجھے اپنے بھائی پر سخت غصہ آتا ہے۔ وہ دادا جان پر الزام دھرتا ہے۔ کہ وہ ماضی میں بس رہے ہیں اور اپنا کھویا ہوا اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے دادا جان نئی جمہوری حکومت کے وفادار ہیں۔ تم یقین کرو کہ واقعی ایسا ہے۔ البتہ وہ ماضی کی یادوں کو نہیں بھلا سکتے انہیں اپنا شاندار ماضی اور اقتدار یاد آتا ہے۔ اور یہ ایک فطری بات ہے۔ اور ہاں وہ اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ گزرا ہوا زمانہ ابھی باقی ہے۔ وہ زمانہ حال کی تلخیوں سے خود کو بچانے کے لئے ماضی میں زندہ رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں کیا یہ ایسی ہی خطرناک بات ہے!"

"اگر اس سے انہیں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ ایک لحاظ سے یہ ان کے لئے بہتر بھی ہے۔"

پالا میر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو آؤ سام اور میرے دادا جان لینگڈا کے آخری راجہ صاحب سے ملو۔"

اس نے دوہرے ٹیک کے دروازے کو دھکا دے کر کھول دیا۔

ڈیوریل نے ایک کشادہ کمرے میں قدم رکھا۔ جس کے فرش پر پرانا قالین بچھا ہوا تھا دیواروں
پر تلواریں، ڈھال، ہرن، شیر اور چیتوں کے سر آویزاں تھے۔ سامنے ایک چھوٹے سے چبوترے
پر ایک مرصع کرسی پر شاہی لباس میں ملبوس تاج پہنے ہوئے ایک بوڑھا آدمی بیٹھا تھا۔ اس
کے تاج میں لگا ہوا ہیرا چمک رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں عصائے شاہی تھا۔ اس کے سر پر ایک
چھتری کا سایہ تھا۔

بوڑھے راجہ نے اکسفورڈ کی انگریزی میں کہا۔ "اے امریکن۔ ہم تمہارے ممنون ہیں۔ کہ
تم نے ہماری پوتی کی جان بچائی۔ ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں کیا تمہیں معلوم نہیں نوجوان کہ
کسی زمانے میں ہمارے باپ دادا کے عدل و انصاف کی پشنگڈا میں دھوم تھی۔ اور عوام ان کی
جان و مال کی دعائیں دیتے تھے۔ اور ان کی فتح و نصرت کے لئے جہاں تمام بدھ کے حضور سر بسجود
ہوتے تھے۔ اور شاہی دربار میں ان کی تعظیم کے لئے سر جھکاتے تھے۔"

"دادا جان۔۔۔" پالا میر بڑبڑائی۔

"بچی۔ اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔ "آج کل ہم اس تعظیم کا مطالبہ تو نہیں کر سکتے" بوڑھا
راجہ ڈیوریل کو دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ "ہمیں امید ہے کہ تم ان غیر ملکیوں میں سے نہیں ہو جو
یہاں تجارت کے لئے آئے اور اس سرزمین پر قبضہ کر لیا۔ ہمارے والد کے زمانے میں یورپ
اور امریکہ سے کرائے کے سپاہی آتے تھے جو راجہ کی عظمت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے تھے۔
ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم بھی انہیں میں سے ایک ہو۔"

"دادا جان۔۔۔" پالا میر نے پھر اسے تنبیہ کرنے کی کوشش کی۔

ہندوستانی خاتون نے نرمی سے کہا۔ "بیٹی راجہ صاحب کو باتیں کرنے دو۔"

"اس طرح ہمیں ایک طرح کی طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ راجہ نے کہا۔ "ہاں تو ہم کیا کہہ

رہے تھے۔ یاد آیا۔ ہم کہہ رہے تھے۔ کہ تم بہت بہادر اور دلیر نوجوان نظر آتے ہو۔"

"یہ حضور کی ذرہ نوازی ہے۔"

راجہ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں پہنی ہوئی ہیرے کی انگوٹھیوں کی نمائش کرتے ہوئے
کہا۔ "ہمیں قیافہ شناسی میں ملکہ حاصل ہے ہم پہچان سکتے ہیں۔ کہ کون کتنے پانی میں ہے۔ صورت
شکل اور اطوار سے تم ایک بہادر اور جرأت مند جوان نظر آتے ہو۔ تم کسی بھی راجہ کے لئے اس کا
دایاں بازو ثابت ہو سکتے ہو۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جو تخت و تاج کی حفاظت کے لئے اپنی جان
کی پرواہ نہیں کرتے۔ جو غداروں کو موت کے گھاٹ اتارنے میں ذرا سا بھی تامل نہیں کرتے۔"

"حضور۔ میں تو بیسویں صدی کا ایک عام سا آدمی ہوں۔"

"لیکن تم راجہ کے آدمی بھی ہو۔ ہاں ہم سب سمجھتے ہیں۔ ہمیں سب معلوم ہے۔" بوڑھے راجہ
نے فتح مندانہ انداز میں کہا۔ "تم اپنے اصلی پیشے سے انکار نہیں کر سکتے۔ تم یقیناً ایک پیشہ ور سپاہی ہو۔"

پالا میر نے نرمی سے کہا۔ "دادا جان۔ مسٹر ڈیوریل نے میری مدد کی ہے۔ اور بدلے میں انہیں
ہماری مدد کی ضرورت ہے۔ وہ پہاڑی علاقے میں جانے کے لئے آپ کی اجازت چاہتے ہیں"
پھر وہ ڈیوریل کی طرف مڑی اور بولی۔ "کیوں؟ یہ ناہی بات؟"

"ہاں۔ اگر۔۔۔۔"

"اور سول اور ملٹری حکام کی بابت تم نے کیا سوچا ہے؟" بوڑھے راجہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا
"خیر کوئی بات نہیں۔ اب بھی ہماری یہاں پر عزت و تعظیم کی جاتی ہے۔ اور ہم تمکو سمجھتے ہیں
ہم کو تم سے خوف آتا ہے۔ لیکن پھر بھی ہم تمہیں پسند کرتے ہیں۔"

راجہ اپنے تخت سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور تمہاری مدد کے لئے
تیار ہیں۔ ہم تمہارے شکرگزار ہیں کہ تم ہم سے مشورہ طلب کرنے کے لئے آئے۔ آج کل تو لوگ
ہم سے مشورہ کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے۔ کوئی زمانہ تھا۔ کہ ہمارے حکم اور مشورہ کے بغیر

پتہ بھی نہیں مل سکتا تھا۔ جہاں تک موجودہ حالات کا تعلق ہے ہمیں علم ہے کہ یہ ملک خطرے میں ہے اور اگرچہ ہم سے ہمارے تمام خطابات اور اعزازات چھین لیے گئے ہیں۔ پھر بھی ہم کو اس ملک کا مفاد اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا ارادہ اس ملک کے داخلی معاملات میں مداخلت کرنے کا بالکل نہیں ہے۔"

"شاید تم صحیح کہتے ہو۔ یہ تو وقت ہی بتلائے گا۔ کہ تمہاری اصلی نیت کیا ہے۔" "ایک زمانہ وہ بھی تھا۔ کہ جب ہماری لاڈلی پوتی پالا میر جو چاہتی تھی اسے مل جاتا تھا لیکن اب۔۔۔" یہ کہہ کر راجہ نے سرد آہ بھری۔

"دادا جان اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہم جانتے ہیں۔ ہم سب سمجھتے ہیں۔ خیر۔ خیر۔ تو گویا کہ اب تم ہم سے مشورہ کرنے کے لیے آئے ہو۔" راجہ نے ڈیوریل کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "ہم تمہیں مشورہ دیں گے۔ اجازت بھی دیں گے۔ ضرور دیں گے۔ لیکن ملک کے حالات خراب ہیں۔ کمیونسٹوں کے ایجنٹوں اور گوریلوں کی تخریبی سرگرمیوں نے ان پہاڑیوں کی پرامن فضا کو مخدوش بنا دیا ہے۔ وہاں تمہارا جانا جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ تمہیں کوئی گزند پہنچے۔ کیونکہ تم نے ہماری پیاری پالا کی جان بچائی ہے۔"

"آپ میری فکر نہ کیجیے۔ میں اپنی حفاظت کرنا اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔" راجہ نے کہا۔ "ہاں تو اس ملک پر غیر ملکیوں کی یلغار جاری رہی ہے۔ سب سے پہلے پرتگیز آئے۔ ان کا ایڈمرل لوپیز ڈی سکورا پرتگال کے بادشاہ کا خط عظیم سلطان محمود کے نام لایا تھا۔ کیا تمہیں ہماری تاریخ کا علم ہے؟ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے اپنی آزادی کے لیے کیا کیا صعوبتیں اٹھائی ہیں؟ کیا تمہیں ہمارے قومی ہیرو تن پراک بادشاہ گدا اور ہانگ توا ملائی امیر البحر کی بابت کچھ معلوم ہے؟ ایک مرتبہ جزائر غرب الہند سفیر فرانسس

ذیویر پینگو آیا تھا۔ اور پھر ہم بار بار ولندیزی، پرتگیزی، برطانوی تاجروں کے استحصال کا شکار ہوتے رہے۔ انگریزوں ایسٹ انڈیا کمپنی اور ولندیزیوں کی یونائیٹڈ کمپنی کی مدتوں لوٹ کھسوٹ جاری رہی۔ ہمارا ملک خانہ جنگیوں کا شکار بھی ہوتا رہا۔ ہمارے سردار آپس میں برسر پیکار رہے کانوں کے چینی مالکوں، برطانیہ کے ربڑ کے تاجروں نے ہمیں جی بھر کر لوٹا۔"

"دادا جان۔۔۔۔" پالا میر نے پھر کہا۔

"ہمیں اجازت دو بیٹی کہ ہم حالات کو ان کے اصلی پس منظر میں دیکھ سکیں۔ ربڑ کے جنگلات میں یہاں ہندوستانی مزدور، ٹین کی کانوں میں چینی مزدور، دیہاتی گاؤں میں ملائی کسان محنت و مشقت کرتے رہے۔ ہمارے ملک نے سب کا کھلے بازوؤں سے استقبال کیا۔ گلے لگایا۔ اس کا ملایا کو فخر ہے دوسری عالمی جنگ کے بعد ہم نے کمیونسٹ ایجنٹوں سے جنگ لڑی۔ ہم نے پناہ گزینوں کو نئی آبادیوں میں بسایا اور پھر ہم نے گوریلوں کو ان کی کمین گاہوں میں جا کر مارا۔" یہ کہتے ہوئے راجہ کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ "اب ہم مشکل میں پھنس گئے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو ہمیں امن و سکون سے رہنے نہیں دینا چاہتے۔ شہر و دیہات ہر جگہ خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اور ہمارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں" راجہ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ "نئی جمہوری حکومت کو اب بھی ہم پر اعتماد نہیں۔ وہ ہم کو شک کی نظروں سے دیکھتی ہے۔ خیر اس کی تو ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ لیکن جو کچھ ہمارے پاس ہے۔ حتیٰ کہ جان بھی ملک کے لیے حاضر ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنے پہاڑی قلعے پر جائیں شاید اس طرح ہم کچھ مدد دے سکیں۔۔۔۔"

پالا میر نے کہا۔ "دادا جان کا خیال ہے کہ وہاں پہلے راجہ نے سونے کے سکوں کے صندوق دفن کیے تھے۔"

"نہیں، نہیں۔ خزانوں کی رومانوی داستانوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں میری بچی۔ بس ہمارے دادا جان نے ہنگامی ضروریات کے لیے کچھ فالتو روپیہ چھپا کر رکھ دیا تھا۔ لیکن اب

کوئی ہماری باتوں کا اعتبار نہیں کرتا۔ پال کا خیال ہے کہ ہمارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ لیکن اگر تم ہماری مدد کرو ... تو ہم تمہارے ساتھ وہاں جانے کو تیار ہیں۔ اس کے بدلے میں ہم تمہیں قیمتی انعام دیں گے ....."

"اس کی کوئی ضرورت نہیں" ڈیوریل نے کہا۔

"پھر اس کے لئے ہمیں فوراً تمام بندوبست کر لینا چاہیئے۔ اس کام کے لئے یہ وقت نہایت موزوں ہے! اچھا بتاؤ شہر کے کیا حالات ہیں؟ کیا فسادات فرو ہو چکے ہیں؟ آج شام کرنل تلانگ یہاں آیا تھا۔ اور اس نے ہمیں یہاں محل میں ٹھہرنے کی ضرورت کا احساس دلانے کی کوشش کی تھی۔ وہ کہتا تھا کہ ہماری رعایا کا مزاج آج کل برہم ہو رہا ہے۔ اس لئے ہماری جان کو خطرہ ہے ...... کیا ہمارے بچے ہمیں جان سے مار دیں گے؟"

اچانک راجہ خاموش ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے کوئی خوفناک چیز دیکھ لی۔ اس کا سر جو فخر سے بلند تھا جھک گیا۔ ہونٹ لٹک گئے۔ ہاتھ پاؤں پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آنکھیں خوف اور دہشت سے پھیل گئیں۔ منہ سے تھوک بہنے لگا۔

"پال۔ میرے بچے۔"

ڈیوریل نے مڑ کر پال امیر کے حیرت والے بھائی کو دروازے میں کھڑا ہوا دیکھا۔ ہندوستانی خاتون آنندرا اپنی ساڑھی میں سکڑ کر رہ گئی۔

"دادا" پال میری ڈیلی نے کہا۔ "میں نے تم سے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ کسی سے نہ ملو۔ پھر تم نے کیوں میری حکم عدولی کی؟"

"پیارے بچے۔ آئی ایم ساری۔"

"راجہ صاحب کو ان کے حال پر چھوڑ دو" آنندرا نے آہستہ سے کہا۔

"تم خاموش رہو" پال نے غصے سے کہا۔ "بہت حکم چلا چکیں مجھ پر۔ اب میں بچہ نہیں

ہوں۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ لینگمڈا کے حالات بالکل بدل چکے ہیں؟" وہ ڈیوریل کی طرف مڑا۔ "جہاں تک تمہارا تعلق ہے تمہاری زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ سمجھ گئے؟"

پال میری ڈیلی اکیلا نہیں تھا۔ دو چینی اس کے پیچھے کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک بحری ملاحوں کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ شاید وہ جنگی جہاز سے آیا تھا۔ یہ شخص کافی بدمعاش نظر آ رہا تھا۔ دوسرا چینی کوئی پہلوان معلوم ہوتا تھا۔ جس نے اپنے کاندھے پر گرز اٹھایا ہوا تھا۔ جس کی زنجیر اس کی کلائی سے بندھی ہوئی تھی۔

پال میری ڈیلی سفید سوٹ میں ملبوس تھا۔ آدھی رات کا وقت تھا۔

"دادا ....."

بوڑھا راجہ ایک مرتبہ سر سے پیر تک کانپ اٹھا۔ "میرے پیارے بچے۔ تم اپنے دادا کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ میں ایک بوڑھا آدمی ہوں۔ اور ریاست سے میرا تعلق نہیں۔ تمہیں معلوم ہی ہے کہ مجھے اقتدار کی کوئی ہوس نہیں"

"لیکن پھر اس شخص کو بلانے اور اس سے باتیں کرنے کا کیا مطلب ہے؟ میں سب سمجھتا ہوں۔ تمہارے سر میں بادشاہ بننے کا خناس سمایا ہوا ہے۔ لیکن خبردار اب میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اس میں دخل دینے کی کوشش مت کرنا"

"بے شک نہیں کروں گا پال۔" "جو تم مناسب سمجھو کرو۔"

پال میری ڈیلی نے ڈیوریل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ "جب تک پولس نہیں آ جاتی تم یہیں ٹھہرو گے۔"

اس سے پہلے کہ ڈیوریل کوئی جواب دیتا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ پال میری ڈیلی نے دیوار پر لگے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا لیا۔

"ہاں یہ شاہی محل ہے کیوں کیا بات ہے؟"

تھوڑی دیر تک پال میری ڈیل ریسیور سے کان لگائے سنتا رہا۔ دونوں چینی دروازہ روکے کھڑے تھے۔ ان کی نظریں ڈیوریل پر جمی ہوئی تھیں۔ ڈیوریل اپنی جگہ کھڑا ہوا پال میری ڈیل کو فون پر کسی کی باتیں سنتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"اس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ میری حراست میں نہیں ہے۔ آپ کو اس سلسلہ میں کرنل تلانگ سے بات کرنی چاہیئے۔"

اس کے بعد کچھ دیر تک پال فون سنتا رہا۔ پھر ڈیوریل کے ہاتھ میں ریسیور تھماتے ہوئے بولا۔ "مسٹر کونڈن تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

"شکریہ۔"

فون پر ڈیوڈ کونڈن کی آواز واضح اور تیز تھی۔

"ڈیوریل؟ میں جانتا ہوں کہ تم بات نہیں کر سکتے۔ میرا محض اندازہ تھا کہ تم وہاں محل میں ہو۔ خیریت تو ہے۔"

"فی الحال تو خیریت ہے۔" ڈیوریل نے آہستہ سے کہا۔

"کیا کسی نے تمہیں دھمکی دی ہے۔؟"

"جی ہاں۔"

"چینیوں نے؟"

"اور میری ڈیل جونیئر نے بھی۔"

پال میری ڈیل اپنے ہونٹ چبانے لگا۔ ڈیوریل خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ دوسری طرف امریکی قونصل تیز رفتاری سے بولتا چلا جا رہا تھا۔ "آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا۔ میں نے وزیراعظم کوانگ سے تمہاری بابت بات کی تھی۔ بلکہ اس سلسلے میں اس سے احتجاج بھی کیا تھا۔ لیکن تم خود اپنے لیے گڑھا کھود رہے ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا

کہ تمہارے ساتھ خود بھی سیاسی الجھنوں میں پھنس جاؤں۔ سمجھ گئے۔؟"

"سمجھ گیا۔"

"خیر تو میں کہہ رہا تھا۔ کہ کرنل تلانگ وہاں محل میں تمہیں گرفتار کرنے کے لئے آ رہا ہے"

"کیوں؟"

"تلانگ کہتا تھا کہ تم ہی چیانگ جی کے قتل کے ذمہ دار ہو۔ کسی نے اپنا نام اور پتہ بتائے بغیر کرنل تلانگ کو یہ اطلاع دی تھی۔ اب میں چاہتا ہوں۔ کہ اس سے پہلے کرنل تلانگ وہاں پہنچے تم وہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ تمہارے ساتھ ساتھ ہم بھی بین الاقوامی الجھنوں کا شکار ہو جائیں۔"

"آخر وہ کون ہو سکتا ہے؟"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمینڈ کسی وجہ سے تمہیں اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے کرنل تلانگ نے مجھے بتایا تھا۔ کہ اسے جس نامعلوم شخص نے اطلاع دی تھی۔ اس خیال میں وہ جارج ہمینڈ ہی ہو سکتا تھا۔ کونڈن نے کہا۔ "بہرحال تم بنگلے سے جتنی جلدی باہر جا سکتے ہو چلے جاؤ۔ اسی میں ہم سب کی بہتری ہے۔"

"اچھا تو میں آتا ہوں۔" یہ کہہ کر ڈیوریل نے ریسیور رکھ دیا۔

پال میری ڈیل اس کی باتیں سن رہا تھا۔ لیکن یکطرفہ گفتگو سے وہ کوئی نتیجہ اخذ نہ کر سکا۔ ڈیوریل اسے نظرانداز کرتا ہوا بوڑھے راجہ کی طرف بڑھا۔ اس کے ہاتھ پکڑ کر چومے۔ پھر وہ پالا میر کی طرف سر کر تعظیماً جھکا۔ اس کے بعد وہ پال میری ڈیل سے مخاطب ہو کر بولا۔ "معاف کرنا۔ مجھے وزیراعظم کوانگ نے ضروری میٹنگ میں شامل ہونے کے لئے بلایا ہے۔ تمہیں میرے رخصت ہونے پر کوئی اعتراض تو نہیں۔"

پال میری ڈیل کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ لیکن وہ غصے پر قابو پاتے ہوئے

بولا۔ "آنندرا اسے باہر کا راستہ دکھا دو۔"

ہندو عورت نے اثبات میں سر ہلایا اور دروازے کی طرف بڑھی۔ ڈیورل اس کے پیچھے چلتا ہوا محل کے گیٹ پر جا پہنچا۔ اس نے دور سے سائرن کی آواز سنی۔ ہندوستانی عورت نے آبدیدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ "آج صبح چنگ سو کے پل پر موجود رہنا۔ پانچ بجے" اس نے آہستہ سے کہا۔

"شکریہ"

"شکریہ تو مجھے تمہارا ادا کرنا چاہیئے۔ کہ تم نے میری مالکہ کی جان بچائی اور اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے۔"

"یہ پیغام جو تم نے مجھے پہنچایا ہے تمہاری مالکہ نے تمہیں کس طرح بتایا تھا؟"

اس کے جواب میں آنندرا صرف مسکرا دی۔ ڈیورل گیٹ سے باہر نکلا۔ آنندرا نے گیٹ بند کر دیا۔

۱۹

وہ واٹر فرنٹ پر اکیلا چل رہا تھا۔ رات کالی اور خالی سی نظر آ رہی تھی۔ ہوا میں نمی اور حبس تھا۔ اتنا کہ سانس لینا بھی دوبھر ہو رہا تھا۔ آسمان پر تارے جھلملا رہے تھے وہ سخت تھکن محسوس کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہوٹل میں جا کر بستر پر سو جائے۔ لیکن ایسا کرنے کا مطلب مکمل تباہی تھا۔ اس کیتگ کے ماحول میں کوئی جگہ محفوظ نہ تھی ہیلیٹڈ کے ڈر سے وہ

سایوں سے بھی چوکنا ہو رہا تھا۔ اسے چیانگ جی کے دردناک انجام کا بھی قلق تھا۔ اسے چپہ چپہ پر کوئی دشمن چھپا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس جگہ جہاں جنگی جہاز لنگر انداز تھا۔ اس نے ایک لانچ کو اس جہاز کے عرشے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس نے اس لانچ کو پہچان لیا تھا۔ کہ وہ کرنل تلانگ کی تھی۔ وہ چلتا رہا۔ اس وقت پالامیر کی لینڈ روور بھی محفوظ نہ تھی وہ ایک گلی میں مڑ گیا۔ اور چند چھپر کی چھتوں والی مال خانے کی کوٹھڑیوں کے پاس سے گزر کر ہندوستانیوں کی چھوٹی چھوٹی دوکانوں کی قطار کے پاس جا پہنچا۔ کچھ دور چل کر ایک اور موڑ آیا۔ جہاں سے وہ لینڈ روور کے پیچھے واٹر فرنٹ پر جا پہنچا۔ وہاں اس نے کوئی نقل و حرکت نہیں دیکھی۔ اس نے تقریباً پانچ منٹ تک اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی بلکہ کسی کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن وہاں چھپ کر اس پر حملہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔ اس نے ایک سائرن کی آواز سنی پھر ایک مقامی فوجی کار گزر گئی۔ لیکن چونکہ وہ اپنی جگہ بیت بنا کھڑا تھا۔ اس لئے اس کا کسی نے نوٹس نہیں لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ ڈیورل نے اپنے نتھنوں میں سگار کے دھوئیں کی بو محسوس کی۔ وہ انتظار کرتا رہا۔

لینڈ روور کے انجن کے ایک طرف تارہ سا چمکا۔ پھر تھوڑا سا ایک طرف کو لپکا اور غائب ہو گیا۔ اس نے سگار کے دھوئیں کی بو ایک مرتبہ پھر سونگھی۔ اس نے مڑ کر اپنے پیچھے نظر ڈالی کرنل تلانگ اور اس کے آدمی جلدی جلدی محل میں داخل ہو رہے تھے۔ آخر کار اس نے اس سائے کو دیکھ لیا جو وہاں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس وقت وہ موت سے زور آزمائی کرنے کا بالکل خواہشمند نہیں تھا۔ چنانچہ وہ مڑا اور خاموشی سے چل دیا۔ محل سے تھوڑے سے فاصلے پر ایک شیڈ میں وہ تین گھنٹے تک سوتا رہا۔ وہاں مصنوعی کھاد کی بوریاں پڑی ہوئی تھیں شیڈ کی دیوار کے ساتھ ایک پرانی سائیکل پڑی ہوئی تھی۔ جس کو ایک کھمبے کے ساتھ زنجیر سے باندھ دیا گیا تھا۔ ڈیورل شیڈ کے ایک تاریک گوشے میں رہا جہاں سے وہ بندرگاہ کو دیکھ سکتا تھا۔ فرش

پر لیٹ گیا۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد اس نے لینڈ روور کے سٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ وہ آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ جیسے کہ اس کو چلانے والا کسی کو تلاش کر رہا ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی آواز آنی بند ہو گئی۔ اس کے بعد وہ سو گیا۔

پانچ بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔ کہ اس کی آنکھ کھل گئی۔ فرش پر سونے کی وجہ سے اس کا جسم اکڑا ہوا تھا۔ لیکن تھکن کافی حد تک دور ہو چکی تھی۔ اس نے شیڈ کی دیوار کے ساتھ پڑی ہوئی بائیسکل کی زنجیر کھولی اور اس پر سوار ہو کر چنگ سو کے پل کی طرف گیا۔ لینگرا میں اب کافی حد تک امن و امان تھا چنگ سو علاقے میں کوئی آگ نہیں لگی تھی۔ دن نکلنے میں ابھی پندرہ منٹ باقی تھے۔ اس نے نظر اٹھا کر سمندر کی طرف دیکھا۔ چینی جہاز آہستہ آہستہ کھلے سمندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔

گلیوں میں چلتے ہوئے اس نے دوسرے سائیکل سوار بھی دیکھے جو اپنے اپنے کام جا رہے تھے چنگ سو کے پل کے پاس ایک چوراہے پر ٹریفک کا سپاہی کھڑا ہوا تھا۔ بازار میں کئی دکانیں کھل چکی تھیں اور کچھ دوکاندار اپنی دوکانیں کھول رہے تھے۔ ایک ہوٹل کے قریب سے گذرتے ہوئے اس کی بھوک چمک اٹھی یہ ہوٹل یورپین لوگوں کے لئے مخصوص تھا۔ اس کا مالک چینی تھا بڑا لائ میں چند ولندیزی بیٹھے ہوئے ناشتہ کرنے میں مصروف تھے سڑک پر کچھ ٹیکسیاں اور رکشے بھی چل رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لینگرا میں حالات معمول پر آ رہے تھے۔

ہوٹل کے بیرونی دروازے کی پیشانی پر ہوٹل کے نام کا سائن بورڈ لگا ہوا تھا۔ جس پر نیلی روشنی کے حروف چمک رہے تھے کافی کی خوشبو نے اس کی بھوک میں اضافہ کر دیا۔ وہ سائیکل سٹینڈ پر سائیکل رکھ کر ہوٹل میں ایک میز پر جا بیٹھا۔ جہاں سے وہ شیشے میں سے باہر کا نظارہ کر سکتا تھا اس نے کافی، کریم رول اور انڈوں کے یورپین ناشتہ کا آرڈر دے دیا۔ ہوٹل کے بیرے نے پھرتی سے ناشتہ اس کی میز پر رکھ دیا۔ قریب کی میز پر بیٹھے ہوئے ایک ولندیزی نے اس طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ

ہلایا لیکن ڈیوریل نے اسے نظر انداز کر دیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کاؤنٹر سے ایک سگریٹ کا پیکٹ خریدا۔ اسی لمحہ ایک چھوٹا سا لڑکا ہوٹل میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کاغذوں میں لپٹا ہوا ایک بنڈل تھا۔ اس نے وہ بنڈل کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ اور خود ہوٹل سے باہر نکل گیا۔

اسی لمحہ اس نے باہر سڑک پر لینڈ روور رکتے دیکھا جسے پالامیر ڈرائیو کر رہی تھی۔ اور اس کے ساتھ والی نشست پر اس کا دادا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بل کی رقم ادا کر کے فوراً ہوٹل سے باہر نکلا پالامیر نے اسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ اچانک ڈیوریل کو ایسا محسوس ہوا جیسے کہ پیچھے سے کسی نے دھکا دیا ہو۔ وہ لڑکھڑا کر آگے کی طرف گرا اسے اپنی پشت پر گرم ہوا کا جھونکا لگتا ہوا محسوس ہوا پھر اس نے کانوں کے پردے پھاڑنے والے دھماکے کی آواز سنی۔ اس نے دیکھا کہ پالامیر کا چہرہ سپید پڑ چکا تھا۔ دھماکے کے ساتھ ہی لکڑی اور شیشے کے ٹکڑے اس کے اوپر سے گذر گئے ہوٹل کے دروازے سے دھواں اور شعلے نکلنے لگے۔ وہ جگہ جہاں ولندیزی بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ وہاں پر ملبہ کا ڈھیر پڑا تھا۔ چاروں طرف گوشت کے لوتھڑے کٹے ہوئے اور انسانی اعضا بکھرے ہوئے تھے۔ ڈیوریل کو وہ چھوٹا سا لڑکا یاد آیا۔ جو ہوٹل کے کاؤنٹر پر کاغذوں میں لپٹا ہوا پیکٹ رکھ گیا تھا۔ ہوٹل کا سائن بورڈ ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا۔ اور اس کے ٹکڑے ڈیوریل کے چاروں طرف بکھرے پڑے تھے۔ پالامیر نے مضطرب انداز میں ہاتھ ہلایا۔ ڈیوریل اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور جلدی سے کار کی طرف بڑھا۔ جب کہ دوسرے راہ گیر ٹیکسیوں اور رکشوں کے ڈرائیور اور مسافر منہ پھاڑے حیرت سے ہوٹل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جہاں بم کا دھماکہ ہوا تھا۔ ان کے خیال میں یہ بھی دہشت پسندوں کی تخریبی کارروائی تھی۔

۳۰

چنگ سو کے پل پر لوگ رک رک کر دوڑتے ہوئے ہجوم نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ پہنچنے سے پہلے پہنچ کر پالامیر لینڈ روور کو تیزی سے دوڑاتی ہوئی دریا کے کنارے والی سڑک پر لے آئی۔

"گاڑی آہستہ چلاؤ،" ڈیوریل نے تنبیہ کی۔ "ورنہ، وہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ دھماکہ ہم نے کیا ہے۔"

پالامیر نے گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ ڈیوریل نے دریا کی طرف دیکھا۔ سٹیمر وہاں سے جا چکا تھا۔ پھر وہ راحیہ کی طرف مڑا۔ وہ تمام خوف کے آثار جو پال ہیری ڈیل کی موجودگی سے اس کے چہرے پر آ گئے تھے۔ اس وقت غائب تھے۔ بلکہ وہ پہلے سے زیادہ ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔

"گڈ مارننگ سر" ڈیوریل نے سلام کیا۔

"بیٹھیے، بیٹھو" راحیہ نے دعا دی۔ وہ لٹھے کی جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ جس کی بڑی بڑی جیبیں تھیں۔ کمر پر پیٹی بندھی تھی۔ جس میں ریوالور رکھا ہوا تھا۔ ٹانگوں پر فل بوٹ چڑھے ہوئے تھے۔

راحیہ نے کہا: "ہمارے پاس تمہارے لئے بھی مناسب لباس موجود ہے مسٹر ڈیوریل!"

"کیا ہم آپ کے پہاڑی محل پر جا رہے ہیں؟"

"کیا تم نے وہاں جانے کی خواہش ظاہر نہیں کی تھی؟"

"بجا ارشاد فرمایا۔ لیکن کیا پال کو اعتراض نہ ہو گا؟"

"پال کو کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔ ہم پینگڑا کے ایک وفادار شہری ہیں۔ اور ماضی گزرے ہوئے

وقت کا حصہ بن چکا ہے۔ اب وہ واپس نہیں آ سکتا۔ ہمیں پینگڑا کے مستقبل کی فکر کرنی چاہیئے۔ اور جب اس کا مستقبل خطرے میں ہے تو ہم کس طرح چین سے بیٹھ سکتے ہیں۔ ہمیں ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اس وقت تمہاری پینگڑا میں موجودگی اس ملک کے بہترین مفاد میں ہو گی۔"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پینگڑا کا مفاد مجھے بھی اتنا ہی عزیز ہے جتنا کہ آپ کو ہے۔"

پالامیر خاکی قمیض، سواری کی پتلون اور بوٹ پہنے ہوئے تھی۔ اور صبح کی روشنی میں خاصی تر و تازہ نظر آ رہی تھی۔ وہ بھی اچھی طرح مسلح تھی۔ اور کار کو بھی بڑی مہارت سے چلا رہی تھی۔ چند ہی منٹ میں وہ بجری کی سڑک پر جا پہنچے جو آگے چل کر جنگل کے اونچے گھنے درختوں کے درمیان سرنگ کی شکل اختیار کر گئی۔ آہستہ آہستہ گرمی میں اضافہ ہو رہا تھا۔

"کیا پولیس کو چیانگ جی کی لاش مل گئی ہے؟" ڈیوریل نے پوچھا۔

"ہاں۔ کسی نے فون پر پولیس کو اطلاع دی تھی۔ چنانچہ انہیں لاش تلاش کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ پال بہت غضب ناک ہو رہا تھا۔ تلانگ نے اس سے سوالات پوچھے تھے۔ اس کے خیال میں یہ قتل تم نے کیا ہے۔" کچھ دیر رک کر وہ بولی: "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے رات بے آرامی سے گزاری ہے۔"

"نہیں تو۔ میں کافی سویا ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ کہ کیا پاؤ تھیٹ گوریلوں نے ایسے ہی اور بھی بم کے دھماکے کئے ہیں؟"

"یہ ان میں سے سب سے بڑا دھماکہ تھا۔" پالامیر نے جواب دیا۔

جنگل کے درختوں کے درمیان سے کبھی کبھی دریائے پینگڑا نظر آ جاتا تھا۔ درجہ حرارت آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔ ایک جگہ وہ رکے جہاں ڈیوریل نے لباس تبدیل کیا۔ کار میں پانی سے بھری ہوئی تھرماس کی بوتلیں، کھانے پینے کی چیزوں کا تھیلا، اسلحہ کی پیٹیاں اور خود کار رائفلیں رکھی تھیں۔ ان رائفلوں میں سے ایک ڈیوریل نے اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لی۔ پالامیر

نے دوبارہ کار چلانی شروع کر دی۔

دریا کے کنارے پر وہ دو گاؤں کے قریب سے گزرے۔ گاؤں والوں نے انہیں دیکھ کر کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا۔ دہقان کے کھیتوں میں حالات معمول کے مطابق نظر آرہے تھے۔ پالا میر نے اپنے بھائی کی بابت بتایا۔ اور یہ بھی بتایا۔ کہ اس کے خیال میں پہاڑی محل اور آس پاس کے علاقہ میں پاؤ تھیٹ گوریلے دیہات کے پر امن شہریوں کی جان و مال کے لئے خطرہ بنے ہوئے تھے۔ راجہ اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا۔ دوسرے گاؤں سے آگے جا کر سڑک کی حالت خاصی خستہ ہو رہی تھی۔ اور لینڈ روور اچھل اچھل پڑتی تھی۔ ڈیوریل نے جنگل کی طرف دیکھا۔ سورج کافی اونچا چڑھ چکا تھا۔ اور دھوپ میں ایسا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے بھٹی میں تپ رہے ہوں۔ ایک مرتبہ چیتے کی طرح کی بلی درخت پر نظر آئی۔ دوسرے درختوں پر طوطے، بندر شور مچا رہے تھے۔ آخر کار وہ ایک موڑ پر جا پہنچے۔ موڑ مڑتے ہی دریا پر لکڑی کا پل نظر آیا۔ اور جب پالا میر نے اس کی طرف کار بڑھائی تو ڈیوریل نے اسے روک دیا۔

"ٹھہرو۔ کار روک دو۔"

"کیوں۔ کیا بات ہے؟" پالا میر نے کار روکتے ہوئے کہا۔

"کار کو واپس درختوں کے سائے میں لے چلو"

"لیکن کیا بات ہے؟ مجھے تو کچھ نظر نہیں آتا۔"

ڈیوریل نے دریا کے کنارے کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں ٹرکوں کے گزرنے سے ان کے ٹائروں کے تازہ نشانات بن گئے تھے۔

"کیا صبح اپنی روانگی سے پہلے تم نے تلانگ کو دیکھا تھا؟"

"نہیں۔ اس وقت اسے گئے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔"

"اور تمہارا بھائی؟"

راجہ نے کہا۔ "پال اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ وہ مجھ سے بہت ناراض تھا۔"

ڈیوریل نے انجن بند کر دیا تھا۔ "ہمیں کچھ دیر انتظار کرنا چاہیئے۔"

"لیکن سفر کافی لمبا ہے۔ شاید ساری رات ہمیں سفر کرنا پڑے۔" پالا میر نے اعتراض کیا

بوڑھے راجہ نے کہا۔ "ڈیوریل کی بات غور سے سنو۔ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے صحیح کہہ رہا ہے ہمیں احتیاط کا دامن کسی صورت میں نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ مسٹر ڈیوریل کیا تمہیں کچھ دال میں کالا نظر آرہا ہے؟"

ڈیوریل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ دریا میں خلاف معمول کوئی کشتی نظر نہیں آرہی تھی دریا کے اس پار پہاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ پل کے بائیں جانب چند جھونپڑوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا گاؤں دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن وہاں کوئی متنفس نظر نہیں آرہا تھا۔

"بائیں طرف گاؤں کو دیکھئے۔" ڈیوریل نے کہا۔ "پھر اس کے آگے دیکھئے۔"

وہاں کوئی چیز چمک رہی تھی۔

"ارے یہ تو رائفلوں کی چمک ہے مسٹر ڈیوریل؟"

"ہاں۔ لیکن وہ ہیں کون۔؟"

"وہ غالباً پاؤ تھیٹ گوریلے ہیں۔"

"یا شاید وہ تلانگ کے آدمی ہیں جو ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"ہاں یہ بھی ممکن ہے۔"

"کیا یہاں کوئی دوسری سڑک بھی ہے جو ہم استعمال کر سکیں؟"

"نہیں" پالا میر نے کہا۔ وہ کافی فکر مند نظر آرہی تھی۔ "اگر ہم یہاں سے دریا کو پار نہیں کر سکتے تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم آگے جا ہی نہیں سکتے۔"

"نہیں۔ بالکل نہیں" راجہ نے کہا۔ "ایک اور سڑک بھی ہے۔ جسے لوگوں نے بھلا

ہوا ہے۔ پیچھے کی طرف چلو۔ وہ لوگ یہی سمجھیں گے۔ کہ ہم واپس جا رہے ہیں۔ اس طرح ہم ان کو دھوکہ
دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

پالامیر کی جگہ ڈیوریل نے لی اور وہ کار چلانے لگا۔ وہ چوتھائی میل واپس پیچھے گئے
جہاں سے ایک کچا راستہ بائیں طرف جا رہا تھا۔ جو ایک میل آگے جا کر پختہ سڑک میں تبدیل ہو گیا تھا
یہ سڑک گھنے جنگل میں سے گزر رہی تھی

"یہ ایک پرانی سڑک ہے جسے ہمارے والد نے گزارے سیر و شکار کے لئے بنوایا تھا" بوڑھے
آدمی نے کہا: "یہ ہمیں تھوڑی دور آگے لے جائے گی یہاں سے جنوب مشرق میں پندرہ میل کے فاصلے
پہ یہ سڑک دو شاخوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ان میں سے ایک شاخ پہاڑی محل کی طرف جاتی ہے
اگرچہ یہ سڑک بڑی خستہ اور جگہ جگہ سے ٹوٹی پھوٹی ہے لیکن ہمیں امید ہے کہ ہم اسے استعمال کر
سکیں گے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ ہمارا یہ سفر محفوظ بھی ہو گا۔"

ڈیوریل کو راجہ کے اس خیال سے اتفاق نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی وہ خاموش رہا۔
ان سے پہلے کسی نے اس سڑک کو استعمال نہیں کیا تھا۔ کیونکہ وہ بیلیں جو پھیل کر سڑک پہ
آ گئی تھیں بالکل صحیح و سالم تھیں۔ تاہم ان کی پیش قدمی کی رفتار کافی سست تھی۔ ڈیوریل کو
بار بار اتر کر بیلوں اور جھاڑیوں کو سڑک پر سے ہٹانا پڑتا تھا۔ بوڑھے راجہ نے اس کا ہاتھ بٹانے
کی پیشکش کی لیکن وہ بھی جلد ہی تھک گیا۔ آخر کار ان کی پیش قدمی بالکل رک گئی دریا نظروں
سے اوجھل ہو چکا تھا۔ گیارہ بجے وہ چائے پینے اور سینڈوچ کھانے کے لئے ٹھہرے جو پالامیر
نے تیار کی تھیں۔

"میرے پاس تین دن کے لئے کافی خوراک موجود ہے" وہ آہستہ سے بولی۔ "اتنی کہ ہم
وہاں جا کر واپس بھی آ سکتے ہیں؟"
"کیا پال بھی کبھی وہاں جاتا ہے؟"

"کبھی کبھی وہ طیارے میں وہاں جاتا ہے اس کا اپنا ایک ذاتی طیارہ ہے۔"
"تو کیا وہاں طیارے کے اترنے کے لئے میدان بھی ہے؟"
"ہاں۔ کافی عرصہ ہوا سے پال نے تعمیر کروایا تھا؟"
جو نقشے ڈیوریل کو مہیا کئے گئے تھے۔ ان میں طیارہ اترنے کے لئے میدان کا کوئی ذکر نہیں
تھا۔ دوپہر کے وقت انہیں کھپروسیا نظر آنے لگا۔ اب سڑک بھی نسبتاً بہتر ہو گئی تھی۔ آخر کار وہ
اس جگہ جا پہنچے جہاں سڑک دو حصوں میں تقسیم ہو رہی تھی ایک سڑک دریا کی طرف جا رہی تھی۔
دریا میں اب بھی اتنا پانی تھا۔ کہ اس میں اسٹیمر چل سکتا تھا۔ جنگل میں خاموشی طاری تھی۔ دریا
میں کوئی کشتی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ ٹیلیفون کے تار جگہ جگہ سے ٹوٹے ہوئے تھے اور
کھمبوں درختوں کی شاخوں پہ لٹکے ہوئے تھے۔ ذرا آگے چلے تو ایک قصبہ نظر آیا۔ پہلے چند
مکانات بالکل خالی تھے۔ کچھ مرغی کے بچے (چوزے) مٹی میں دانا چگ رہے تھے ایک گلے ٹکرا
رہی تھی۔ کتے چیخ چیخ کر رو رہے تھے۔ سڑک کے وسط میں ایک ننگ دھڑنگ لڑکا کھیل رہا تھا
اس نے کار کی طرف دہشت بھری نظروں سے دیکھا۔
"سب لوگ کہاں ہیں؟" پالامیر نے پوچھا۔ لڑکے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور دوڑ کر ایک مکان
میں جا چھپا۔ چند قدم چلے ہوں گے کہ انہیں سڑک پہ ایک لاش پڑی ہوئی دکھائی دی۔ وہ ایک
ملائی باشندہ کی لاش تھی اس کی گردن کٹی ہوئی اور چہرہ کچلا ہوا تھا اسے مرے ہوئے زیادہ
عرصہ نہیں گزرا تھا۔ چاروں طرف لکڑیوں کے جلنے، دھوئیں اور موت کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ دریا
کے کنارے سرکاری سرائے کا دروازہ توپ یا بم کے گولے سے اڑ گیا تھا۔ ڈیوریل نے لینڈ روور سرائے
کے قریب ایک درخت کے نیچے کھڑی کر دی اور چھوٹے سے قصبہ کے چوک کو دیکھنے لگا۔
وہاں موت کے سناٹے جھلسا دینے والی دھوپ اور تباہی و بربادی کے سائے پھیلے ہوئے
تھے ڈیوریل بندوق اٹھائے ہوئے کار سے اترا اور ایک دکان کے قریب سے گزرا جہاں شوکیس

میں چھپی میگزین اور رسالے ہندوستانی دھوتیاں، شلوار قمیض رکھی ہوئی تھیں۔ ایک کھڑکی میں شاہی خاندان کے تنکو کی تصویر بھی لٹکی تھی۔ ایک شوکیس میں ٹرانسسٹر ریڈیو رکھے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہاں کسی چیز کو لوٹا نہیں گیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے رک گیا۔ عمارت کی چھت پر لگے ہوئے سٹاف سے جھنڈا پھاڑ کر پھینک دیا گیا تھا۔ دریا کے کنارے گھاٹ پر کریٹ اور بوریاں پڑی ہوئی تھیں۔ چھوٹے سے پارک سے آگے دریا کے کنارے ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ اس کے آگے ایک بودھ مندر تھا۔ یہاں مذہب کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ ہندو، مسلمان، عیسائی، بدھ، سکھ، مذہب کے لوگوں کے درمیان رواداری اور بھائی چارے کی فضا قائم تھی۔ لیکن انسانی جانوں کا احترام ختم ہو چکا تھا۔ بندوق اس کے ہاتھ میں تیار تھی۔ پالامیر بھی لینڈ روور سے اتر آئی تھی ڈیوریل نے اسے پھر سے کار میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود سرائے کے ٹوٹے ہوئے دروازے کے ساتھ پیٹھ لگا کر کھڑا ہو گیا۔ ایک بڑے سے پیپل کے درخت کے نیچے کئی رائفلیں پڑی ہوئی تھیں۔ چڑیاں بدستور دانا چگنے میں مصروف تھے۔ بندوق سنبھالے ہوئے ڈیوریل نے سرائے کا منہ جھانک کر دیکھا وہاں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دائیں طرف کاؤنٹر پر ایک کلرک اپنے بازوؤں پر سر رکھے ہوئے بیٹھا تھا۔ اس کی گردن میں گولی لگی تھی۔ ایک کونے میں ایک دبلی پتلی عورت پھٹے ہوئے لباس میں فرش پر بیٹھی تھی۔ اس نے پھٹی پھٹی نظروں سے ڈیوریل کی طرف دیکھا وہ پہلی زندہ ہستی تھی جو اس قصبے میں نظر آئی۔ اس کے بعد وہ اس عورت کی طرف بڑھا سینے پر لگا ہوا کاغذ کا پرزہ پڑھنے لگا۔ لکھا تھا۔ "اگر تم اس جگہ تک آ پہنچے ہو سام تو یہ سمجھ لو کہ تم بہت آگے آ چکے ہو۔"

ڈیوریل نے آہستہ سے پالامیر سے کہا۔ "ہیمنڈ ہم سے آگے آگے ہے اس نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ تمہارے دادا کے محل میں ہم سے پہلے پہنچے گا۔ اور وہ مجھے روکنے کی سر توڑ کوشش کرے گا۔"

"لیکن تم تو اس کے رفیق کار رہے۔ میرا مطلب ہے کہ تم دونوں مل کر کام کرتے رہے ہو۔"

"میں اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے دماغ میں تو شیطان

جاگتا ہے۔"

"کیا کل رات اس نے تمہیں قتل کرنے کی کوشش کی تھی؟"

"خیال تو یہی ہے۔"

"کیا وہ پھر تمہیں مارنے کی کوشش کرے گا؟"

"شاید اس کے دماغ میں فتور ہے۔ وہ پوری طرح ہوش مند نہیں ہے۔ مجھے سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔ اور مجھے اس پر افسوس ہے۔ لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔ افسوس کرنے سے اس کی خطرناکی کم تو نہیں ہو سکتی۔"

راجہ نے کہا۔ "واقعی بڑے افسوس کی بات ہے۔ اس وقت تم چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہو۔ یعنی پاؤ تھیٹ گوریلے، کرنل تما ہنگ، پال اور یہ شخص ہیمنڈ تمہاری جان کے لاگو ہیں۔"

ڈیوریل نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیا آپ اس عورت سے ملائی زبان میں بات کریں گے۔ وہ میری بات تو سمجھ نہیں سکتی۔"

بوڑھا راجہ قریب آیا۔ اس عورت نے خوف زدہ نظروں سے ڈیوریل کی بندوق کی طرف دیکھا۔ ڈیوریل نے بندوق ایک طرف رکھ دی۔ اور مسکرا کر دیکھنے لگا۔

ڈیوریل نے راجہ سے کہا۔ "اس سے پوچھیے کہ کیا اس نے یہاں سے جیٹ طیاروں کے گزرنے کی آواز سنی ہے۔ نیچے اترتے ہوئے طیاروں کی گرجدار آواز"

بوڑھے راجہ نے ملائی زبان میں عورت سے کچھ کہا۔ عورت نے جواب میں کچھ کہا۔ راجہ ڈیوریل کی طرف مڑا اور بولا۔ "وہ کہتی ہے کہ اس نے ان کی آواز سنی ہے۔"

"کتنی مرتبہ؟"

راجہ نے پھر عورت سے کچھ کہا۔ راجہ نے ڈیوریل کو بتایا۔ "وہ یقین کے ساتھ نہیں

کہہ سکتی۔ البتہ وہ بتاتی ہے۔ کہ اس نے پانچ سے دس مرتبہ تک ان کی آواز سنی ہے۔"

"اس سے پوچھیے کہ وہ سب ملیاے ایک ہی سمت میں گئے تھے؟"

راجہ نے یہ سوال ملائی زبان میں عورت سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اب اس سے پوچھیے۔" ڈیوریل نے کہا۔ "کہ اس قصبے کو کس نے اجاڑا ہے۔ اور کیا اس نے یہاں کسی گورے آدمی کو دیکھا تھا؟"

راجہ نے عورت سے باتیں کرنے کے بعد بتایا۔ "وہ یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتی کہ کس نے قصبے میں غارتگری کا بازار گرم کیا۔ وہ آج صبح سویرے یہاں آئے تھے۔ انہوں نے اس کے شوہر کو قتل کر دیا۔ جہاں تک گورے آدمی کا تعلق ہے وہ کہتی ہے۔ کہ وہ یہاں آیا تھا۔"

"کیا وہ اکیلا تھا۔"

"ہاں۔"

"کیا وہ اب بھی اس قصبہ میں موجود ہے؟"

راجہ نے عورت سے یہ سوال کیا پھر کندھے اچکاتے ہوئے بولا: "اسے کچھ معلوم نہیں صرف اتنا جانتی ہے کہ ایک گھنٹہ پہلے وہ یہاں موجود تھا۔"

"اچھا تو اب ہمیں چلنا چاہیے" ڈیوریل نے کہا۔ "پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے۔"

۲۱

اگلے دو میل کے بعد وہ سڑک بڑی شاہراہ سے جا ملی۔ یہ شاہراہ پہاڑیوں کی طرف

جا رہی تھی۔ وہ لوگ چھوٹے چھوٹے خالی گاؤں میں سے ہو کر گزرے لیکن ان کو بری طرح تاراج نہیں کیا گیا تھا۔ سفر کے دوران بوڑھے راجہ نے بتایا کہ یہ شاہراہ ایکسپریس بسوں کے لئے بنائی گئی تھی۔ جو کسی زمانے میں پہاڑوں کے درمیان واقع دیہات اور قصبوں کو جاتی تھیں۔ لیکن موجودہ زمانے میں اس سڑک پر کوئی ٹریفک نہیں تھا۔ سطح زمین بتدریج بلند ہوتی جا رہی تھی۔ گھنے بادل سر پر چھائے ہوئے تھے۔ اور موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ شام کے دو بجے ڈیوریل نے کار کے آئینہ میں پیچھے سے آنے والی روشنی کی جھلک دیکھی۔ سڑک اس جگہ پر کافی تنگ تھی۔ تھوڑی دور آگے جا کر پھر اسے روشنی نظر آئی۔ اس نے پانچ منٹ تک انتظار کیا۔ پھر اسے یقین ہو گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ کار کو چھپانے کی جگہ تلاش کر رہا تھا۔ چاروں طرف گھنا جنگل تھا۔ پچھلے نصف گھنٹے سے انہوں نے راستہ میں کوئی گاؤں نہیں دیکھا تھا۔ لیکن دھان کے کئی کھیت نظر آئے تھے۔ جہاں کسان اپنے کام میں مصروف تھے۔ روور نے ایک چھوٹے سے پل کے تختوں کو ہلا دیا۔ پل پار کرنے کے بعد وہ کچھ کھیتوں کے پاس جا پہنچے جہاں دو ننگ دھڑنگ بچے بھینس کے اوپر بیٹھے ہوئے چھوٹے چھوٹے ڈنڈوں سے اسے ہنکانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"کیا کوئی ہمارا پیچھا کر رہا ہے؟"

ڈیوریل نے پھر آئینہ میں دیکھا۔

"چند موٹر سائیکل اور فوجیوں کو لے جانے والا ایک ٹرک ہمارے پیچھے آ رہے ہیں۔"

"کیا ہم ان پر رفتار کے معاملے میں سبقت لے جا سکتے ہیں؟"

"مجھے اس میں شبہ ہے۔"

"اے نوجوان۔ اگر ہم کوئی مشورہ دیں تو کیا اسے مان لو گے؟"

"میں آپ کے مشورے کا خیر مقدم کروں گا۔" ڈیوریل نے کہا۔

"ٹھیک ہے اس وقت کمان تمہارے ہاتھ میں ہے۔ لیکن ہم اس سرزمین سے تمہارے مقابلہ

میں زیادہ واقف ہوں۔ کسی زمانے میں یہ ہمارا ملک تھا۔ ہم اس پر حکومت کرتے تھے۔ تو ہم کہہ رہے تھے کہ اب ہمیں مڑ کر دو میل آگے تک جانا چاہیئے۔ وہاں ایک پرانا ربڑ فارم ہے جس کا مالک میک کیمپلی نامی ایک شخص تھا۔ جسے ۱۹۵۱ء میں کمیونسٹوں نے ہلاک کر دیا تھا۔ وہ فارم کافی عرصے سے ویران پڑا تھا۔ ہم وہاں رک کر یہ دیکھ سکتے ہیں۔ کہ ہمارے پیچھے آنے والے فوجی کدھر جا رہے ہیں۔ اگر وہ پہاڑوں کی طرف جاتے ہیں تو بھی ہمیں معلوم ہو جائے گا۔"

"کیا وہ کرنل تلانگ اور اس کے آدمی ہیں؟"

"اس میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وہ ایک نہایت قابل اور پر جوش افسر ہے اس نے گوریلوں کے خلاف لڑائی کی امریکہ میں خصوصی طور پر تربیت حاصل کی ہوئی ہے۔"

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں۔" ڈیورل نے کہا۔ "کہ کیا آپ پال سے خوف زدہ ہیں؟"

راجہ نے اپنا حلق صاف کرتے ہوئے کہا۔ "جہاں تک ہمارے پوتے کا تعلق ہے... تو ... ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ ماضی گذر چکا ہے اور اس کا ماتم کرنے سے کیا فائدہ.... اسے بھلا دینا ہی بہتر ہے۔ ہم اب برائے نام راجہ ہیں۔ کل رات ہم نے تمہارے سامنے اپنی گزری ہوئی شان وشوکت کا مظاہرہ کیا۔ اس کا ہمیں افسوس ہے۔ ہم اس پر نادم ہیں جہاں تک پال کا تعلق ہے اس کا اصرار ہے کہ ہمارا دماغی توازن ٹھیک نہیں اور اس سے ہمیں ڈر بھی لگتا ہے۔ وہ ایک سر پھرا نوجوان ہے ہمارا اس پر اب کوئی کنٹرول نہیں۔ وہ اقتدار کا بھوکا ہے۔ اور ایک مرتبہ پھر سینگرا پر حکومت کرنے کی خواہش اس کے دل میں انگڑائی لے رہی ہے وہ پچھلے الیکشن میں وزیر اعظم کوانگ کے خلاف کھڑا ہوا تھا۔ لیکن اس نے شکست کھائی۔ اس ہار نے اسے بری طرح متاثر کیا ہے اس وقت سے وہ اپنے آپے میں نہیں رہا ہے۔"

"آپ اس سے کیوں ڈرتے ہیں؟"

بوڑھے آدمی نے کہا۔ "وہ اس لئے کہ پال ایک خطرناک آدمی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"وہ اس لئے کہ وہ حکومت اور اقتدار کا خواہش مند ہے وہ دن رات اسی مقصد کے لئے کام کر رہا ہے۔ وہ ہر قیمت پر کامیابی چاہتا ہے اقتدار کی خواہش نے اسے اپنی حقیقی اور جڑواں بہن سے بھی بدظن کر دیا ہے۔"

"بہتر ہو گا کہ ہم راستہ بدل لیں۔ فوجی عجلت میں معلوم ہوتے ہیں۔"

ربڑ کے درختوں کے درمیان راستہ ویران تھا۔ بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ آدھا میل چلنے کے بعد راجہ نے دائیں طرف اشارہ کیا۔ اور ڈیورل نے کار ایک پگڈنڈی کی طرف موڑ دی۔ اس نے انجن کو بند کر دیا۔ وہ بیٹھے ہوئے انتظار کرتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے موٹر سائیکلوں اور ٹرک کے انجنوں کی آوازیں سنیں جو بلند ہوتی گئیں۔ پھر وہ ان کے قریب سے سنائی دیں۔ اور آخر کار دور جا کر معدوم ہو گئیں۔

"ہم سمجھ گئے۔" بوڑھے راجہ نے کہا۔ "وہ شاہراہ کے ذریعے پہاڑی محل کی طرف جا رہے ہیں اگر ہم مسٹر میک کیمپل کے ربڑ فارم کے پاس سے ہو کر جائیں تو ان سے پہلے وہاں پہنچ سکتے ہیں"

ڈیورل نے کار سٹارٹ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن فوراً ہی اس نے ہاتھ کھینچ لیا اور کچھ سننے کی کوشش کرنے لگا۔ سنسناتی ہوئی ہوا اور بارش کی آواز کے درمیان آسمان پر کسی طیارے کی آواز سنائی دی۔ یہ ایک چھوٹا سا طیارہ تھا۔ جو بہت کم بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔

"ارے یہ تو پال کا ذاتی طیارہ ہے جسے پالا میر کئی مرتبہ چلا چکی ہے۔ کیوں پالا کیا ہم کچھ غلط کہہ رہے ہیں؟"

پالامیر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "ہاں یہ وہی طیارہ ہے۔"

ڈیورل نے کہا۔ "اور یہ بھی پہاڑی محل کی طرف جا رہا ہے۔"

بوڑھے راجہ نے سنجیدگی سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہماری خواہش ہے کہ ہم اپنے مقصد کی وضاحت کر دو مسٹر ڈیوریل۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص ہمارے پہاڑی محل کی طرف جا رہا ہے۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ پچھلے کچھ عرصے سے یا و تھیڈ گوریلوں کی تخریبی سرگرمیاں شروع ہونے کے بعد کوئی ادھر آنے کی کوئی جراءت نہیں کرتا۔"

ڈیوریل نے انجن سٹارٹ کر دیا۔ پگڈنڈی اونچی نیچی تھی۔ لیکن اس پر گاڑی چلانا ناممکن نہیں تھا۔ بارش بدستور ہو رہی تھی۔ بلکہ اس کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ دائیں طرف ایک موڑ یا پھر ڈھلوانی سطح دکھائی دی۔ ایک میل چلنے کے بعد وہ ایک کھلی جگہ پر جا پہنچے۔ یہ مزدوروں کی ایک ویران بستی تھی۔ جھونپڑوں میں لمبی لمبی گھاس اگ آئی تھی۔ اور دیواروں پر بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ ایک ٹیلے پر لکڑی کا ایک بنگلہ بنا ہوا تھا۔ جس کا ایک سرا آگ سے جل چکا تھا جبکہ دوسرا سرا محفوظ تھا اس کے چاروں طرف چالیس فٹ اونچے بانس لگے ہوئے تھے۔ اس کی طرف جاتے ہوئے نصف راستے پر ایک تنا پگڈنڈی کے آر پار پڑا ہوا تھا۔ ڈیوریل نے بریک لگائی اور بارش میں کچھ سننے کی کوشش کی۔

"آپ لوگ یہاں ٹھہریں۔" اس نے کہا۔

"ہمیں بھی یہ تنا ہٹانے میں مدد کرنے دو۔" راجہ نے کہا۔

"نہیں۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔"

ڈیوریل کار سے اتر کر بڑی احتیاط سے پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا ہوا لکڑی کے تنے کی طرف بڑھا بندوق اس کے ہاتھ میں تیار تھی۔ ذرا سی دیر میں بارش میں شرابور ہو گیا۔ وہ پگڈنڈی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اچانک اس کا چہرہ غیر معمولی طور پر سنجیدہ ہو گیا۔ وہ آہستہ سے دو قدم اور چلا اور پھر رک کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے پیچھے راجہ کے کار میں سے اترنے کی آواز سنی لیکن اس نے آس پاس دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے ایک قدم اور آگے بڑھایا پھر

اس نے بچھے ہوئے جال کو دیکھ لیا لیکن اب کافی دیر ہو چکی تھی۔

اچانک کسی کمان کے چلنے کی آواز آئی اور سنسناہٹ کی آواز کے ساتھ تین بانس کی بنی ہوئی برچھیاں ڈیوریل کے سر پر سے گزر گئیں۔ وہ فوراً زمین پر لیٹ گیا۔ لیٹے لیٹے اس نے برچھیوں کے کار سے ٹکرانے کی آواز سنی۔ اسی وقت پالامیر کی چیخ کی آواز سنائی دی ڈیوریل لڑھکتا ہوا۔ پگڈنڈی کے ایک طرف واقع پر ایک جھاڑی میں جا چھپا۔ ایک مرتبہ پھر کمان کے چلنے کی آواز آئی۔ اور تین تیرہ نما بانس فضا میں اڑتے ہوئے کار سے جا ٹکرائے اور پھر بے ضرر انداز میں زمین پر گر گئے۔

ڈیوریل آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بوڑھا راجہ کار کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"یہ ضرور کمیونسٹوں کی حرکت ہے۔" اس نے کہا۔ "۱۹۵۲ء میں انہوں نے میرے ایک دوست کو اسی طریقے سے مار ڈالا تھا۔"

"آپ تو خیریت سے ہیں؟"

"بالکل۔"

"اور پالامیرا؟"

"میں بھی خیریت سے ہوں۔" پالامیر نے کہا۔

جال تاروں کی مدد سے بڑی احتیاط سے تیار کیا گیا تھا۔ یہ تار پگڈنڈی پر بچھے ہوئے تھے جو دو جھکے ہوئے بانسوں سے جا ملے تھے۔ بانسوں کے درمیان ایک تار کسا ہوا تھا جس میں برچھی نما بانس لگا دیئے گئے تھے تار پر جونہی پاؤں پڑا۔ برچھی نما بانس پوری قوت سے ساتھ تیروں کی طرح کمان سے نکل کر نشانہ پر لگ سکتے تھے۔ اس مرتبہ ان کا نشانہ چوک گیا تھا راستہ میں تنا ڈالنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ کار سے اتریں تو تیروں کا نشانہ بن جائیں۔

ڈیوریل نے جب تنے کو راستے سے ہٹایا تو اس کے دماغ میں غصے کا طوفان مچا ہوا تھا

"آؤ چلیں۔"

بنگلے کے قریب پہنچ کر لینڈ روور بیکار ہو گئی۔ کیونکہ راستے میں اگی ہوئی جھاڑیوں اور بانسوں کی وجہ سے راستہ مسدود تھا۔ چند سو گز کے فاصلے سے بنگلہ صاف نظر آ رہا تھا بارش کی شدت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ ڈیوریل نے غور سے دیکھا تو اسے نالے کے اوپر ایک لکڑی کا پل نظر آیا۔ جو بانسوں اور جھاڑیوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا

"ایک اور مصیبت۔" ڈیوریل نے کہا۔

"یہ تو پل ہے۔" راجہ نے کہا۔

"یوں کہیے کہ ایک اور جال ہے۔ کار سے اتر آیئے۔ ہتھیار اور پانی اپنے ساتھ لے لیجیے یہاں سے آپ کا محل کتنے فاصلے پر ہو گا؟"

"یہاں سے شاید دس میل۔ چڑھائی کی طرف"

"کیا آپ یہ فاصلہ پیدل چل کر طے کر سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں؟" ہم ابھی اتنے کمزور نہیں ہوئے کہ اتنا فاصلہ بھی طے نہ کر سکیں۔"

پل کے دوسری طرف سے ایک چیخ کی آواز سنائی دی۔ ایک لمحہ تک ڈیوریل کو کچھ نظر نہ آیا۔ چیخ کی آواز پھر سنائی دی۔ اس کے بعد سامنے ایک جھاڑی ہلی اور ایک لڑکی پل کی طرف سے دوڑتی ہوئی سامنے آئی۔ وہ للی فین تھی۔

"ڈیوریل۔" وہ چیخی۔ "مجھے بچاؤ۔"

راجہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ تو ڈیوریل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا اور کہا۔ "ٹھہرو" پل کے اس طرف آ کر للی فین رک گئی۔ پل لکڑی کے تختوں کا بنا ہوا تھا۔ بارش کی وجہ سے لڑکی کے بال اس کے سر سے چپک رہے تھے۔ ڈیوریل نے بندوق سنبھال لی۔

"یہاں آ جاؤ۔" اس نے پکار کر کہا۔

"جارج مصیبت میں ہے۔" وہ بولی۔ "مہربانی کر کے ہم دونوں کو بچاؤ۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"بنگلے میں۔ کار لے آؤ۔"

بندوق رکھ کر ڈیوریل نے پگڈنڈی پر پڑا ہوا ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور اسے اپنے ہاتھوں پر تولا۔ پھر اس نے اس پتھر کو پوری طاقت سے پل کے اوپر اچھال دیا۔ للی فین نے پتھر کو دیکھا تو اس کا چہرہ ڈر کے مارے سپید پڑ گیا۔ پھر وہ مڑی اور دوڑنے لگی۔ جونہی پتھر پل پر گرا اس نے اپنے آپ کو گھاس پر گرا دیا۔ دھماکے سے پوری فضا لرز اٹھی۔ پل سالم حالت میں ہوا میں بلند ہوا۔ اور ایک لمحہ میں پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ لکڑی اور بانس کے ٹکڑے فضا میں اڑنے لگے۔ ساتھ ہی شعلے اور دھواں اٹھنے لگا۔ ڈیوریل زمین پر لیٹ گیا۔ اس نے بندوق اپنے ہاتھ میں سنبھال لی۔ اب وہ فائر کرنے کے لیے بالکل تیار تھا۔ اس نے ٹریگر دبایا۔ رائفل ایک جھٹکے کے ساتھ چلی۔ اسے محسوس ہوا جیسے کہ پل کے دوسری طرف کوئی چیخا ہو۔ اس کے بعد لکڑی کے ٹکڑوں کی بارش شروع ہو گئی۔ اس نے اپنے آپ کو پالا میر کے اوپر گرا دیا۔ تاکہ وہ جلتے ہوئے لکڑی کے ٹکڑوں سے محفوظ رہے۔ اس کے بعد گولی چلنے کی آواز آئی۔ دوسری طرف سے کوئی گولیاں چلا رہا تھا۔ جو لینڈ روور سے جا کر ٹکرا رہی تھیں

اس نے مڑ کر لینڈ روور کی طرف دیکھا۔ راجہ اب بھی کار کی آڑ میں کھڑا تھا۔ خاکی لباس میں ایک شخص نے پل کے دوسری طرف جھاڑی سے باہر جھانک کر دیکھا۔ وہ شخص بھاگتا ہوا چلا گیا۔ اس کے پیچھے ایک اور شخص نظر آیا اس نے بھی راہ فرار اختیار کی۔ ڈیوریل نے ایک مرتبہ پھر گولی چلائی دونوں آدمی سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ رہے تھے۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ پل غائب ہو چکا تھا۔ وہ پالا میر کے اوپر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم ٹھیک تو ہو نا؟"

"ہاں!" وہ سرگوشیوں میں بولی۔ "دادا جان کہاں ہیں؟"

"ہم یہاں ہیں۔" بوڑھے راجہ نے کہا۔ "تو تم نے اس جال کو بھی دیکھ لیا تھا، مسٹر ڈیوریل؟"

"پل تو ایک آدمی کے بوجھ سے ہی اڑ جاتا۔ میں نے لکڑی کے نیچے تار دیکھ لیے تھے۔"

للی فین پل کے دوسری طرف گھاس پر لیٹی ہوئی تھی۔ ڈیوریل پل کے قریب نالے کے گھٹنوں گھٹنوں پانی میں چلتا ہوا دوسری طرف گیا۔ وہ اب بھی سانس لے رہی تھی اس کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا۔ لیکن زخم گہرا نہ تھا۔ اس نے کراہ کر کروٹ بدلی اور ڈیوریل کی طرف خوف زدہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"پلیز... میں مجبور ہو گئی تھی..."

"وہ لوگ کون تھے؟"

"پاؤ ہیٹ گوریلے۔ میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتی۔ جارج ان کے ہاتھ سے بال بال بچا تھا۔ اس کے بعد ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ انہوں نے مجھے پکڑ لیا اور مجھ سے کہا کہ میں تمہیں بہلا کر پل پر لے جاؤں۔"

"اور جارج کہاں ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہے؟ اس وقت اس کے سر پر بھوت سوار ہے۔ میں نے اس سے پہلے اسے اس حالت میں کبھی نہیں دیکھا۔" یہ کہتے ہوئے للی فین کے ہونٹ کانپنے لگے اور اس نے اپنے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں پل پر جانے کے لیے کہا لیکن میں مجبور تھی۔ کیونکہ انہوں نے مجھے دھمکی دی تھی۔ اگر میں نے ان کا کہنا نہ مانا تو وہ میرے ساتھ غیر انسانی سلوک کریں گے۔ اور میری عزت لوٹنے کے بعد مجھے گولی مار دیں گے۔ مجھے واقعی بڑا افسوس ہے۔"

"جارج کس طرف جا رہا ہے؟"

للی فین نے راجہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "پہاڑی محل کی طرف"

"کیا تم جانتی ہو کہ کیوں؟"

"یہ جارج نے مجھے نہیں بتایا۔ آج کل وہ خاموش اور کھویا کھویا سا رہتا ہے اور پاگلوں جیسی حرکتیں کرتا ہے۔ اس نے بس اتنا کہا تھا کہ وہ سب سے پہلے وہاں پہنچنا چاہتا ہے۔"

"کیا میرے لیے بانس کے تیروں والا جال اس نے ہی لگایا تھا؟"

"نہیں، نہیں۔ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا۔"

"تو کیا یہ پاؤ ہیٹ گوریلوں کی کارستانی تھی؟"

"شاید... میرا خیال تو یہی ہے۔"

وہ فوراً سے اٹھی اس طرح کہ اس کا جسم ڈیوریل کے جسم کو چھونے لگا۔ گرم اور بھیگی ہوئی ہوا یا اس کی سانسوں سے سنسناتی ہوئی آ رہی تھی۔ پگڈنڈی پر پڑی ہوئی پاؤ ہیٹ گوریلوں کی دو لاشوں کے علاوہ باقی گوریلے فرار ہو چکے تھے۔ راجہ نے لاشوں کا معائنہ کرنے کے بعد کہا "یہ ملائی باشندے نہیں ہیں وہ دور شمال کے رہنے والے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی وردیاں ظاہر کرتی ہیں کہ ان کا تعلق کسی منظم فوجی گروہ سے ہے۔ ان کے ہتھیار چینی ساخت کے ہیں۔"

ڈیوریل نے اثبات میں سر ہلایا۔ للی فین اپنے خوف پر غالب آ چکی تھی۔ اس کے ماتھے کا زخم معمولی نوعیت کا تھا۔

ڈیوریل نے بندوق اٹھاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ ہم کس طرح جارج تک پہنچتے ہیں۔"

۲۲

بیک کیمپ کا بنگلہ خالی خالی سا نظر آرہا تھا۔ بارش کا زور کم نہیں ہوا تھا۔ وہ ٹیلہ جس پر یہ بنگلہ واقع تھا۔ بیلوں جھاڑیوں اور بانسوں سے پٹا پڑا تھا۔ ڈیوریل نے بڑی احتیاط سے اس جگہ کا جائزہ لیا وہاں پاؤ سیٹ گوریلوں نے پتھراؤ کیا تھا۔ جس کے آثار کوڑے کرکٹ، راکھ، جلی ہوئی لکڑیوں کی شکل میں موجود تھے۔ لیکن جارج ہمینڈ کے آثار کہیں نظر نہیں آرہے تھے۔ یہاں پوری طرح تسلی کرنے کے بعد وہ بنگلے کے پورچ میں گیا جہاں راجر، پالامیر اور للی فین بارش سے پناہ لئے ہوئے بیٹھے تھے۔

"جارج کو پہاڑوں پر پہنچنے کی اتنی جلدی کیوں ہے؟" ڈیوریل نے للی فین سے پوچھا۔ جو اپنے بھیگے ہوئے بالوں کو درست کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ وہ ہوش میں نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس پر کسی نے جادو کر دیا ہو۔ اس نے کہا تھا کہ اس کے پاس سب سوالوں کے درست جواب موجود ہیں۔"

"کن سوالوں کے جواب؟"

"جن کا تعلق اس کام سے ہے جو وہ تمہارے خلاف کر رہا ہے۔"

"ہم ایک دوسرے کے خلاف کام نہیں کر رہے ہیں۔"

"لیکن وہ تو ایسا ہی سوچتا ہے خصوصاً اس رات کے بعد جب اس نے ہم دونوں کو۔۔۔"

اس نے کنکھیوں سے پالامیر کو دیکھتے ہوئے کہا: بستر میں اکٹھے دیکھ لیا تھا۔ اس نے اس کا بہت برا منایا ہے۔"

پالامیر کو چھینک آگئی لیکن ڈیوریل نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔

"للی یہ تو بتاؤ۔ کہ وہ تمہیں اپنے ساتھ کیوں لایا؟"

"وہ اس لئے کہ مجھے راستہ کا اس سے زیادہ علم ہے۔ لیکن گوریلے ہمیشہ ہم سے آگے آگے رہے ہیں۔ اس بات سے بہت غصہ آیا۔ اس نے دریا کے کنارے کئی گوریلوں کو مار بھی ڈالا ہے۔ وہ غصہ میں پاگل ہو رہا ہے جیسے چیتا اپنے شکار پر حملہ کرتا ہے۔ اسی طرح۔ مجھے تو اس سے خوف آنے لگا ہے۔ کہیں وہ مجھے بھی مار نہ ڈالے۔"

"وہ تمہیں کیوں مارے گا؟"

"اس لئے کہ میں اس کا ساتھ نہیں دے سکی۔"

پالامیر بکیٹ، ڈبے اور کارتوسوں کی پیٹیاں درست کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ وہ ان دونوں کی گفتگو سے الگ رہی۔ راجر اس کام میں اس کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔

ڈیوریل کے ذہن سے پالامیر کا خیال محو ہو چکا تھا۔ جب سے سفر شروع ہوا تھا۔ وہ اس کی طرف سے لاتعلق سا رہا تھا۔ جہاں تک للی فین کا تعلق تھا۔ وہ کافی بیباک اور چالاک نظر آرہی تھی۔ ڈیوریل نے فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھے گا۔

بنگلے سے چند میل کے فاصلے تک سڑک کھلی ہوئی اور صاف تھی۔ اور ان کو چلنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی۔ لیکن جونہی چڑھائی شروع ہوئی ہوا ٹھنڈی ہوتی چلی گئی بارش بدستور ہو رہی تھی۔ ڈیوریل نے اپنے آپ کو دو متضاد تقاضوں کے درمیان گھرا ہوا پایا۔ ایک طرف تو یہ خطرہ تھا۔ کہ کہیں کوئی چھپ کر ان پر حملہ نہ کر دے۔ اس لئے احتیاط کی ضرورت تھی۔ دوسری طرف وقت کم تھا۔ اور انہیں جلد از جلد اپنی منزل پر پہنچنا تھا۔

پگڈنڈی کے علاوہ ہر جگہ درختوں سے پٹی پڑی تھی۔ بیلیں ان کے راستے میں حائل ہو رہی تھیں کیڑے مکوڑے کاٹ رہے تھے کبھی کوئی سانپ گزر جاتا تھا۔ تو کبھی بندر شور مچاتے

لگتے تھے۔ رنگ رنگ کے پرندوں کی چہچہاہٹ بھی سنائی دے رہی تھی۔ شام کے پانچ بجے کے قریب وہ نصف دریائی راستہ طے کر چکے تھے۔ پانی میں چلتے ہوئے جونکیں ان کی ٹانگوں سے چپک رہی تھیں۔ اور پشت پر بارش کا دباؤ پڑ رہا تھا۔

اگرچہ پالامیر کے چہرے پر تھکن کے آثار موجود تھے۔ لیکن اس نے اس کا بالکل اظہار نہیں کیا۔ وہ بیلوں کو ہٹانے میں ڈیوریل کی مدد کر رہی تھی۔ انہوں نے بیلوں کو کاٹنے کے لیے کلہاڑے اور چاقو لے لئے تھے۔ بیلوں کو کاٹنے اور ہٹانے کا کام کافی صبر آزما اور کمر توڑ ثابت ہو رہا تھا۔ آہستہ آہستہ شام کے سائے پھیلنے لگے۔ ڈیوریل راجہ کی طرف سے فکرمند تھا۔ بوڑھے آدمی کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی وہ لڑکھڑا جاتا تھا۔ اور کبھی پیچھے رہ جاتا تھا۔ لیکن اس نے مدد اور سہارے کی تمام پیشکشوں کو ٹھکرا دیا تھا۔

"ہم بالکل ٹھیک ہیں۔" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"نہیں آپ کافی تھک گئے ہیں۔" ڈیوریل نے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ کاش میں آپ کو کسی محفوظ جگہ پر چھوڑ دوں۔ یہ سفر آپ کے لئے کافی مشکل اور تکلیف دہ ہے۔"

"جہاں تم جاؤ گے ہم بھی جائیں گے۔ یہ ہمارا ملک ہے اور ہم اس کے لئے جو کچھ بھی کر سکتے ہیں کریں گے۔ چاہے اس کے لئے ہمیں کتنی بھی بھاری قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔"

جب بالآخر راجہ لڑکھڑا کر گر پڑا تو ڈیوریل نے سب کو رکنے کا حکم دے دیا اور ان سب نے پالامیر کی بچی کچی سینڈوچز کھائیں اور ٹھنڈی چائے پی۔ ڈیوریل مہاگنی کے درخت کے موٹے تنے سے پشت لگائے پگڈنڈی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے ایک لہراتے ہوئے سانپ کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آیا۔ چڑیاں تک خاموش ہو گئیں۔ وہ سوچ رہا تھا۔ کہ ہینڈرا اس وقت کہاں ہو گا۔ چھ بجے تک وہ پہاڑیوں کے نیچے جا پہنچے۔ یہاں پھر بھی جنگل کافی گھنا تھا۔ پگڈنڈی واضح نہ تھی۔ اور بارش تھی کہ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ راجہ تھکن سے چور ہو چکا تھا

اس کے چہرے پر کیچڑ لگا ہوا تھا۔ اور جگہ جگہ خراشیں آئی تھیں۔ ایک مرتبہ پھر ڈیوریل نے پڑاؤ کا حکم دیا۔ سامنے پہاڑیوں کے درمیان ایک خالی جگہ تھی۔ للی فنین اس کے پاس آ بیٹھی اور گھٹنوں پر کہنیاں رکھ کر سامنے پگڈنڈی کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے لیکن اس کا گول چہرہ تر و تازہ نظر آ رہا تھا۔ ڈیوریل نے مڑ کر پالامیر کی طرف دیکھا جو اپنے دادا کے پاس بیٹھی ہوئی اس کی خبرگیری کر رہی تھی۔

للی فنین نے بھی ان دونوں کی طرف مڑ کر دیکھا۔ اس نے نفرت بھری آواز میں کہا۔ "جب راجہ نوجوان تھا تو برما سے برآمد شدہ ہاتھیوں پر سوار ہو کر اس راستے سے گزرا کرتا تھا۔ اس وقت اس کے ساتھ اس کا پالتو چیتا بھی ہوتا تھا۔" اچانک وہ کانپ اٹھی۔

"اس جنگل میں چیتے بھی ہیں۔ یہ جگہ کافی خطرناک ہے۔"

"کیا تم یہاں اس سے پہلے بھی آ چکی ہو۔؟"

ایک مرتبہ ہوائی جہاز میں پال کے ساتھ آئی تھی اور دوسری مرتبہ اس کے ساتھ کار میں۔ میں نے جارج سے کہا بھی تھا۔ کہ مجھے راستہ کا پوری طرح علم نہیں۔ لیکن وہ نہ مانا اور زبردستی مجھے اپنے ساتھ لے آیا۔"

"کیا تمہارے خیال میں وہ پاؤکھیٹ گوریلوں سے بچ نکلے گا۔؟"

"اسے کوئی بھی نہیں روک سکتا کوئی شیطانی قوت اسے آگے ہی آگے لے جا رہی ہے وہ کسی مافوق الفطرت طاقت کے زیر اثر ہے میں نے اسے اس سے پہلے کبھی اس حالت میں نہیں دیکھا۔"

"کیا وہ میری بابت بہت باتیں کرتا تھا۔؟" ڈیوریل نے پوچھا۔

"وہ بار بار یہ کہتا تھا کہ وہ تمہیں پہاڑی محل میں پہلے پہنچنے سے روکے گا

"تو اس کے خیال میں اس کے سوالوں کا جواب وہاں موجود ہے؟"

"میں نہیں جانتی کہ وہ کیا تلاش کر رہا ہے اور کیوں؟ اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا ہے اگرچہ ہم دونوں کے تعلقات نہایت گہرے اور بے تکلفی کے تھے۔" اس کی یاد امی آنکھوں میں خوف کی جھلک پائی جاتی تھی۔ "مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ جتنا میں محل کے قریب پہنچ رہی ہوں۔ میرے خوف میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔" وہ اس کے قریب کھسک آئی۔ "مجھے جارج سے اور تم سے بھی ڈر لگتا ہے۔ مجھے ہر چیز سے ڈر لگ رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔" اس کے ہونٹ کانپنے لگے۔ "میں نہیں جانتی تھی کہ میں اس مصیبت میں پھنس جاؤں گی۔ میں تو یہ سمجھی تھی کہ جارج کے ساتھ میری زندگی عیش و آرام سے گذرے گی۔ وہ مجھے امریکہ لے جائے گا۔ جہاں ہم دونوں مل کر سیر و تفریح کریں گے۔ میں لینگرڈ سے باہر کبھی نہیں گئی۔ مجھے امریکہ دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے امریکہ لے جائے گا۔ اس نے مجھے پھسلا لیا۔ میں اس کے دھوکے میں آ گئی۔ حتیٰ کہ میں نے بہت سی راتیں بھی اس کے ساتھ گزاریں۔ میں بہت بری عورت ہوں۔ پالا میر سے بھی زیادہ بری۔"

"کیا تمہارے خیال میں پالا میر ایک بری عورت ہے؟"

"سب یہی کہتے ہیں۔ اس نے یورپ میں رنگ رلیاں منائی ہیں۔ لیکن کیا میں اس سے کم ہوں میں نے بھی اپنی عزت لٹائی ہے۔ کاش کہ میں جارج سے نہ ملی ہوتی۔"

پالا میر قریب آئی اور حسینی لڑکی کو دیکھتے ہوئے ڈیوریل سے مخاطب ہوئی۔ "دادا کی حالت خراب ہو رہی ہے سام۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم دونوں کی باتوں میں مداخلت کی لیکن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"کیا وہ چل سکتے ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ ان کو چلنا چاہیے۔ چار میل کا سفر باقی ہے۔ تم دوربین کے ذریعہ

محل کو یہاں سے دیکھ سکتے ہو۔"

ڈیوریل نے گرتی ہوئی بارش کی چادر میں سے آگے دیکھنے کی کوشش کی۔ ایک لمحہ کے لئے پہاڑی کے اوپر محل نظر آیا اور پھر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"لیکن مجھے وہاں پال کے طیارے تاشنے کی جگہ نظر نہیں آئی۔" اس نے کہا۔

"وہ درختوں کے پیچھے چھپی ہوئی ہے۔ اس درے کے آگے ایک خوبصورت وادی ہے جو محل سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ مجھے وہاں زندگی کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔"

ڈیوریل اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا تھیلا اور بندوق کاندھے پر لٹکا لی۔ للی چین پریشان دکھائی دے رہی تھی۔ پھر بھی وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

سورج غروب ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔ جب وہ درے سے گزر کر وادی کے دوسری طرف چڑھائی چڑھ رہے تھے کافی بلندی پر پہاڑی چوٹی پر قلعہ نما عمارت کھڑی تھی اس کے چاروں طرف پہاڑی کھجور اور بانس اگے ہوئے تھے۔ پہاڑی ندی چاندی کی لکیر کی طرح بل کھاتی ہوئی سبز گھاس میں سے بہتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ سانس لینے کے لئے ٹھہر گئے راجہ نے ڈیوریل سے کہا۔ "چڑھائی کافی مشکل ہے۔ لیکن تم ہماری فکر نہ کرو ہم بشم پشم چڑھ ہی جائیں گے پالا میر ہماری مدد کو کافی ہے۔ تم حسینی لڑکی کے ساتھ آگے چلو۔"

"وہ پہاڑی کے اوپر کالے دھبے کیسے ہیں؟" ڈیوریل نے ہاتھ سے اوپر اشارہ کرتے ہوئے کہا

"وہ غار ہیں۔ وہاں کسی زمانے میں بودھ راہب رہتے تھے۔ اور گیان دھیان میں وقت گزارتے تھے۔ اب یہ غار بالکل خالی اور ویران ہیں۔ کسی زمانہ میں وہ محل بھی ایک خانقاہ تھی پھر ہمارے آنجہانی والد صاحب نے اسے شکار کے لئے قیام گاہ کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔"

"کیا اس محل اور ان غاروں کے درمیان کوئی تعلق ہے؟"

"ہاں کسی زمانے میں وہ آپس میں کئی سرنگوں کے ذریعے ملے ہوئے تھے۔" راجہ بولا کہ

خوراک انہی سرنگوں کے ذریعہ پہنچائی جاتی تھی۔"

"ان سرنگوں کا علم کس کس کو ہے؟"

"کسی کو بھی نہیں۔"

"کیا پالا میر کبھی ان میں گئی ہے؟"

"اسے نہیں۔ اس نے تو ان کی بابت سنا بھی نہیں ہے۔"

چڑھائی اتنی دشوار نہ تھی۔ جیسی کہ دکھائی دیتی تھی۔ پگڈنڈی واضح اور صاف تھی۔ بارش کی شدت بھی کم ہو گئی تھی۔ لیکن وادی میں بادل چھائے ہوئے تھے راچہ کی رفتار توقع سے بھی کم تھی۔ اس وقت وہ ان سے بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ ایک موڑ مڑتے ہی وہ اور پالا میر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اور ڈیوریل نے اپنے آپ کو للی فین کے ساتھ پگڈنڈی پر چڑھتے ہوئے پایا۔ جب وہ سب سے نچلے غار کے قریب پہنچے للی فین لڑکھڑائی، چیخی اور پھسل کر گرنے لگی۔ ڈیوریل نے بندوق پھینک کر اس کے ہاتھ پکڑ لئے اور اوپر کھینچ لیا۔ وہ پگڈنڈی پر دم سادھے ہوئے لیٹ گئی پھر رونے لگی۔

"ہائے۔ میرا ٹخنہ . . . . ."

"یہاں بیٹھ جاؤ۔" ڈیوریل نے اسے چٹان کے سہارے بٹھاتے ہوئے کہا۔ اس کا سکرٹ پھٹ گیا تھا۔ اور چہرے پر خراشیں تھیں اس کی آنکھوں کی پتلیاں اوپر کو چڑھنے لگیں

"بے ہوش مت ہونا۔" ڈیوریل نے کہا۔

"میں . . . . میں . . . . کیا کروں؟"

"کیا تم کھڑی نہیں ہو سکتیں؟"

"نہیں۔ اف میرا ٹخنہ!"

کوشش کرو۔"

وہ غصہ میں اس کی طرف مڑی۔ "تم اتنے ظالم کیوں ہو؟ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں بہانہ کر رہی ہوں؟"

"شاید۔" ڈیوریل نے کہا۔ "اچھا اب اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاؤ۔"

للی فین کے ہونٹ غصے سے کانپنے لگے اس نے مڑ کر پگڈنڈی کو دیکھا۔ لیکن ابھی تک راچہ اور پالا میر نظر نہیں آ رہے تھے۔ اوپر چٹان میں ایک غار سا تاریک دہانہ نظر آ رہا تھا۔ یہ چڑھائی عمودی تھی۔

"آؤ چلیں۔ ہم وہاں آرام کریں گے۔"

"مجھے . . . . مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"تم کس سے ڈرتی ہو۔"

"چارلس سے . . . . اور تم سے اور . . . . "

ڈیوریل نے اسے اٹھا کر کھڑا کر دیا وہ اس کے بازو سے چمٹ گئی۔ ڈیوریل نے ایک بازو میں بندوق اٹھائی اور دوسرے سے للی فین کو سہارا دیتا ہوا اوپر چلا۔ غار کے دہانے پر بیلیں چڑھی ہوئی تھی۔ اور اندر جانے کا راستہ مسدود تھا۔ للی فین پگڈنڈی پر بیٹھ گئی۔ وہ نیچے وادی میں دیکھ رہی تھی اس کے جسم پر کپکپی طاری تھی۔ غار کے اندر لمبے ستون کی یادگاریں رکھی تھیں جو انسانی بھی تھیں اور حیوانی بھی ایک بڑا سا بت تھا جو شیطانی ہنسی ہنس رہا تھا۔ دیواروں پر بہت سی تصویریں کندہ تھیں۔ گندی فضا میں سانس لینے کی کوشش کرتے ہوئے ڈیوریل نے اندر جانے کی کوشش کی۔ تھوڑی دور جا کر غار ختم ہو گیا تھا۔ وہ واپس دہانے کی طرف آیا۔ اندر جانے آنے میں بمشکل تین منٹ صرف ہوئے ہوں گے۔ وہ غار سے باہر نکلا تو دیکھا کہ للی فین غائب تھی۔ "للی" اس نے پکار کر کہا

اس نے بندوق اٹھائی پھر جھکالی۔ محل کی بنیاد صرف سو فٹ اوپر تھی۔ اس کی پتھریلی بنیادیں چوٹی کے اوپر گہری قائم تھیں۔ وہاں اسے کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ لیکن پھر بھی اسے اونچی آواز میں للی کو پکارنے کی ہمت نہ ہوئی۔ وہ اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔ لڑکی پگڈنڈی کے اگلے موڑ پر غائب ہو چکی تھی وہ وادی میں شام کے سائے اترتے ہوئے دیکھنے لگا۔ کہیں کوئی پرندہ بولا اور ایک کنکر چوٹی سے لڑھکتا ہوا نیچے آیا۔

پالامیرا اس کے قریب آ پہنچی۔ اس نے پوچھا۔ "وہ کہاں گئی؟"

"چلی گئی۔"

"مجھے افسوس ہے۔ وہ اپنی اہمیت منوانے کے لئے جارج ہمینڈ کو استعمال کر رہی ہے۔"

"پھر بھی وہ وزیر اعظم کوانگ کی بیٹی ہے اس کی حفاظت کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے"

"کیوں نہیں! تمہیں اس کی پرواہ نہیں ہو گی تو اور کس کو ہو گی۔"

ڈیوریل نے اس کے لہجہ کے طنز کو محسوس کیا لیکن خاموش رہا۔ وہ غار کی طرف مڑا۔ یہ جاننے کے لئے کہ کیا واقعی جارج ہمینڈ وہاں موجود تھا جیسا کہ للی فین نے کہا تھا۔

وہ اندر جانا نہیں چاہتا تھا۔ یقیناً جارج نے اس کی آواز سن لی ہو گی وہاں وہ اندھیرے میں اس کی تاک میں کھڑا ہو گا۔ غار کے اندر جانا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ وہ ایسے شخص سے مقابلہ کرنے سے کترا رہا تھا۔ جو چھپ کر اس پر وار کرنا چاہتا تھا۔ اور جس کی ذہنی صحت بھی مشکوک تھی۔ لیکن غار میں داخل ہوئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے پالامیرا اور راجہ کو اپنی جگہ ٹھہرنے کو کہا اور خود غار کے اندر گھس گیا۔

۲۳

غار کے دہانے کے پاس ہی اس کے فرش پر انسانی ہڈیاں اور پنجر بکھرے پڑے تھے

اور اس قدر بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ کہ کھایا پیا نکلتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ غار کی دیوار کے ساتھ ایک قربانی کا چبوترہ تھا۔ ایک چبوترے پر چار بازوؤں والے دیوتا کی مورتی رکھی تھی۔ سانس روکے ہوئے وہ دیوار کے ساتھ چپکا ہوا کچھ سننے کی کوشش کرنے لگا۔ بندوق کے ٹریگر پر اس کی انگلیاں بھینچ گئیں۔ چنانچہ اس نے بندوق دوسرے ہاتھ میں تھام لی۔ اور انگلیوں کو سہلانے لگا۔ غار کے منہ سے آنے والی مدھم روشنی غار کی تاریکی کو کم کرنے سے قاصر تھی۔ پہلے پہل اس نے کوئی آواز نہیں سنی پھر ایک کلک کی آواز آئی۔ اس نے کان کھڑے کئے اور بندوق تان لی۔ اس نے اپنے اندر ایک غیر معمولی کشیدگی محسوس کی اس سے پہلے اس کا واسطہ جارج ہمینڈ جیسے شخص سے کبھی نہیں پڑا تھا۔ ہمینڈ اس پیشے کے تمام داؤ پیچ سے آگاہ تھا۔ اس کے علاوہ اس نے کچھ اپنے طریقے بھی ایجاد کر لئے ہوں گے ایسے خطرناک دشمن کا مقابلہ آسان نہ تھا۔

اس نے پھر کلک کی آواز سنی۔ چار بازوؤں والے مجسمے سے آگے غار ایک تنگ سرنگ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اور یہ سرنگ چٹان کے اندر گھستی چلی گئی تھی۔ اس وقت وہ محض سیاہ لمبے دھبے کی مانند نظر آ رہی تھی۔

کلک

اس کا خیال سانپوں، چمگادڑوں، چھپکلیوں اور دوسرے کیڑے مکوڑوں کی طرف گیا لیکن یہ آواز ان کی نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ یہ دھات کی آواز تھی۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا۔ کہ ہمینڈ وہاں موجود تھا۔

لمبے قدم اٹھاتے ہوئے وہ ہڈیاں بچھے ہوئے فرش کو پار کر گیا۔ اور سرنگ کے دہانے کے پاس دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ سرنگ تقریباً دس فٹ اونچی اور دو فٹ چوڑی تھی۔ اس میں داخل ہونے کے لئے اسے پہلو کے بل داخل ہونا تھا۔ اگر مقابلہ ہمینڈ کے علاوہ کسی اور سے ہوتا تو ڈیوریل یقیناً گولیاں برساتا ہوا اندر داخل ہو جاتا۔ لیکن اب وہ چاہتا تھا۔ کہ پہلا وار جارج ہمینڈ کرے

اس نے سرنگ کے اندر قدم رکھ دیا۔

کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔ وہ انتظار کرتا رہا۔ وہ آہستہ آہستہ سانس لے رہا تھا۔ سامنے مکمل اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس نے فرش کو اپنے پیروں سے ٹٹولا۔ تین قدم آگے بڑھا اور پھر رک گیا کہیں سے پانی کے ٹپکنے کی آواز آ رہی تھی۔ اچانک ہوا کا جھونکا۔ اس کے رخساروں سے ٹکرایا اس نے ایک اور قدم آگے بڑھایا۔ اور پھر زمین پر جھک کر چاروں ہاتھ پاؤں پر چلنے لگا تاکہ راستہ ڈھونڈنے میں آسانی ہو۔ فرش آہستہ آہستہ بلند ہوتا جا رہا تھا۔ اچانک اس کا ہاتھ ایک تار سے چھوا جو فرش سے تین انچ اوپر ایک دیوار سے دوسری دیوار تک کھینچا ہوا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور بڑی احتیاط سے تار کے اوپر سے پھلانگ گیا۔ اس کے پاؤں کے نیچے ایک کنکر آ گیا۔ جس سے آواز پیدا ہوئی۔ وہ ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا۔ اب ہوا زیادہ تیزی سے اس کے بالوں رخساروں سے ٹکرا رہی تھی۔ اس کے اوپر ایک مدھم سی روشنی چمک رہی تھی۔ اس نے بہت ہی آہستہ آہستہ سانس لینے کی کوشش کی۔ پسینہ اس کی گردن پر رینگ رہا تھا۔ وہ ہمینڈ کا نام لے کر پکارنا چاہتا تھا لیکن ہمینڈ کو معلوم تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ پھر اوپر کی طرف چلا۔ سرنگ کا یہ حصہ تابوت کی طرح محسوس ہوتا تھا۔ اس نے اوپر سے آتی ہوئی جھلملاتی ہوئی روشنی میں اس کی دیواروں کا جائزہ لیا۔ یہ روشنی دن کی روشنی نہ تھی۔ اس کے راستے میں تین فٹ آگے تک ہڈیوں کا ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ اس نے بندوق رکھ دی اور ہڈیوں کو ٹٹول کر دیکھنے لگا۔ وہ بہت پرانی۔ شکستہ انسانی ہڈیاں تھیں۔ وہ ہڈیوں پر پاؤں رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کہ آخر ہمینڈ کس طرح ان پر قدم رکھے بغیر آگے گیا ہو گا۔

پھر اسے ایک لمبی سی پتلی سی ہڈی دکھائی دی۔ وہ اس جگہ رکھی ہوئی تھی۔ جہاں پر اس کے قدم رکھنے کا امکان تھا۔ اس کا ایک سرا دیوار میں لگا ہوا تھا۔ اس طرح کہ یہ ایک لیور کا کام دے رہی

تھی جس کے ایک سرے پر بھاری پتھر رکھے ہوئے تھے۔ اس ہڈی پر پاؤں پڑتے ہی وہ پتھر اس پر آ گرتے وہ ان کے نیچے کچلا جاتا۔ ڈیوریل نے بندوق پھر اٹھائی اور ہڈی سے بچ کر آگے نکل گیا۔ اس جگہ روشنی پہلے سے کچھ زیادہ تھی۔ دائیں طرف دیوار میں تاریک طاق تھے۔ جن میں بت رکھے ہوئے تھے۔ فرش چڑھائی کی صورت میں اوپر ہی اوپر جا رہا تھا۔ چلتے چلتے ڈیوریل ایک وسیع غار میں جا پہنچا وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ فرش پر ایک موم بتی جل رہی تھی۔ کینوس چڑھا ہوا ایک صندوق اور ایک رائفل اس کے قریب رکھی ہوئی تھی۔ دوسری طرف سرنگ تاریکی میں گم ہو گئی تھی۔ وہ بڑی احتیاط سے مڑا اور اس طرف دیکھنے لگا۔ جدھر سے وہ آیا تھا۔ اچانک خوف کی لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔

"باہر نکل آؤ جارج!" اس نے آہستہ سے کہا۔

سب سے پہلے اس نے ہمینڈ کی بندوق کی چمک دیکھی۔ ایک قد آدم تاریک طاق سے جارج ہمینڈ باہر نکل کر اس کے سامنے آ گیا۔ ڈیوریل نے پہلے اس کی بندوق کی طرف دیکھا۔ اور پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اس کی آنکھوں سے دیوانگی اور وحشت برس رہی تھی۔ ڈیوریل نے اپنی بندوق رکھ دی۔

"واقعی تم بڑے چھر تیلے ثابت ہوئے،" ہمینڈ نے کہا۔

"یہاں تک پہنچتے پہنچتے تم نے کتنے آدمیوں کو مارا ہے؟"

"چھ یا سات مر گئے کم بخت۔ مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔"

"وہاں اوپر کیا ہے؟" ڈیوریل نے پوچھا۔

"پارٹیٹ گوریلے۔ وہ محل کو بطور ہیڈ کوارٹر استعمال کر رہے ہیں۔"

"کیا تم وہاں جا چکے ہو؟"

"یقیناً۔ وہاں ایک اسلحہ کا ڈپو، ایک فیلڈ ہاسپٹل، بیرکیں ہیں۔ تم اسے ایک باقاعدہ کمانڈو بیس کا نام دے سکتے ہو۔"

"وہ کہاں سے آئے ہیں؟"

ہمینڈ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ "ہنوٹی نے انہیں بھیجا ہے۔ یا شاید پلینگ نے لیکن مجھے کیا پرواہ؟"

"تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ جاؤ سام۔"

ڈیوریلی نے ویسا ہی کیا جیسا کہا گیا تھا۔

"دوسرے لوگ کہاں ہیں؟" ہمینڈ نے پوچھا۔

"وہ غار کے باہر کھڑے ہیں۔ ہماری مڈبھیڑ للی فین سے ہوئی تھی۔"

ہمینڈ کی گہری دھنسی ہوئی آنکھیں چمک اٹھیں: "کتیا ... کاش کہ میں اس کتیا کو مار دیتا۔"

"کیا اس نے تمہیں دھوکہ دیا ہے؟"

"ہاں۔ اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ تم خوش قسمت ہو کہ تم نے اس سے چھٹکارا حاصل کر لیا اور تم اب بھی زندہ ہو۔"

ڈیوریلی نے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ تم اس کے لئے پاگل ہو رہے ہو۔"

"میں دنیا میں کسی کے لئے پاگل نہیں ہوا۔" ہمینڈ اتنا پاگل ہو رہا تھا کہ غصے کے عالم میں ہر چیز کو تباہ و برباد کر سکتا۔ اس کے پاگل پن نے اسے اور بھی خطرناک بنا دیا تھا: "مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں سمجھے؟"

ڈیوریلی نے کہا "کیا میں اپنے ہاتھ نیچے کر سکتا ہوں؟"

"اپنا چاقو چھونے کی کوشش مت کرو۔ میں اسے تمہاری دائیں جانب کی جیب میں دیکھ سکتا ہوں۔ کیا تمہارے پاس دستی بم بھی ہیں؟"

"دستی بم؟ نہیں تو۔ لیکن میرا تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے جارج؟"

"لیکن میرا تم سے جھگڑا ہے۔ مجھے ابھی اس وقت تمہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہیئے مجھے

کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا؟"

ہمینڈ نے دانت پیستے ہوئے کہا: "ایسا کرنے سے شور ہوگا۔ اور ہمارے سروں پر دو سو پائی بھت گولے موجود ہیں۔ بلاشبہ میں تمہیں گلا گھونٹ کر بھی مار سکتا ہوں۔"

"ایسا کرنے کی کوشش بھی مت کرنا کیونکہ میں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا۔"

"تم مجھے قتل کر ہی نہیں سکتے۔"

"میں قتل کر سکتا ہوں جارج۔ اگر مجبور کر دیا گیا تو۔۔۔" ڈیوریلی نے کہا۔ "تم میرے بہت قریب ہو۔ جو احتیاط کے منافی ہے۔ کم از کم ہمیں ایسی تربیت نہیں دی گئی۔ اپنا فاصلہ قائم رکھو۔"

"تم کافی سمارٹ معلوم ہوتے ہو۔"

"چیانگ جی کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا۔ اسے کس نے قتل کیا تھا؟"

"تمہارے خیال میں یہ کس کا کام ہے؟"

"یہ تم نہیں تھے۔"

"نہیں۔ وہ میرے لئے مفید تھا۔"

"پال میری ڈیلی؟" ڈیوریلی نے کہا۔

"ہاں اس نے چیانگ جی کو قتل کیا تھا۔"

"تو گویا تمام حالات و واقعات کے پس پردہ پال میری ڈیلی کار فرما ہے؟"

"اگر ایسا ہوتا تو بھی کوئی اچنبھے کی بات نہ تھی۔"

"اور تلانگ کی بابت تمہارا کیا خیال ہے؟"

"وہ یہاں پہنچنے والا ہے۔ شاید وہ یہیں قریب موجود ہے۔"

"پال کے ساتھ؟"

"وہ بچھے ہوئے جال میں پھنسنے کے لئے آ رہا ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ گوریلے کتنے طاقتور ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ ان کے خلاف فوجی کارروائی آسان ہو گی۔ لیکن مجھے اس کی کیا پرواہ؟"

"اور تھنڈر بولٹ طیارے؟"

"میں نے انہیں اور ان کے پائلٹوں کو نہیں دیکھا ہے۔" ہمینڈ کے لہجے میں تلخی تھی۔ "میرا زیادہ تر وقت تم سے جان چھڑانے میں صرف ہوا۔ سمجھ لو کہ یہ میرا کھیل ہے۔ میں نے اس چانس کے لئے کافی عرصہ تک انتظار کیا ہے۔ ماہرِ نفسیات نے کہا تھا کہ میرا ذہنی توازن درست نہیں۔ میں خون بہا کر خوش ہوتا ہوں۔ اور اتنا بوڑھا ہو چکا ہوں کہ جاسوسی کا کام نہیں کر سکتا۔ مگر مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں ہے میں شرط لگانے کے لئے تیار ہوں کہ میں موجودہ مشن میں کامیاب ہوں گا۔"

"اپنے حواس پر قابو رکھو جارج۔"

"بزرگوں کی طرح مجھے نصیحت مت کرو۔" ہمینڈ نے چیخ کر کہا۔ اور چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ایک لمحے کے لئے اس کے ہاتھ میں تھامی ہوئی بندوق شدت سے کانپ اٹھی۔ فرش پر رکھی ہوئی موم بتی کی روشنی میں اس کا جھریوں دار چہرہ موت کے چہرے کی مانند نظر آ رہا تھا۔ پھر اچانک وہ مسکرایا۔ ہاتھ اپنی خاکی قمیص کی طرف لے گیا۔ اور اپنا ولندیزی سگار نکال لیا۔ ایسا کرتے ہوئے بھی اس کی نظریں ڈیوریل کے چہرے سے نہ ہٹیں۔ اس نے اپنے انگوٹھے کے ناخن پر دیا سلائی رگڑ کر جلائی اور سگار سلگا لیا۔

"کیا تم کو معلوم ہے کہ میں کل رات لینڈ روور کے پاس تمہارا انتظار کر رہا تھا؟" اس نے دریافت کیا۔ اس کا لہجہ اچانک بہت پرسکون ہو گیا تھا۔

"میں نے تمہارے سگار کی بو سونگھ لی تھی۔"

"اور تم یہ سوچتے ہو گے کہ میں نے تمہیں اس وقت گولی مارنے کی کوشش کی تھی۔ کہ جب تم پالا میر کے ساتھ نہر میں غوطہ لگا رہے تھے؟"

"تمہارا نشانہ بال بال چوک گیا تھا۔"

"میرا نشانہ بالکل سچا ہے وہ کبھی نہیں چوک سکتا۔ میرے خیالوں میں تم مر چکے تھے لیکن پھر میں نے سوچا کہ شاید تم کسی کام آ جاؤ چنانچہ میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اس کے بعد بھی میں نے تمہیں قتل کرنے کا ارادہ کئی بار بدلا ہے۔ جب تم میرا پیچھا کر رہے تھے۔ تو میں بڑی آسانی سے تمہیں ٹھکانے لگا سکتا تھا۔"

"ہمیں چاہیئے کہ ہم اب بھی مل کر کام کریں جارج۔"

"آخر کیوں؟" ہمینڈ نے کہا۔ "یہ میرا کھیل ہے۔ تمہیں اس میں حصہ لینے کا کیا حق ہے؟ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔"

"اس وقت میں پائلٹوں کی بابت سوچ رہا ہوں۔"

"کونسے پائلٹ؟"

"تھنڈر بولٹ طیاروں کے پائلٹ، میرا خیال ہے۔ کہ وہ اب بھی زندہ ہیں۔ شاید وہ اس محل میں قید ہیں۔"

"نہیں۔ وہ وہاں نہیں ہیں۔ وہ مر چکے ہیں۔"

"کیا تمہیں یقین ہے؟"

"کم از کم میرا اندازہ یہی ہے۔ آخر پاؤ تھیٹ گوریلوں کو کیا پڑی ہے کہ انہیں قید میں رکھ کر ان کو خوراک مہیا کریں؟"

ڈیوریل نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ان کو اس قید سے رہائی دلائیں۔"

"پھر؟"

"پھر ہم ان ڈاکوؤں اور طیاروں کا کھوج لگائیں گے جو چوری ہوئے ہیں، ہم یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ ان وارداتوں کے پس پشت کس کا ہاتھ ہے۔"

"کس کا ہاتھ ہے؟"

"پہلے میرا خیال تھا کہ پال یہ سب کچھ کر رہا ہے۔" ڈیوریل نے کہا۔ "لیکن پھر یہ خیال غلط ثابت ہو گیا۔ جب میں پہلی مرتبہ اس سے ملا تو وہ پالامیر کے ساتھ تھا۔ اس وقت میں سمجھ گیا کہ یہ اس کا کام نہیں ہو سکتا۔"

ہمینڈ نے کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔"

"تمہارے خیال میں وہ کون ہو سکتا ہے؟"

ہمینڈ نے بندوق نیچے کر لی اور پیچھے کی طرف ہٹا۔ سگار اس کے زرد دانتوں میں دبا ہوا تھا۔ وہ لنگڑاتا ہوا اس جگہ گیا جہاں اس نے کینوس کا صندوق اور موم بتی رکھی تھی پھر تیز نظروں سے ڈیوریل کو دیکھنے لگا۔

"میں یہاں اس جگہ تمہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دوں گا۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے۔"

"کیوں نہیں کر سکتا؟" ہمینڈ نے کہا۔ "کیا میں کسی سے ڈرتا ہوں۔ نہیں مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔"

"راجہ بندوق تانے پیچھے آ رہا ہے اس کا نشانہ بھی تمہاری طرح سچا ہے وہ تمہارے بچھائے ہوئے جالوں سے بھی نکل آیا ہے۔"

ہمینڈ بالکل بے حس و حرکت کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے مایوسی کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "اگر یہ جھوٹ ہے۔ تو بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ میں تھک گیا ہوں۔ بہت تھک گیا ہوں۔" اس نے بندوق رکھ دی۔ اور ڈیوریل کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو گیا اور صندوق کھولنے لگا۔ پہلی مرتبہ ڈیوریل نے کھل کر سانس لی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے وہ ازل سے سانس روکے کھڑا رہا ہو۔

"میری بندوق؟" اس نے کہا۔

"واقعی بہت اچھی ہے؟" ہمینڈ نے کہا۔ "مجھے اس کی ساخت بہت پسند ہے۔ اسے اٹھا لو اور کچھ دستی بم بھی جیبوں میں بھر لو۔ اور اس بوڑھے کھوسٹ سے کہو کہ اپنی بندوق رکھ دے۔ میں للی فین کا پتہ لگانا چاہتا ہوں۔ اور مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

۲۴

انہوں نے ٹین کے پیالوں میں نیم گرم چائے پی۔ پالامیر فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔ موم بتی کی روشنی میں اس کا چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے خالی دکھائی دے رہا تھا۔ ڈیوریل غار کے دوسرے سرے پر کھڑا تھا۔ جہاں سے محل تک جانے والی پتھر کی چٹان میں تراشی ہوئی سیڑھیاں شروع ہوتی تھیں ڈیوریل سوچ رہا تھا۔ کہ کاش وہ ہمینڈ کے چہرے سے اس کے دلی جذبات کو بھانپ سکتا۔ اس چہرے پر اب بھی نفرت اور رشک و رقابت کے تاثرات موجود تھے۔ ڈیوریل کو ایسا محسوس ہوا۔ جیسے کہ وہ ایسے تنے ہوئے تار پر کھڑا ہو جو ٹوٹنے ہی والا ہو۔

"میں ان لوگوں کی باتیں سنتا رہا ہوں" ہمینڈ نے اپنے انگوٹھے سے اوپر محل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس کی تقریر مختصر اور جامع تھی۔ لیکن اس دوران اس نے ڈیوریل کی طرف ایک دفعہ بھی نہیں دیکھا۔ اس کی بجائے وہ پالامیر کے چہرے کو دیکھتا رہا۔

"ہمیں ایئر فیلڈ تک جانے کے لئے تنگ گھاٹی سے گزرنا ہو گا۔ جس پر پہرہ لگا ہوا ہے اس گھاٹی کے سرے پر ایک گاؤں ہے جس میں ہو کر ہمیں گزرنا ہے۔ وہاں کے مقامی باشندے

علاقہ قیدی ہیں۔ پادٗ بھیٹ گوریلے ان سے بیگار کا کام لیتے ہیں۔ میں پہلے بھی اس گھاٹی میں سے ہو کر وہاں گیا تھا۔ لیکن تمہارا انتظار کرنے کے لئے واپس آگیا۔" وہ مسکرایا جیسے پاگل مسکراتے ہیں
"یہ بڈھے میاں یہ سفر نہیں کر سکتے۔"

راجہ نے آہستہ سے کہا۔ "ہم اتنی دور تک آ گئے ہیں اور اب ہمارا ارادہ رکنے کا ہرگز نہیں ہے یہ ہمارا ملک ہے جہاں کسی زمانے میں ہماری حکومت تھی۔ اگرچہ اب ہم اس کے ایک معمولی شہری ہیں لیکن ہم ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔"

ہمینڈ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ "پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔"

"تم نے کہا تھا۔ کہ کرنل تلانگ اپنے فوجی دستوں کے ساتھ یہاں پہنچنے والا ہے اور اس کے فوجی سپاہی گوریلا لڑائی کے لئے خصوصی طور پر تربیت حاصل کر چکے ہیں۔ تو کیوں نہ ہم یہاں بیٹھ کر ان کی کمک پہنچنے کا انتظار کر لیں۔"

"ہم انتظار نہیں کر سکتے۔" ہمینڈ نے کہا۔ "کل صبح سویرے سے وہ تھر لیٹر جیٹ طیاروں سے لینٹ گڑا پر بمباری کرنے والے ہیں۔ یہاں کی اس مہم کا آغاز ہو گا۔ جس کے ذریعہ اس ملک کو عوامی جمہوریہ بنا دیں گے۔"

"لیکن اگر انہوں نے امریکی کرایہ کے طیاروں کو استعمال . . . ." راجہ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کا چہرہ سفید پڑ چکا تھا۔

"بالکل یہی بات ہے۔ پہلے پہل تو دنیا یہی سمجھے گی۔ کہ بمباری امریکی طیاروں نے کی ہے اس طرح غلط فہمیاں پیدا ہوں گی جن سے فائدہ اٹھا کر گوریلے ملک پر قابض ہو جائیں گے۔ پھر اس کے بعد تمہارے پوتے کو وزیر اعظم بنا دیا جائے گا۔ اور یہی اس کی دیرینہ خواہش ہے۔ وہ اقتدار چاہتا ہے چاہے وہ برائے نام ہی کیوں نہ ہو۔ وہ کٹھ پتلی حکمران بننے کے لئے بھی تیار ہے۔"

راجہ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے بندوق اٹھائی پھر رکھ دی۔ پالامیر کھسک کر اس کے قریب

چلی گئی۔ بوڑھے آدمی نے کچھ کہنے کی کوشش میں منہ کھولا۔ مگر الفاظ اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ اس نے سر جھکا لیا اور کہا۔ "پال کی بابت یہ سن کر مجھے انتہائی صدمہ ہوا ہے۔"

"اسی لئے تو میں کہتا ہوں۔ کہ تم یہیں پر ٹھہرو۔" ہمینڈ نے کہا۔

"نہیں مسٹر ہمینڈ۔ انسان کو ہر حالت میں اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہنا چاہیے۔ اگر پال اس سازش میں شریک ہے تو وہ یقیناً ہمارا دشمن ہے۔"

"میرا ارادہ اسے قتل کر دینے کا ہے" ہمینڈ نے انتہائی بے رحمی سے کہا۔ "کیا اب بھی تم ہمارے ساتھ چلو گے؟"

راجہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ ایک دوسرے کے پیچھے ایک ایک کر کے پتھر کی تنگ سیڑھیوں پر چڑھنے لگے۔ جو اوپر محل کی طرف جا رہی تھیں۔ محل میں پہنچ کر وہ طویل، تاریک خالی غلام گردشوں میں سے گزرے۔ راجہ نے ان کمروں کی طرف اشارہ کیا جو کھولے جا سکتے تھے۔ اندر جن کو ذخیرہ گاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے سروں پر کسی کے قہقہے کی آواز سنی۔ اور ایک دفعہ گولی چلنے کی آواز آئی ہمینڈ آگے آگے چل رہا تھا۔ ڈیوریل سب سے پیچھے تھا۔ جگہ جگہ کھڑکیاں تھیں۔ جو وادی میں کھلی تھیں۔ کھڑکیوں میں سے وادی ملگجی اندھیرے میں لپٹی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ مکمل تاریکی چھانے میں ابھی نصف گھنٹہ باقی تھا۔ آخری سیڑھی پر پہنچ کر ایک دروازہ ملا۔ جو انہیں ایک باغ میں لے گیا فضا میں کیمپ کا دھواں پھیلا ہوا تھا۔ بارش تھم چکی تھی۔ اور درختوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

ہمینڈ نے ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔ آدمیوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ دروازے سے تھوڑے فاصلے پر باغ میں ایک چھوٹی سی بانس کی کرسی رکھی ہوئی تھی۔ اس پر للی فین بیٹھی تھی۔ ایک پستہ قد گوریلا اس کے پاس کھڑا ہوا سگرٹ پی رہا تھا۔ اور باتیں بھی کرتا

جا رہا تھا۔

"ہمیں اسی طرف سے باہر جانا ہے۔ سب سے پہلے میں اس لڑکی سے نمٹنا چاہتا ہوں"

"کیا ہم چکر کاٹ کر کسی دوسری طرف سے باہر نہیں جا سکتے؟" ڈیوریل نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں اس لڑکی سے اپنا حساب چکانا چاہتا ہوں۔ اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے میرے ساتھ بے وفائی کی ہے۔ وہ پال کی داشتہ ہے وہ میرے پاس میرے راز معلوم کرنے آئی تھی اس نے مجھے اپنی محبت کے جال میں پھانس کر قونصل خانے کی سکیورٹی فائلوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ وہ انہیں پال کی معرفت پادریٹ گوریلوں تک پہنچانا چاہتی تھی۔"

"صبر کرو ہمینڈ اور ضبط کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو۔" ڈیوریل نے کہا۔

ہمینڈ کا جسم غصے سے کانپ رہا تھا۔ اس نے بندوق اٹھائی اور چینی لڑکی کا نشانہ لینے لگا۔ ڈیوریل نے بندوق کی نالی ہاتھ سے نیچے کرتے ہوئے کہا۔ "یہ کیا کر رہے ہو جارج؟ کیوں بنا بنایا کام بگاڑنا چاہتے ہو؟"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" ہمینڈ نے کہا۔

اس سے پہلے کہ ڈیوریل اسے روک سکتا۔ ہمینڈ خاموشی سے باغ میں چلا گیا۔ گوریلا مڑا اس کے چہرے پر تعجب کے آثار تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ چیختا یا اپنی بندوق اٹھاتا۔ ہمینڈ کی بندوق کا کندا اس کے حلق میں پہنچ چکا اور ہمینڈ اس کے پیچھے کھڑا ہوا بندوق سے اس کا گلا دبا رہا تھا للی فین کرسی سے اٹھنے لگی اس کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں اس سے پہلے کہ وہ بھاگ سکتی ڈیوریل اپنی جگہ سے اچھلا اور اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا۔ تاکہ وہ چیخ نہ سکے۔ گوریلے کے گلے کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز آئی۔ ڈیوریل کے بازوؤں میں للی فین بری طرح مچل رہی تھی۔ اور ہاتھ پاؤں چلا رہی تھی۔ ہمینڈ نے مردہ گوریلے کو زمین پر پھینکا اور پھر للی فین کی طرف آیا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ اور آنکھوں

سے خون ٹپک رہا تھا۔ ڈیوریل نے لڑکی کو اٹھا کر دوسری طرف کر لیا۔ اس کا ہاتھ اب بھی اس کے منہ پر تھا۔

"اسے مت مارو۔ جارج"

طوفانی ہواؤں میں ڈولتے ہوئے درخت کی طرح ہمینڈ اپنی جگہ پر جھوم رہا تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ راکھ کی طرح تھا۔ اس نے خونیں نظروں سے لڑکی کو دیکھا پھر راجہ آگے بڑھا اور بولا۔

"اس سے پہلے کہ کوئی ہمیں دیکھ لے بہتر ہوگا۔ کہ ہم یہاں سے رخصت ہو جائیں۔"

گھاٹی میں پگڈنڈی کافی تنگ تھی۔ بہت نیچے ایک چھوٹا سا چشمہ گرج رہا تھا۔ بارش پھر شروع ہو چکی تھی۔ للی فین کے بازو اس کی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ اور منہ میں کپڑا ٹھونسا ہوا تھا۔ اس کے حلق سے رونے کی ہلکی ہلکی آوازیں نکل رہی تھیں۔ اس کے پیچھے ہمینڈ اسے دھکے دیتا ہوا چل رہا تھا۔ اس وقت وہ کچھ زیادہ ہی لنگڑا کر چل رہا تھا۔ لیکن اس کے قدم تیز اور پنے تلے پڑ رہے تھے۔ بارش کا پانی ان کے اوپر پڑ رہا تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک بھیگ چکے تھے۔ بادلوں کے پیچھے سے ڈوبتا ہوا سورج نکل آیا۔ جس کی روشنی میں پہاڑ کی چٹانیں چمک اٹھیں۔ اب وہ گھاٹی کے سرے پر پہنچ چکے تھے۔ یہاں راستہ کافی چوڑا ہو گیا تھا۔ وہ اس شاہراہ سے کئی سو فٹ اوپر کھڑے تھے۔ جو وادی میں داخل ہو رہی تھی۔ ان کے اور ایک چھوٹی سی جھونپڑی کے درمیان بانس اور انگور کی بیلیں حائل تھیں۔ جہاں دو یا تین پستہ قد آدمی اپنے کندھوں پر بندوقیں لٹکائے آسمان پر قوس قزح کو دیکھ رہے تھے۔

"ٹھہرو" ڈیوریل نے کہا۔

"وہ کیوں؟" ہمینڈ نے پوچھا۔ پھر کہنے لگا۔ "دیکھو۔ میں راستہ سے واقف ہوں..."

"لیکن ہم تو اس سے واقف نہیں ہیں۔"

ہمینڈ خاموش کھڑا ہو گیا اور نیچے وادی کی طرف دیکھنے لگا۔ ڈیوریل نے راجہ کی

دوربین سے کہ وادی کا جائزہ لینا شروع کیا۔ ہوائی جہاز اترنے کا میدان نیچے وادی کے ایک میل لمبے ہموار حصے پر واقع تھا۔ اس کے سامنے ہی ایک ائرکرافٹ کیریئر ویک تھا۔ وادی کے نزدیکی سرے پر سڑک ایک چھوٹے سے گاؤں میں سے گذر رہی تھی جو پہاڑی چشمہ کے کنارے پر واقع تھا ڈیورل نے گاؤں کی تنہائی کو دیکھا۔ جس میں کئی سائے حرکت کرتے ہوئے دکھائی دیئے۔ لیکن دور سے وہ یہ اندازہ نہ لگا سکا۔ کہ وہ سویلین تھے یا پاؤ تھیٹ گوریلے۔

ہوائی جہاز کے میدان کے ایک سرے پر ایک چھوٹا سا طیارہ کھڑا تھا جو پال میری ڈبل کی ملکیت تھا۔ اس کے قریب ہی اس کے لئے ایک چھپر کا ہینگر تھا۔ پہلے پہل ڈیورل یہ فیصلہ نہ کر سکا۔ کہ دوسری عمارتیں کیا تھیں۔ جو انگور کی بیلوں کے نیچے چھپی ہوئی تھیں۔ پھر اچانک اس نے گنبدی کے جالے کی مانند ان بیلوں کے اوپر ایک ریڈیو ٹرانسمیٹر دیکھا۔ دوربین کو نیچا کرتے ہی اسے چھوٹی چھوٹی بیرکیں نظر آئیں۔ ان میں بہت سے لوگ اپنے ہتھیار اپنے پاس رکھے ہوئے کھانا کھانے میں مشغول تھے کیموفلیج جال کے نیچے زمین کافی سخت تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ یہ گوریلاؤں کا مستقر کافی عرصہ سے کام کر رہا تھا۔ اس نے اپنی دوربین کا رخ جنگل کی طرف کر لیا۔ اسے چوڑی پٹی نظر آئی جو طیاروں کے اترنے کے لئے مخصوص تھی۔ لیکن تھرلیشر جیٹ طیارے کہیں نظر نہیں آئے۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ اس جنگل کے گھنے درختوں کے نیچے چھپے ہوئے ہوں گے۔ یہ گھنا جنگل کافی محفوظ تھا۔

ڈیورل کو کرنل "ملاتنگ" کا خیال آیا۔ وہ سوچنے لگا۔ کہ وہ اس وقت کہاں ہو گا۔ اور کیا کر رہا ہو گا۔

"کم ان۔ ہمیں اب چلے دینا چاہئیے۔" ہمینڈ نے تلخ لہجہ میں کہا۔ وہ پگڈنڈی پر جھک گیا اور اپنا تھیلہ نما صندوق کھولنے لگا۔ اس میں سے اس نے ایک درجن دستی بم نکال لئے اور اپنی جیکٹ کی جیبوں میں بھرنے لگا۔

ڈیورل نے اس سے کہا۔" آدھے دستی بم میں لوں گا۔"

"وہ کس لئے؟ میں اکیلے ہی ان سب کو استعمال کر سکتا ہوں۔"

"لیکن تم اکیلے نہیں ہو۔ یاد رکھو یہ ہم دونوں کا کام ہے۔"

"آل رائٹ۔ ہم پہلے اس گاؤں کا نام و نشان مٹائیں گے۔"

"نہیں۔ پہلے ہمیں پائلٹوں کی خبر لینی ہے۔" ڈیورل نے کہا۔" ان میں سے کئی اس گاؤں میں کئی ہفتوں سے قید ہوں گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مر چکے ہوں گے۔"

"ممکن ہے کہ وہ زندہ ہوں۔ اگر ہم نے گاؤں کو بموں سے اڑا دیا۔ تو پھر ہم میدان کے دوسرے سرے پر جو گاؤں سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے کس طرح پہنچیں گے اس اثناء میں پاؤ تھیٹ گوریلے ہمیں گولیوں سے چھلنی کر سکتے ہیں۔"

ہمینڈ سیدھا کھڑا ہو گیا اور اپنے سامنے وادی کا جائزہ لینے لگا۔ آسمان پر بادل چھٹ چکے تھے۔ اور سورج سرخ الوداعی کرنیں بکھیر رہا تھا۔ نیچے وادی میں بادلوں کے ٹکڑے تیرتے پھر رہے تھے۔

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔" ہمینڈ نے کہا۔" کہ میں نے اس جگہ کا پوری طرح جائزہ لیا ہے اس لئے آگے آگے میں چلوں گا۔ اور تم وہی کرو گے جو میں کہوں گا۔"

"ہم اکٹھے چلیں گے۔" ڈیورل نے کہا۔

"میں اس مردود کمینے پال سے نمٹنے جا رہا ہوں۔" ہمینڈ نے کہا:" میں اسے نہایت صفائی اور پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

ڈیورل نے پالامیر اور راجہ کی طرف دیکھا۔ ہمینڈ نے اپنی آواز کو دبانے کی کوشش نہیں کی تھی لڑکی اس کی طرف خوف زدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے منہ میں پستور کپڑا ٹھونسا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو۔ ہمینڈ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ دونوں بغیر پلکیں جھپکائے کافی دیر تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ آخر کار ہمینڈ نے نظریں جھکا لیں

للی فین کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے تھے۔ اسی وقت پالا میر نے آہستہ سے کہا۔ "مسٹر ہمینڈ ۔ مانا کہ میرا بھائی مجرم ہے اس سے غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں۔ لیکن بہرحال وہ انسان ہے کوئی ایسا جانور نہیں جس کا شکار کیا جاتا ہے۔"

ہمینڈ نے خوفناک انداز میں کہا۔ "تمہارا بھائی غدار ہے اس نے اپنے ملک سے غداری کی ہے اس نے تمہیں اور تمہارے دادا کو دھوکہ دیا ہے۔ اور تمام ملک کی قسمت سے کھیلنے کی کوشش کی ہے میں اسے قتل کرنے کیلئے جا رہا ہوں۔"

"اسے عدالت میں اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع ملنا چاہیئے۔" لڑکی نے ہموار لہجہ میں کہا "اور یہ تم ہو۔ جو پاگلوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔"

ہمینڈ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ڈیوریل نے چار دستی بم اٹھائے اور اپنی جیب میں رکھ لئے راجہ نے کھنکار کر گلا صاف کیا۔

"کیا ہم کوئی مشورہ ...." اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

"نہیں۔ جناب۔" ہمینڈ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "ہمیں تمہارے مشورے کی کوئی ضرورت نہیں۔ نہ ہی میں کسی کے مشورے کا پابند ہوں۔ اس وقت یہ تمام آپریشن میری کمان میں ہو رہا ہے۔ ڈیوریل کو میری ماتحتی میں کام کرنا ہے اور تم لوگ بھی وہی کرو گے۔ جو میں کہوں گا۔ اب میں کسی سازش یا دھوکہ بازی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کے مقابلہ میں میں تم لوگوں کو یہاں چھوڑ جانے کو ترجیح دوں گا۔ اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو میں اکیلا ہی آگے جاؤں گا۔ اور تمام کام تنہا سرانجام دوں گا۔"

"مجھے گاؤں میں ایک ایسے راستے کا علم ہے۔ جو دوسرے نہیں جانتے۔" راجہ نے کہا۔ "اور میرا خیال ہے کہ یہ المیہ جتنی جلدی ختم ہو جائے اتنا ہی بہتر ہے۔"

ہمینڈ نے بندوق اپنے ہاتھ میں تولتے ہوئے کہا۔ "یہ تو وقت ہی بتلائے گا۔ کہ تم اپنے قول میں مخلص ہو یا نہیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں تم لوگوں کو فالتو تصور کرتا ہوں۔ لیکن میں

تمہیں یہاں چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتا۔ اگر تم نے ذرا سی بھی غلطی کی یا مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی تو میں اسے ہرگز برداشت نہیں کروں گا۔"

پالا میر نے ڈیوریل کی طرف دیکھا جیسے کہ توقع کر رہی ہو۔ کہ وہ ہمینڈ کو چیلنج کرے گا لیکن ڈیوریل کا چہرہ پتھر کی طرح بے حس تھا۔

وہ نیچے وادی میں اترنے لگے۔

بارش کے قطرے ٹپکاتے ہوئے بڑے بڑے درختوں کے نیچے وادی میں اترنا ایسا زیادہ دشوار نہ تھا انہیں گاؤں میں پہنچنے کے لئے نصف میل کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ اس مرتبہ بھی ہمینڈ سب سے آگے آگے تھا۔ وہ للی فین کو گھسیٹتا ہوا لئے جا رہا تھا۔ ڈیوریل سب سے پیچھے چل رہا تھا پالا میر اس کے ساتھ ساتھ تھی اب بھی اس کے قدم نپے تلے پڑ رہے تھے دن بھر کے سفر کے بعد بھی اس کی چال میں تھکن کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس نے ایک کپڑے سے اپنے بالوں کو باندھ رکھا تھا۔ میک اپ کے بغیر بھی وہ کافی حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کی گہری نیلی آنکھوں سے تشویش کا اظہار ہو رہا تھا۔

"کیا وہ واقعی سیریس ہے؟" اس نے پوچھا۔ "میرا مطلب ہے کہ کیا وہ پال کو واقعی قتل کر دیگا؟"

"وہ ایسے کام پہلے بھی کئی مرتبہ کر چکا ہے۔" ڈیوریل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کا مطلب تو یہ ہوا۔ کہ وہ بھی محض ایک سفاک قاتل ہے۔"

"ہم سب کے سب سفاک قاتل ہیں۔" ڈیوریل نے کہا۔

"کیا تم اس سے پہلے بھی ایسے کام کر چکے ہو۔ جس میں تمہیں قاتل کا کردار ادا کرنا پڑا ہو؟"

"ہاں میں نے لوگوں کو قتل کیا ہے۔"

"غیر ضروری طور پر بھی؟"

"نہیں۔ صرف مجبوری کی حالت میں جبکہ اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔"

"لیکن ہمینڈ تو ...."

"میں جانتا ہوں۔"

"کیا تم میری مدد کرو گے سام؟ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔"

"انتظار کرو اور دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

وہ تھوڑی دیر اس کے ساتھ چلتی رہی پھر بولی۔ "ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔"

"بس مجھے احساس ہو رہا ہے کہ حالات و واقعات وہ نہیں ہیں جو ہمیں نظر آ رہے ہیں۔ ان کی صورت بگڑی ہوئی ہے۔"

"مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔" ڈیوریل نے کہا۔

۲۵

سبز بانسوں کے پودے کے پیچھے سے انہوں نے گاؤں سے دو سو گز کے فاصلہ تک کے علاقہ کا جائزہ لیا۔ ایک جھونپڑی کے دروازے پر ایک دیہاتی عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اس کے براؤن چہرے پر غم و اندوہ کے آثار تھے۔ ایک چھوٹی سی دوکان کی پیشانی پر کوکا کولا کا ٹوٹا پھوٹا سائن بورڈ لٹک رہا تھا۔ مرد کوئی بھی نظر نہ آ رہا تھا۔ پہاڑی چشمہ کا پانی بارش ہو جانے کی وجہ سے بہت تیز رفتار سے بہہ رہا تھا۔ قریب ہی تین گوریلے چینی ہتھیاروں سے لیس سڑک پر بیٹھے ہوئے آگ پر چاول پکانے میں مصروف تھے۔ سیاہ پاجاموں وہ لپٹے تو مگر چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔

ہمینڈ نے ہاتھ ہلا کر نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ پگڈنڈی پر اترنے لگے حتیٰ کہ گوریلے ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے وہ درختوں کی آڑ میں چلتے ہوئے گوریلوں کے قریب جا پہنچے۔ ایک گوریلا ایک

درخت کے تنے سے ٹیک لگائے سگریٹ پی رہا تھا۔ ہمینڈ نے ڈیوریل کو اشارہ کیا۔ ڈیوریل نے سڑک پر آ کر "ہو" کہا۔ گوریلے نے اسے دیکھا۔ تو حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس سے پہلے کہ وہ بندوق اٹھاتا پیچھے سے ہمینڈ نے اس کی گردن دبوچ لی۔ اور دائیں ہاتھ سے اس کے پہلو میں چاقو اتار دیا۔ گوریلا لڑکھڑایا اور بغیر کوئی آواز نکالے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

"ٹھیک ہے" ہمینڈ نے سرگوشیوں میں کہا۔ "فوراً سڑک پار کر لو۔"

ہمینڈ نے للی فین کو دھکا دیا۔ تو وہ کیچڑ میں جا گری۔ ڈیوریل نے اٹھتے وقت اسے سہارا دیا۔ دوسروں نے سڑک کو پھرتی اور خاموشی کے ساتھ پار کیا۔ ایک مرتبہ پھر بانسوں نے ان سب کو نگل لیا۔ دوسرے ہی لمحہ وہ پہاڑی ندی کے کنارے پہنچ چکے تھے۔ سب سے پہلے راجہ نے بندوق کو دونوں ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے ندی کو پار کیا۔ پالا میرا اس کے پیچھے تھی۔ اس کے بعد ہمینڈ للی فین کو کندھے پر ڈالے ہوئے پانی میں گھس گیا۔ سب سے پیچھے ڈیوریل تھا۔ جب وہ ندی کے چٹانی کنارے پر چڑھا۔ اس نے ہمینڈ کو دانت نکوستے ہوئے دیکھا۔ اس کی بندوق کا رخ ڈیوریل کی طرف تھا۔

"گوریلے سپاہیوں کی کمپنی آ گئے ہے۔ لیکن کوئی پرواہ نہیں۔"

"کتنے لوگ ہوں گے؟"

"کافی سے زیادہ۔ لیکن کوئی پرواہ نہیں۔"

"پھر بھی کوئی اندازہ تو ہو گا۔"

"کوئی پرواہ نہیں۔ وہ چاہے کتنے بھی کیوں نہ ہوں ہم ان سے نمٹ لیں گے جلدی کرو۔ کوئی پرواہ نہیں۔"

"جارج۔ بندوق کا رخ دوسری طرف کر لو۔"

"ڈرتے ہو؟"

"ڈرنے کی بات ہی ہے۔ تم جیسے دیوانے سے کسی بھی حماقت کی توقع کی جا سکتی ہے"

ہمینڈ مسکرا رہا تھا اس کے پیلے دانت نمایاں تھے۔ وہ دستی بم ہاتھ میں اٹھائے لنگڑاتا ہوا آگے چلا۔ ڈیوریل نے دو لمبے لمبے ڈگ بھر کر اسے جا لیا۔

"ٹھہرو۔ بم مت چلانا۔ میں ان پائلٹوں کو زندہ سلامت چھڑانا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر؟"

"تو پھر یہ کہ کوئی آواز کوئی شور نہیں ہونا چاہیئے۔ دستی بموں کے استعمال کی ابھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی پرواہ نہیں۔"

اسی لمحے پیچھے سے آواز آئی "شاباش مسٹر ڈیوریل۔ کیا کہنے۔"

کرنل تلانگ بانس کے جنگل سے نکل کر ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

لینگڑا کا سیکورٹی چیف حسب معمول پرسکون دکھائی دے رہا تھا۔ اس وقت اس نے فوجی وردی زیب تن کر رکھی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک امریکن رائفل تھی۔ اس کے پیچھے بانسوں میں سے بھوتوں کی طرح کچھ سر باہر نکلے۔ یہ کرنل تلانگ کے آدمی تھے۔ جن میں لفٹیننٹ پرا پا بھی شامل تھا۔ اس کے چہرے پر پسینہ بھی بہہ رہا تھا۔

"آہا مسٹر امریکن۔ یہ تم ہو۔" اس نے پکار کر ڈیوریل سے کہا۔ اس کی بندوق کا رخ اس کے سینے کی طرف تھا۔ "میں چاہوں تو کسی وقت بھی تمہیں ٹھکانے لگا سکتا ہوں۔ شاید یہ بات تمہیں پسند نہ آئے۔ لیکن تمہاری پسند اور ناپسند کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ تم ہمارے راستے میں رکاوٹ بنتے ہو۔ لیکن کوئی پرواہ نہیں۔"

"واقعی تم ایک اچھے مسخرے ہو پراپا۔" ڈیوریل نے کہا۔ "اب یہ مذاق کا وقت تو ہے نہیں۔ خدا کے لئے اس بندوق کو پرے ہٹا لو۔"

"تم ڈرتے ہو۔ ہا؟"

ڈیوریل نے سرد آہ بھری۔ کرنل تلانگ نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اپنی کلائی کی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ہمارے پاس عمل کے لئے صرف ایک گھنٹہ ہے۔ میں پچھلے ایک گھنٹے سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں مسٹر ڈیوریل۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "تمہارے قونصل مسٹر کونڈن نے مجھے تمہارے یہاں آنے کے مقصد سے آگاہ کر دیا ہے۔ فی الحال ہم دونوں اتحادی ہیں؟"

"وہ کس طرح؟"

"میرے آدمی پوری طرح تربیت یافتہ اور تیار ہیں۔ ہم پاؤ تھیٹ گوریلوں کا صفایا کرنا چاہتے ہیں اور تمہارا بھی یہی مقصد ہے۔ اس طرح ہم اتحادی ہوئے۔ میں تمہارا اور مسٹر ہمینڈ کا شکر گزار ہوں کہ تم دونوں نے ہمیں راستہ دکھایا اور کچھ سوالات کے جواب مہیا کئے۔"

ہمینڈ نے بے صبری سے کہا۔ "دیکھو تلانگ۔ ہمیں اپنا فرض ادا کرنے دو۔ ہم کوئی مداخلت نہیں چاہتے"

"معاف کرنا۔ میں مداخلت کرنے پر مجبور ہوں۔" تلانگ نے آہستہ سے کہا۔ "اور یہ آپریشن میرے منصوبے کے مطابق پایہ تکمیل تک پہنچے گا۔" اس نے للی فین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس نوجوان خاتون کو تم نے کیوں پکڑ رکھا ہے؟"

"یہ پال میری ڈیلی اور پاؤ تھیٹ گوریلوں سے ملی ہوئی ہے اور ان کے لیے کام کرتی رہی ہے" ہمینڈ نے کہا۔ "اگر ڈیوریل کے دل میں رحم کے جذبات نہ ابھرتے۔ تو میں اس کو کب کا ٹھکانے لگا چکا ہوتا۔ لیکن کوئی پرواہ نہیں۔"

للی فین اب پھر خوفزدہ دکھائی دے رہی تھی۔

"اور" ہمینڈ نے کہا۔ "اس وقت یہ میری قید میں ہے۔"

تلانگ نے نرمی سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے۔ کہ تم یہ بھول رہے ہو کہ اس وقت تم لینگڑا میں ہو۔ تم یہ بھی بھول رہے ہو۔ کہ یہ وزیر اعظم کوانگ کی بیٹی ہے جو یہاں کی سب سے بڑی اتھارٹی

ہیں۔ تمہیں یہ نوجوان خاتون ہمارے حوالے کرنا ہوگی۔ اور وقت آنے پر ہم اس کا بیان صفائی بھی سنیں گے۔"

"دیکھو تلانگ۔۔۔۔" ہمینڈ نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

ڈیوریل نے گفتگو میں دخل دیتے ہوئے کہا۔ "کرنل میرا خاص مقصد امریکی جنگ کے پائلٹوں تک پہنچنا ہے جو ائیر فیلڈ کے دوسری طرف بیرکوں میں قید ہیں۔ اور تمہارا مقصد پاؤ تھیٹ گوریلوں کا صفایا کرنا ہے۔ کیوں نہ ہم دونوں اپنی اپنی منزلیں متعین کر لیں۔"

پراپا غرایا۔ وہ خون کا پیاسا نظر آرہا تھا۔ تلانگ نے اپنے آدمیوں کو گوریلوں کا محاصرہ کرنے کا اشارہ کیا۔ وہ نہایت خوش اسلوبی اور ماہرانہ پھرتی کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ وہ بلاشبہ کافی تربیت یافتہ نظر آرہے تھے۔

تلانگ نے کہا۔ "مجھے پائلٹوں کی بابت بہت کم علم ہے۔ اگر تم اور ہمینڈ آگے جانے کے خواہش مند ہو تو تمہاری مرضی۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ لفٹیننٹ پراپا تمہارے ساتھ جائے گا۔ لیکن میں کوئی اور آدمی تمہیں نہیں دے سکتا کیونکہ میرے پاس پہلے ہی آدمیوں کی کمی ہے۔ یہاں پاؤ تھیٹ گوریلوں کی تعداد دو سو سے زیادہ ہے اور میری کمپنی میں صرف پچاس جوان ہیں۔" اس نے مسکراتے

ہوئے کہا۔ "پھر بھی مجھے یقین ہے کہ حالات میری موافقت کر رہے ہیں۔"

ہمینڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "کوئی پرواہ نہیں اب ہم چلتے ہیں۔ لیکن للی۔۔۔؟"

"وہ ہمارے ساتھ رہے گی۔" تلانگ نے اپنے مسلح آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہیں اس پر کوئی اعتراض ہے؟"

ہمینڈ نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔ "او کے۔ لیکن وہ باغی اور غدار ہے۔ تلانگ تمہیں چاہئے کہ تم اسے فوراً گولی مار دو۔"

"وزیراعظم کی بیٹی ہے۔"

پالا میر بول اٹھی۔ "کیا میں تمہارے ساتھ چل سکتی ہوں سام؟"

"تم اپنے دادا کے ساتھ ٹھہرو۔" ڈیوریل نے مختصراً کہا۔

پراپا نے کہا۔ "جلدی کرو۔ وہ بہت سے ہیں اور مسلح بھی لیکن کوئی پرواہ نہیں۔"

پہاڑی کی دوسری طرف ڈھلان پر تینوں آدمی جلدی جلدی اتر رہے تھے۔ گاؤں اتنا خالی نہیں تھا۔ جتنا کہ نظر آتا تھا۔ وہاں پاؤ تھیٹ گوریلوں کی کافی تعداد موجود تھی۔ ملائی باشندے دن بھر بیگار بھگتنے کے بعد ایک احاطے میں بند کر دیئے گئے تھے۔ ہمینڈ چیتے کی سی پھرتی سے ساتھ چل رہا تھا۔ ڈیوریل رفتار اور خاموشی میں اس کا مقابلہ کر رہا تھا۔ البتہ پراپا کو چلنے میں دقت محسوس ہو رہی تھی ایک دو مرتبہ وہ لڑکھڑا کر گرنے لگا۔ لیکن پھر سنبھل گیا۔ پراپا کے پھسلنے کی وجہ سے کئی پتھر کھسک کر وادی میں لڑھکتے چلے گئے۔ ہمینڈ غصے سے اس کی طرف مڑا۔

"کیا تم خاموشی سے نہیں چل سکتے۔" اس نے کہا۔ "آگے چل کر دو راستے ملیں گے تم دونوں دوسرے راستے سے جانا اور جب تم پہلی مرتبہ میری گولی کی آواز سنو تو بارکوں میں داخل ہو جانا۔ میں اکیلے جاؤں گا۔ وہ چاہے کتنے بھی کیوں نہ ہوں پرواہ نہیں۔"

ڈیوریل خاموش رہا۔ اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

پراپا نے اسے طعنہ دیتے ہوئے کہا۔ "تو تم بھی ہمینڈ کا حکم مانتے ہو؟ لاتوں کے بھوت باتوں سے کب مانتے ہیں؟ زبردست کا ٹھینگا سر پر۔ کیوں ہے نا یہی بات؟"

ڈیوریل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اور پراپا بدستور ہمینڈ کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔

ائیر سٹرپ کے سرے پر دو گاڑیاں کیمو فلاج جال کے نیچے کھڑی تھیں ان میں سے ایک جیپ اور دوسری کمانڈ کار تھی۔ آس پاس پہریدار کھڑے ہوئے سگرٹ پی رہے تھے۔ اور آپس میں باتیں بھی کر رہے تھے۔ گوریلوں کا ایک دستہ میدان میں مارچ کرتا ہوا دوسری طرف جنگل میں غائب ہو گیا

پیٹ کے بل چلتے ہوئے ہمینڈ تھوڑا سا اوپر اٹھا اور جھاڑیوں کی شاخوں کو ہٹا کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ تھریشر طیارے اسی طرف جنگل میں پوشیدہ ہیں۔ وہ دیکھو زمین پر ان کے پہیوں کے نشان موجود ہیں جو جنگل کی طرف جا رہے ہیں؟"

"بالکل۔ میں دیکھ رہا ہوں۔" ڈیوریل نے کہا۔

"ہمیں فی الحال ان طیاروں کو بھول جانا چاہیے۔ اگر یہ سچ ہے کہ آج رات پاؤ تھیوٹ گوریلے سینگزا پر بمباری کرنے جا رہے ہیں تو کم از کم ابھی وہ ایک گھنٹہ مزید انتظار کریں گے؟" ہمینڈ نے اپنی کلائی کی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "پندرہ منٹ۔ میرا اندازہ ہے کہ قید خانے کے احاطے تک پہنچنے میں پانچ منٹ لگیں گے۔ قید خانہ اس جگہ سے تھوڑی دور آگے ہے۔ جہاں جیپیں کھڑی ہیں۔ میں دوسری طرف سے چکر کاٹ کر وہاں پہنچوں گا۔ تم اور پیراپا ادھر سے جاؤ گے۔ آٹھ بج کر دس منٹ پر ہم اپنی کارروائی شروع کر دیں گے۔"

وہ ایئر سٹرپ کے اوپر کی طرف سے ایک راستے پر جلدی جلدی چلے۔ دو منٹ کے بعد وہ کانٹوں دار احاطے کے قریب جا پہنچے جو سات فٹ بلند تھا۔ ہمینڈ نے ہاتھ کے اشارے سے ڈیوریل کو ایک سمت میں جانے کو کہا۔ اور خود اس کی مخالف سمت میں چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر بعد نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ڈیوریل نے احاطے کی تاروں کا معائنہ کیا۔ ان میں کوئی برقی رو نہیں گزر رہی تھی۔ ہمینڈ واپس آ گیا اس کے ہاتھ میں ایک تار کاٹنے کا آلہ تھا۔ تار کاٹ کر وہ احاطے کے اندر داخل ہو گئے۔ جلتے ہوئے کوئلے کی بو ہوا میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور قہقہوں کی دبی دبی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ سو گز چلنے کے بعد وہ ایک صاف جگہ جا پہنچے۔ اب انہیں پیٹ کے بل رینگنا تھا۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک اور کانٹوں دار تاروں کی باڑ ملی۔ ان کے نیچے دائیں طرف قید خانہ تھا۔ پیراپا نے

اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ ایک چھوٹے سے مستطیل ناہموار میدانی ٹکڑے کے وسط میں مٹی کی دیواروں والی کوٹھریوں کی قطار نظر آ رہی تھی۔ جس کے چاروں طرف تاروں کی تین باڑیں لگی ہوئی تھیں کوٹھریوں کے آخر میں ایک بڑی کوٹھری تھی۔ جو شاید میس کے ہال کا کام دیتی ہوگی! مستطیل نما احاطے کے جنوبی سرے پر ادھ کچے چبوترے کے اوپر واچ ٹاور تھا۔ جس پر چھپر کی چھت تھی۔ اور جہاں مشین گن لئے ہوئے ایک پہرے دار بیٹھا ہوا تھا۔ پھٹی ہوئی کیچڑ آلود فوجی وردیوں میں ملبوس گوریلے فرش پر بیٹھے تھے۔ اور جنگل کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"تمہارے خیال میں وہ کل کتنے ہوں گے؟" ہمینڈ نے پوچھا۔

"باہر تو صرف دس نظر آ رہے ہیں؟" ڈیوریل نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ دو اور گوریلے اس جھونپڑی میں کھانا پکانے میں مصروف ہیں۔ میں اب چلتا ہوں اور چکر کاٹ کر دوسری طرف سے کوٹھریوں کی چھت پر پہنچوں گا۔ تم اور پیراپا مین گیٹ سے داخل ہونا۔"

ڈیوریل نے اثبات میں سر ہلایا۔ ہمینڈ رینگتا ہوا تاروں کے نیچے سے احاطے کے اندر داخل ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ پیراپا بڑبڑایا اور جیب سے دستی بم نکالتے ہوئے کہا۔ "کوئی پرواہ نہیں۔ اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

"ہمیں اسے کچھ مہلت دینی چاہیے۔"

"وہ بڑا بہادر اور دلیر آدمی ہے۔ جیسے کہ پاگل لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن کوئی پرواہ نہیں۔"

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔" ڈیوریل نے کہا۔

ڈیوریل نے گھڑی کی طرف دیکھا مقررہ وقت پر وہ احاطے کے تاروں کے ساتھ ساتھ دائیں جانب مین گیٹ کی طرف جو واچ ٹاور کے نیچے واقع تھا چلنے لگا۔ تھوڑے تھوڑے وقفوں کے

اور وہ احاطے کے اندر بھی جھانک لیتا تھا۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ جب باقی دو قیدی بھی جھونپڑی سے نکل کر باہر آ گئے۔

"بہتر ہو گا۔ کہ پہلے ہم اس ٹاور میں بیٹھے ہوئے سنتری کو ٹھکانے لگا دیں"۔ پیراپا نے کہا پھر آہستہ سے کہنے لگا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم اب بھی مجھ سے ناراض ہو؟"

"ناراض؟ وہ کس لئے؟"

"میں نے تمہیں مارا پیٹا تھا۔ اس وقت میں تلانگ کے احکامات پر عمل کر رہا تھا۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"تو کیا تم اب بھی مجھ سے ناراض ہو؟"

"نہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے میں نہیں چاہتا کہ مرنے سے پہلے کوئی مجھ سے ناراض ہو۔ اب تمہاری موت کا وقت آ پہنچا ہے! تمہیں کوئی تعجب تو نہیں ہوا!"

"نہیں۔"

"میری بندوق کا رخ تمہارے سر کی طرف ہے۔"

"اور میرے ہاتھ میں دستی بم ہے۔" ڈلیوریل نے اپنی ہتھیلی پر دستی بم کو دکھاتے ہوئے کہا اس نے بم کی پن نکال لی۔ حیرت اور خوف سے پیراپا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بندوق کانپنے لگی۔ اس نے منہ کھولا۔ بند کیا اور پھر کھول لیا۔

"اس طرح ہم دونوں کے پرخچے اڑ جائیں گے۔" پیراپا نے سرگوشی میں کہا۔

"بالکل لیکن تمہیں تو کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے۔"

"نہیں۔" پیراپا چیخ اٹھا۔ "نہیں یہ پاگل پن ہے۔"

وہ لڑکھڑایا، مڑا اور جنگل کی طرف دوڑ پڑا۔ وہ ایک مرتبہ چیخا جیسے کہ [illegible] ہو

ڈلیوریل نے دستی بم اس کی طرف پھینک دیا۔ بم ایک دھماکے کے ساتھ پھٹا جس کی گونج وادی میں پھیل گئی۔ اسی وقت گاؤں سے بندوقیں چلنے، دستی بم پھٹنے اور توپوں کے چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔

ڈلیوریل اپنی جگہ پر ساکت و صامت کھڑا ہوا گاؤں سے اٹھتے ہوئے دھوئیں کو دیکھتا رہا۔ شاید تلانگ نے گوریلوں کے خلاف اپنی کاروائی شروع کر دی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک پسینہ میں شرابور تھا۔ جب اس نے اپنی بندوق اٹھائی تو اس کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور پھر تیزی سے اس سمت میں بھاگنے لگا جدھر پیراپا گیا تھا۔

۲۶

دستی بم پھٹنے سے پیراپا کے چیتھڑے اڑ گئے تھے اس کے اعضا گوشت اور خون کے لوتھڑوں کی شکل میں بکھرے پڑے تھے۔ ڈلیوریل ان لوتھڑوں پر سے پھلانگتا ہوا آگے چلا گیا۔ اس نے بیلوں کو راستے سے ہٹانے کے لئے بندوق کو دونوں ہاتھوں سے آگے کی طرف تھام رکھا تھا۔ جھونپڑیوں کی طرف سے کوئی چیخا اور پھر ایک گولی چلنے کی آواز آئی۔ ایئرسٹرپ کی طرف سے توپ کی "دھوں" سنائی دی۔ جنگل کے درختوں کے نیچے مکمل اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ڈلیوریل چھپتا چھپاتا کانٹوں دار احاطے تک پہنچ گیا پیٹ کے بل رینگتا ہوا وہ تیزی سے اس احاطے کے دوسری طرف جا پہنچا اس کے قریب سے براؤن اور سرخ رنگ کی کوئی چیز رینگتی ہوئی جھاڑیوں میں جا گھسی۔

اس کے عقب میں گاؤں میں لڑائی جاری تھی۔ جہاں تلانگ کے آدمی آگ اور خون کا کھیل کھیل رہے تھے۔ ڈلیوریل نے واچ ٹاور پر بیٹھے ہوئے سنتری کو نیچے جھانکتے ہوئے دیکھا۔ وہ وہاں کسی کو آواز دے رہا تھا ڈلیوریل نے پائلٹوں کو دیکھنے کی کوشش کی۔ اس نے دیکھا۔ کہ پاؤ تھیٹ گوریلے ان کو دھکیل کر احاطے کی ایک طرف اکٹھا کر رہے تھے۔ پانچ گوریلوں نے قیدی امریکیوں

پر بندوقیں تان رکھی تھیں واچ ٹاور پر بیٹھے ہوئے سنتری نے بھی اپنی مشین گن کا رخ قیدیوں کی طرف کر لیا تھا۔ ڈیوریل نے اپنی بندوق اٹھائی اور اس کے ٹریگر پر انگلی رکھ لی۔ اور پھر انتظار کرنے لگا۔ ہمینڈ نے پیچھے سے جھونپڑیوں کی چھت پر پہنچنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اب تک اس کا کہیں کوئی نام و نشان نظر نہ آتا تھا۔

"سام" اس کے پیچھے سرگوشیوں میں کسی نے کہا۔ جیسے سن کر وہ پھرتی سے مڑا اور بندوق چلانے کے لئے تیار ہو گیا۔

"یہ میں ہوں پالا میر۔ دادا بھی میرے ساتھ ہیں۔"

"باہر نکل آؤ۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"گولی مت چلانا۔ مجھ پر اعتبار کرو۔"

"میں کہتا ہوں باہر نکل آؤ۔"

لڑکی اور راجہ جھاڑی سے باہر نکل آئے۔ راجہ کے ہاتھ میں اب بھی شکاری بندوق تھی لڑکی نے بھی اپنے آپ کو مسلح کر رکھا تھا اس کے ہاتھ میں ایم ۲ بندوق تھی۔ اور گردن میں ایک تھیلا لٹکا تھا۔ جس میں دستی بم تھے۔ اس کے چہرے پر خراشیں تھیں اور سر کے بال الجھے ہوئے تھے۔ واچ ٹاور کی طرف دیکھتے ہوئے وہ اس کے پاس ہی جھک گئی۔

"پیا پا کہاں ہے؟"

"مر گیا۔ اس نے مجھے مارنے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا کہا مر گیا! لیکن کیسے؟ کیوں؟"

ڈیوریل نے قیدخانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہم کافی لیٹ ہو چکے ہیں تلانگ نے حملہ کرنے میں بڑی عجلت سے کام لیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ جلد از جلد گوریلوں کا صفایا کرنا چاہتا ہے۔"

"اور ہمینڈ؟"

"وہ ابھی تک نظر نہیں آیا۔"

واچ ٹاور میں بیٹھا ہوا سنتری نیچے کانٹے دار تاروں کے قریب کھڑے ہوئے قیدیوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی مشین گن کا رخ ان کی طرف کئے ہوئے تھا۔ وہ مشین گن کو ادھر ادھر گھما رہا تھا۔ جیسے کہ اسے مشین گن چلانے کی جلدی ہو۔

"وہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟" پالا میر نے آہستہ سے پوچھا

"وہ قتل عام کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

گاؤں سے اب بھی دھماکوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ فضا میں بارود کی بو پھیلی ہوئی تھی آسمان پر دھواں پھیل رہا تھا ڈیوریل کی نظریں جھونپڑیوں کی چھتوں کی طرف تھیں۔ آٹھ بج کر گیارہ منٹ ہو چکے تھے ہمینڈ بہت لیٹ ہو چکا تھا۔

راجہ نے کھنکھناتے ہوئے کہا۔ "کیا ہم تمہارے ساتھ چلیں ڈیوریل؟"

ڈیوریل نے اس کی طرف دیکھا۔ بوڑھے آدمی کے چہرے سے عزم ٹپک رہا تھا۔

"ہمیں انتظار کرنا ہے۔" ڈیوریل نے کہا۔

"لیکن یہ لوگ ان پائلٹوں کو مار ڈالیں گے۔"

"ایسا نہیں ہو گا۔"

کانٹے دار تاروں کی باڑ کے پاس قیدی ایک قطار میں کھڑے تھے۔ ان کے طور طریقوں سے ڈیوریل نے اندازہ لگایا کہ انہیں اپنی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ گوریلے چیخ چیخ کر انہیں لائن میں کھڑا ہونے کو کہہ رہے تھے پھر ایک افسر نے چیخ کر واچ ٹاور پر بیٹھے ہوئے سنتری سے کچھ کہا۔ سنتری نے دانت بھینچ لئے اور مشین گن چلانے کے لئے تیار ہو گیا۔

ڈیوریل نے اپنی بندوق اٹھائی اور ٹریگر دبا دیا۔ احاطے میں ہر شخص اس کی آواز سن کر اپنی جگہ منجمد ہو کر رہ گیا۔ اس نے واچ ٹاور پر گولیوں کی بارش جاری رکھی۔ اس نے راجہ کی شکاری رائفل

کی صرف ایک مرتبہ گرج سنی۔ عین اسی وقت واچ ٹاور میں کھڑا ہوا سنتری لٹو کی طرح گھوم گیا۔ اس کی مشین گن گولیاں اگل رہی تھی۔ اچانک وہ چبوترے کے جنگلے کو توڑتا ہوا نیچے آ گرا۔

ڈیوریل اٹھ کھڑا ہوا اور لمبی لمبی گھاس میں بھاگتا ہوا مین گیٹ کی طرف گیا۔ پالامیرا اس کے ساتھ دوڑ رہی تھی۔ راجہ کی رفتار قدرے سست تھی۔ اسی وقت جھونپڑوں کی چھت پر ہمینڈ نمودار ہوا۔ ڈیوریل نے اپنا پہلا دستی بم پھینکا۔ گیٹ ٹوٹ کر گر پڑا۔ اس نے جھونپڑی کی چھت پر جینج کی آواز سنی اور ہمینڈ کو دیکھا۔ وہ اپنی کمر پر اپنی بندوق جمائے بھاگتے ہوئے گوریلوں پر گولیاں برسا رہا تھا۔ قیدی پائلٹ اپنی جانیں بچانے کے لئے زمین پر لیٹ گئے تھے۔ ڈیوریل جھپٹ کر گیٹ میں داخل ہو گیا۔ اس کی بندوق مسلسل گولیاں برسا رہی تھی۔ وہ تاروں کے ساتھ ساتھ بائیں جانب چلا۔ ایک گوریلا بندوق کی پرچھی آگے کئے ہوئے اس کے اوپر حملہ آور ہوا۔ ڈیوریل ایک طرف کو ہٹ گیا۔ گوریلا اپنے ہی زور میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ ڈیوریل نے اس کی گنجی کھوپڑی پر اپنی بندوق کا کندا مارا اس کا سر کھل گیا۔ وہ نیچے گرا۔ پالامیرا اس کے اوپر سے پھلانگ کر ڈیوریل سے جا ملی۔ راجہ کی بھاری شکاری بندوق ایک مرتبہ پھر گرجی اور ایک پاؤ تھیٹ گوریلا جو ہمینڈ کا نشانہ لے رہا تھا۔ اچانک پیچھے ہٹا جیسے کسی خچر نے اس کے دولتی رسید کی ہو۔ پھر زمین پر گر کر لوٹنے لگا۔ گوریلے ہمینڈ اور ڈیوریل دونوں کی فائرنگ کی زد میں تھے۔ اپنے آپ کو دونوں طرف سے گھرا ہوا پا کر وہ ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ آخر کار وہ گیٹ پر جا پہنچے۔ ہمینڈ کی بندوق پھر چلی اور ڈیوریل نے ایک اور دستی بم پھینکا اس نے پالامیرا کو بھی فائر کرتے ہوئے سنا۔ اور پھر وہ باڑ کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگا۔

اس کے سامنے ایک کیچڑ میں لتھڑا ہوا چہرہ ابھرا۔

"خوش آمدید۔ تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

وہ ایک قیدی پائلٹ تھا۔ اس نے اپنے ساتھی قیدیوں سے چیخ کر کچھ کہا۔ ڈیوریل نے اس کے ہاتھ میں ایک دستی بم پکڑا دیا۔ "جو بھی ہتھیار یا اسلحہ تمہیں ملے اٹھا لو۔"

"کیا ہم باہر نکلنے والے ہیں؟"

"ہاں۔ لیکن اس سلسلے میں تمہیں ہماری مدد کرنی پڑے گی۔"

"ہم بڑی خوشی سے ہر مدد دینے کو تیار ہیں۔"

وہ چھت جس پر ہمینڈ کھڑا تھا۔ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ فضا میں بلند ہوئی۔ لیکن اس سے پہلے ہی ہمینڈ وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ شعلوں کی لپیٹ اور دھوئیں نے پاؤ تھیٹ گوریلوں کو احاطے میں سے باہر نکلنے کا موقع فراہم کر دیا تھا۔ ڈیوریل نے ان کو جانے دیا۔ وہ قیدیوں کو مسلح کرنے میں مصروف رہا۔ ان قیدیوں کی حالت بڑی خراب ہو رہی تھی۔ خوراک کی کمی اور تشدد نے انہیں ہڈیوں کے ڈھانچوں میں بدل دیا تھا۔ وہ انسانوں سے زیادہ بھوت معلوم ہو رہے تھے۔ لیکن ان کی آنکھوں میں امید کی چمک پیدا ہو چکی تھی۔

ایک قیدی پائلٹ نے کہا "جناب ہمارے شہر جیٹ طیارے ادھر جنگل میں ہیں۔ کچھ لوگ ہمیں دھوکہ دے کر یہاں لے آئے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کس طرح۔ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ ہم کہاں ہیں۔"

"اب آپ لوگ اپنے گھروں کو جانے والے ہیں۔" ڈیوریل نے کہا۔

ایک پائلٹ کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی۔ دوسرے کے جسم پر کوڑوں کے نشان تھے۔ کئی کمزوری اور نقاہت کے باعث لڑکھڑا کر چل رہے تھے۔ فاقہ کشی کی وجہ سے ان کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی تھی۔ لیکن انہوں نے بڑی ہمت اور دلیری سے گوریلوں کے چھوڑے ہوئے ہتھیار اٹھا لئے اور ڈیوریل پالامیرا اور راجہ کے پیچھے تیز تیز قدم اٹھا کر چلنے لگے۔

ڈیوریل نے ہمینڈ کو تلاش کیا۔ پاؤ تھیٹ گوریلے غائب ہو چکے تھے۔ جھونپڑیاں جل رہی تھیں دھوئیں میں سے ڈیوریل نے ہمینڈ کا سایہ کانٹوں دار تاروں کی باڑ پار کرتے ہوئے دیکھا۔ اس نے اپنی بندوق ایک ہاتھ میں اپنے سر پر اٹھائی ہوئی تھی۔ تاروں سے نکل کر وہ زمین پر لیٹ گیا۔ اور پیٹ کے بل آگے بڑھنے لگا۔ اس کا ہاتھ ایک لمحے کے لئے اوپر اٹھا۔ اور ایک دستی بم فضا میں تیرتا ہوا دکھائی دیا اور قریب

کی جھونپڑی سے ایک شعلہ اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی وہاں سے چلتی ہوئی مشین گن خاموش ہو گئی۔

"ہمینڈ،" ڈیوریل نے چیخ کر کہا۔ "واپس آ جاؤ۔" اسے معلوم تھا کہ ہمینڈ نے اس کی آواز سن لی تھی۔ لیکن وہ واپس نہیں آیا، بلکہ ایئر فیلڈ کی طرف بڑھنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ دشمن کے مورچوں پر حملہ بھی کرتا جا رہا تھا۔

نیوی کے پائلٹ آگے بڑھے۔ ایک نوجوان پائلٹ نے کہا۔ "میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو لیکن پھر بھی میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہم کس طرح تمہاری مدد کر سکتے ہیں؟"

"تم میں سے جو لوگ فٹ ہیں۔ اور ہتھیار اپنے پاس رکھتے ہیں۔ وہ میرے ساتھ چلیں۔"

"ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ ہمیں ان سے اپنا بدلہ چکانا ہے۔"

ڈیوریل آگے چل پڑا۔ پالا میر اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ اس نے پالا میر کے مٹی میں تھتھڑے ہوئے چہرے کو دیکھا۔ اور غصے سے بولا۔ "یہ تم عورتوں کا کام نہیں ہے۔ واپس چلی جاؤ۔"

"میں پال کو ڈھونڈ رہی ہوں۔"

"مجھے بھی اس کی تلاش ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمینڈ سے پہلے اسے پا لوں۔"

"لیکن میرا یہ خیال نہیں کہ جارج . . ."

"جارج اسے یقیناً مار ڈالے گا۔" ڈیوریل نے زور دے کر کہا۔

پالا میر کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ آسمان پر اب تارے جگمگا رہے تھے۔ جلتے ہوئے جھونپڑوں کے شعلوں میں ان کے سائے ہلتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ڈیوریل نے جلدی سے قید خانے کے صحن کو پار کیا۔ اور پھر جھک کر جھونپڑوں کے پیچھے اس جگہ جا پہنچا جہاں سے تاروں کی باڑ سے ہمینڈ باہر گیا تھا۔ ایئر فیلڈ وہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔ بائیں طرف جنگل میں تھوڑی دور لمبے لمبے شیڈ بنے ہوئے تھے۔ جن کے نیچے سے دھات کے ڈھانچے چمک رہے تھے۔

"وہ تھنڈر چیف طیارے ہیں۔" اس نے کہا۔

"کیا وہ واقعی انہیں لینگکھا پر بمباری کے لئے استعمال کریں گے۔"

"کیوں نہیں، وہ دو یا تین طیارے استعمال کریں گے۔ پال ایک تربیت یافتہ پائلٹ ہے۔"

"لیکن پال ایسا نہیں کرے گا۔"

"واقعی اب وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔"

اس نے پال کے ذاتی طیارے کو میدان میں کھڑے ہوئے دیکھا۔ وادی کے دوسری طرف لڑائی بدستور جاری تھی۔ شاید تالانگ کے آدمی گوریلوں کا صفایا کرنے میں مصروف تھے۔ ڈیوریل نے ہمینڈ کو ہر طرف تلاش کیا۔ لیکن اندھیرے میں وہ کہیں نظر نہ آیا۔

"جارج۔" اس نے پکار کر کہا۔

دائیں طرف سے ایک شعلہ سا اس کی طرف لپکا۔ اس نے پالا میر کو دھکا دے کر نیچے گرا لیا اور خود بھی زمین پر لیٹ گیا۔ اس کے سر پر سے گولیوں کی بوچھاڑ گزر گئی۔ اس نے احتیاط سے اپنا سر گھمایا اور دیکھا کہ ایک درخت کی شاخوں کے درمیان سے شعلہ نکلا۔ اس نے اپنی بندوق میں کارتوس بھر لیے اور بار بار درخت کی طرف گولیاں چلائیں۔ شاخیں ٹوٹنے اور ایک آدمی کے چیخنے کی آوازیں ساتھ ساتھ سنائی دیں۔ اس کے بعد ایک پاؤ بھیٹ گوریلے کا مردہ جسم درخت سے نیچے آ گرا۔

"آؤ چلیں۔"

وہ پالا میر کے ساتھ ساتھ دوڑتا ہوا۔ میدان میں کھڑے ہوئے پال کے ذاتی طیارے کی طرف چلا۔ ائیر سٹرپ پر پاؤ بھیٹ گولیوں سے بچنے کے لئے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے۔ ایک طرف سے ڈیوریل اور دوسری طرف سے امریکی پائلٹ ان پر گولیاں برسا رہے تھے۔ تیسری طرف سے کرنل تالانگ کے آدمیوں کی فائرنگ جاری تھی۔ ڈیوریل کو ہمینڈ کی تلاش تھی۔ اچانک بائیں طرف کی جھاڑی سے ہمینڈ باہر نکل کر شیڈوں کی طرف بڑھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اسے اپنے اردگرد کا کوئی ہوش نہ ہو۔ ابھی تک پال میری ڈیل کہیں نظر نہیں آیا تھا۔

"جارج" ڈیوریل نے پھر ہمینڈ کو آواز دی۔

ہمینڈ نے سر موڑ کر پیچھے دیکھا۔ اس کے چہرے پر موت کا نقاب پڑا ہوا تھا۔ اور وہ دھوئیں اور مٹی میں لتھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ سے ڈیوریل کو رکنے کا اشارہ کیا۔ لیکن ڈیوریل اس اشارے کو نظرانداز کرتا ہوا اس کی طرف دوڑا۔ ہمینڈ نے بندوق اس کی طرف اٹھائی۔ پالا میر چیختی ہوئی ڈیوریل کی طرف ہوئی۔ ڈیوریل زمین پر لڑھکتا ہوا ہینگر کی دیوار کے پاس جا پہنچا۔ وہ ہینگر کے اندر لوگوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں سن سکتا تھا۔ یہ لوگ اس کی جان لے سکتے تھے۔ اور دوسری طرف کھڑے طیاروں میں رکھے ہوئے بموں کے پھٹ جانے کا بھی خدشہ تھا۔ اسے اپنے دائیں طرف سرسراہٹ کی آواز سنائی دی۔ دوسرے ہی لمحے ہمینڈ اس کے پاس زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ ڈیوریل نے پالا میر کو ہاتھ سے اشارہ کیا وہ چند قدم اوپر سے بندوق کے ذریعہ ان کو کور کرے۔

"یہاں سے نکل جاؤ" ہمینڈ نے کہا۔ اس کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی "میں اپنے پیچھے اس عورت کی موجودگی برداشت نہیں کر سکتا"

"تم اس پر اعتماد کر سکتے ہو۔ لیکن آخر تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"تمہارا کیا خیال ہے" ہمینڈ نے وحشیانہ طور پر مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے پال میری ڈیل کی کھوپڑی کی تلاش ہے وہ اپنے ذاتی طیارے میں یہاں سے فرار ہونے کے لئے یہاں پہنچنے ہی والا ہے لیکن کوئی پرواہ نہیں میں اسے مار کر دم لوں گا"

"میں اسے زندہ پکڑنا چاہتا ہوں" ڈیوریل نے کہا۔ "اس پر لینن گراڈ میں مقدمہ چلایا جائے گا"

"ہرگز نہیں۔ تم چاہتے ہو کہ دنیا بھر کے اخبارات اس واقعہ کو اچھالیں۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اس میں میری اپنی بھی بدنامی ہوگی۔ میں اسے صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتا ہوں چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے مجھے کوئی پرواہ نہیں"

"نہیں۔ تم ایسا نہیں کر سکتے" ڈیوریل نے کہا۔

"تم مجھے ایسا کرنے سے نہیں روک سکتے"

کسی وارننگ کے بغیر ہمینڈ اچانک اٹھا۔ اور ایئرسٹرپ کے پاس ہینگر شیڈ کی طرف دوڑا۔ اس کی بندوق شعلے اگل رہی تھی۔ اسی لمحہ ڈیوریل کو پال میری ڈیل کی مانوس شبیہ نظر آئی۔ جو اپنے طیارے کی طرف بھاگ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سب مشین گن تھی۔ ہمینڈ نے اسے للکارا اور بندوق اٹھا کر اس کی طرف جھپٹا۔ میری ڈیل بپھرے ہوئے چیتے کی طرح غرایا۔ اس نے اپنی لپٹ اپنے ذاتی طیارے کی طرف کر لی تھی۔ اور چہرہ ہمینڈ کی طرف تھا۔ جو غصہ کی وجہ سے پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ اس نے مشین گن اٹھائی۔ اور گولیاں برسانے لگا۔ ہمینڈ نیچے جھک گیا۔ اسی وقت امریکی پائلٹ اس کی طرف دوڑے پال میری ڈیل نے اپنی مشین گن کا رخ ان کی طرف کر دیا۔ اگر ایک لمحہ کی تاخیر ہو جاتی تو وہ سب کے سب اس کی گولیوں سے چھلنی ہو گئے ہوتے۔

یہ دیکھتے ہی راجہ نے اپنی بھاری شکاری رائفل ڈیوریل کے عین پیچھے سے اٹھائی اور اس کے چلنے سے ایک دھماکہ سا ہوا۔ جس نے مشین گن اور دستی بموں کی آوازوں کو دبا دیا جو دس منٹ سے مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ اس کے بعد ہر طرف خاموشی چھا گئی۔

پال میری ڈیل اپنے گھٹنوں پر بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھ سے مشین گن زمین پر گر چکی تھی۔ ہمینڈ نے سر موڑ کر ڈیوریل سے کچھ کہا۔ اور پھر اس کی طرف واپس آیا۔ ڈیوریل کے پیچھے سے راجہ نے ہموار لہجے میں کہا۔ "وہ ان سب کو مار ڈالتا۔ میں نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا تھا"

پالا میر کانپتی ہوئی ڈیوریل کے پاس آئی۔ میری ڈیل اب بھی دو زانو بیٹھا ہوا۔ بوڑھے راجہ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں سے تعجب کا اظہار ہو رہا تھا

"دادا... تم نے...؟"

"ہاں میں نے..."

ہمینڈ کے منہ سے سیٹی کی سی آواز نکلی۔ "یہ کام مجھے کرنا تھا۔ میں اسے مارنا چاہتا تھا۔"

"شٹ اپ جارج۔"

پالامیر نے کانپتے ہوئے کہا۔ "کیا پال مر چکا ہے؟"

"ہاں۔"

"تو کیا سب کچھ ختم ہو گیا؟"

"نہیں،" ڈیوریل نے کہا: "ابھی سب کچھ ختم نہیں ہوا۔ ابھی بہت کچھ باقی ہے۔"

۲۷

ہمینڈ کی رہائش گاہ کے کمرے میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ نہر پر خاموشی طاری تھی اور اس کے پانی کی سطح پر چاند کا عکس تیر رہا تھا۔ ڈیوریل بڑے چینی بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ ایک گھنٹے سے اندھیرے میں انتظار کر رہا تھا۔ جیسے کہ ایک مرتبہ پہلے بھی وہ انتظار کر چکا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ یہ انتظار کی گھڑیاں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ جنگل سے واپسی کے بعد یہ دوسری رات تھی۔ اس سے پہلے وہ ڈیوڈ کنڈن اور وزیراعظم کو وانگ سے مل چکا تھا۔ امریکی پائلٹوں کی واپسی کے انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ اس سلسلے میں کوئی سیاسی الجھن پیش نہ آئی تھی نہ ہی کوئی سوالات اٹھے تھے۔ کرنل تلانگ نے شہر سے کرفیو اٹھا لیا تھا۔ فسادات ختم ہو چکے تھے۔ لیکن چینی اور ملائی باشندوں کے درمیان دشمنی باقی تھی۔ لینگکاڈا کے حالات بظاہر معمول پر آ چکے تھے۔

کسی نے ڈیوریل کو اس بات کی یاد دہانی نہیں کرائی تھی۔ کہ اسے لینگکاڈا چھوڑ دینے کے احکامات کی پابندی کرنی ہے۔ اس بات کے لیے وہ خصوصی طور پر احسان مند تھا۔ اس کا اس ملک میں کام ابھی تک ختم نہیں ہوا تھا۔ اس نے کے سیکشن کے کنٹرول کو الالمپور کے سفارتخانے کی معرفت اپنی رپورٹ

بھجوا دی تھی۔ لینگکاڈا کے قونصل خانے میں ہمینڈ کے کمرے میں اسے اپنے چیف جنرل ڈکنسن میکی کا جواب بھی موصول ہو گیا تھا۔ آج رات جنرل میکی تائیوان سے واشنگٹن پرواز کرنے والا تھا۔

اس وقت ہمینڈ قونصل خانے میں موجود نہ تھا۔ لینگکاڈا واپس آنے کے بعد اسے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

ڈیوریل نے راجہ کے محل میں پالامیر سے ٹیلی فون پر بات کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ لیکن ہندوستانی خاتون آنندرا نے اسے بتایا تھا۔ کہ راجہ اور اس کی پوتی کسی سے ملنا نہیں چاہتے۔ اس پر اسے افسوس بھی تھا۔ آنندرا نے یہ توقع بھی ظاہر کی تھی کہ پالامیر چند دنوں میں اس سے مل سکے گی ادھر ڈیوریل اگلے دن لینگکاڈا سے رخصت ہونے والا تھا۔

اچانک اس نے سیڑھی کے چرچرانے کی مدھم سی آواز سنی۔ آنے والا دبے قدموں سے آ رہا تھا۔ اس طرح کہ اس کے قدموں کی آواز بالکل سنائی نہ دے رہی تھی۔

وہ چینی بستر پر بے حس و حرکت لیٹا رہا۔ اس کا ہاتھ بندوق پر تھا۔ ہمینڈ کمرے میں داخل ہوا۔ اس مرتبہ اس نے اپنی آمد کو چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اندھیرے میں اس کے سلگتے ہوئے سگار کی روشنی چمک رہی تھی۔ اس کا سایہ ایک طرف کو جھکا ہوا دیوار پر پڑ رہا تھا۔

"سام!"

"ہوں۔" ڈیوریل نے کہا۔

"میرا بستر پسند آیا؟"

"اتنا پسند آیا کہ جی چاہتا ہے کہ ہفتوں اس پر سویا رہوں۔"

"اگر تم اسی طرح بے بلائے مہمان کی طرح آتے رہے تو ممکن ہے کہ تم ہمیشہ کے لیے اس بستر پر سو جاؤ۔ مجھے زبردستی کے مہمان بالکل ناپسند ہیں۔"

"تمہیں میرے آنے کی توقع تھی جارج۔ کیا نہیں تھی؟"

ہمینڈ کے بڑے دانت چمک اٹھے۔ "ہاں۔ مجھے تمہارے آنے کی توقع تھی۔ لیکن مجھے کوئی پرواہ نہیں

"تمہیں کوئی تعجب نہیں ہوا؟"

"نہیں۔ مجھے تمہارے متعلق سب کچھ معلوم ہے سام۔ تم ہر معمہ کو اس کی معمولی تفصیلات تک حل کرنے کے قائل ہو لیکن موجودہ کیس دوسرے کیسوں سے مختلف ہے۔ یہ اس طرح ختم نہیں ہوگا۔ جس طرح کہ تم چاہتے ہو۔"

"ہوگا اور ضرور ہوگا۔" ڈیوریل نے کہا۔ "تم اب تک کہاں تھے؟"

"کام میں مصروف تھا۔ اس سلسلے میں مجھے کئی جگہ جانا پڑا۔ روشنی کر دوں؟"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں۔" ڈیوریل نے کہا۔

"یہ تم نے اپنی بندوق کا رخ میری طرف کیوں کر رکھا ہے؟"

"وہ اس لئے کہ کہیں تم مجھے دشمن سمجھ کر قتل نہ کر دو۔ ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے۔ تم کئی مرتبہ کوشش کر چکے ہو۔"

کافی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ ہمینڈ اپنے سگار کا کش لیتا رہا۔

"آخر کار ہمینڈ نے کہا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم نے میرے طرز عمل کو پسند نہیں کیا اور جس طریقے سے میں نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے اس سے تمہیں اتفاق نہیں ہے لیکن مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ لینگلے میں میں تمہارا چیف ہوں اور تمہیں میرے احکامات پر عمل کرنا ہے اب تک تم نے میرے احکامات پر عمل نہیں کیا ہے۔ اس سلسلے میں میں نے تمہارے خلاف اپنی رپورٹ ہیڈ کوارٹرز کو بھیج دی ہے۔ اگر اس بات سے تم ناراض ہو تو واقعی یہ بڑی بری بات ہے میرا خیال ہے کہ آئندہ ہم کبھی اکٹھے مل کر کام نہیں کریں گے۔"

"ہاں۔ مجھے بھی پورا یقین ہے۔ کہ آئندہ ہم دونوں کو اکٹھے مل کر کام کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

"مجھے امید ہے کہ مجھے یہ کارنامہ انجام دینے پر واشنگٹن بلایا جائے گا۔ اور پھر میں کام

بالا کا کھویا ہوا اعتماد حاصل کروں گا۔ مجھے نئے سیکشن کا چیف بنا دیا جائے گا۔ یہ میرا حق تھا جو مجھ سے چھین لیا گیا ہے۔ میں مانتا ہوں۔" ہمینڈ نے آہستہ سے کہا۔ کہ تم نے میری تھوڑی سی مدد کی ہے۔ تم نے مدد بھی کی ہے اور میرے کام میں رکاوٹ بھی ڈالی ہے مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں تھی اور میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ تم یہاں رہو۔ یہ میں تھا جس نے ہمفرے لیسٹر جیسے طیارہ دد کا پتہ لگایا۔ یہ میں ہی تھا۔ جس نے پال کی نشان دہی کی۔ سوال صرف کرفیہ میں سے گزرنے اور معاملات کو صاف کرنے کا تھا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارا ارادہ لینگلے چھوڑ دینے کا ہے۔ جانتے"

"ہاں۔" ہمینڈ کے لہجے سے خوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔ "مجھے مدت سے اس وقت کا انتظار تھا۔ میں نے اپنا کھویا ہوا وقار اور اعتماد حاصل کر لیا ہے۔ یہ بات ثابت کر دیا ہے کہ میں اب بھی جاسوسی کے کارنامے انجام دے سکتا ہوں۔ جاسوسی ہی میری زندگی ہے مجھے اس زندگی سے دور کر دیا گیا تھا۔ میں یہاں پڑا ہوا سڑ رہا تھا۔ میری صلاحیتیں زنگ آلود ہو رہی تھیں۔ لیکن اب مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

"جبھی تم نے للی فین سے تعلقات قائم کئے۔" ڈیوریل نے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ تم اس سے شادی کرنا چاہتے تھے۔"

"تم جانتے ہی ہو کہ جب آدمی مایوسی کا شکار ہو اور انتہائی اسے کاٹنے کو دوڑے تو وہ اسی قسم کی حرکتیں کرتا ہے۔"

میں نے سنا ہے کہ وزیر اعظم کو انگ نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ اس نے جو کچھ کیا وہ جوانی کی ایک بھول تھی۔"

"ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔" ہمینڈ نے کہا۔

"واپسی کے بعد تم اس سے ملے ہو؟"

"نہیں۔"

"میں اس سے مل چکا ہوں۔"

"کیوں نہیں۔ وہ ایک حسین اور طرحدار لڑکی ہے۔"

"تم نے اسے قتل کرنے کی کوشش کیوں کی؟"

ہمینڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے ٹھنڈی سانس بھری۔ تھوڑی دیر تک سگار کے کش لیتا رہا۔ پھر کہنے لگا "اسے بھول جاؤ سام۔" اس کا لہجہ اچانک تبدیل ہو کر سخت ہو گیا تھا۔

"میں یہی معلوم کرنے کے لیے یہاں آیا ہوں جارج کہ تم نے اسے قتل کرنے کی کوشش کیوں کی۔"

"سنو۔ میں نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ وزیر اعظم کے دفتر میں کیا ہو رہا ہے۔ للی فین سے دوستی کی تھی۔ وہ وزیر اعظم کی چہیتی بیٹی تھی میرا مطلب ہے کہ اب بھی ہے۔ اس کے باپ نے اسے معاف کر دیا ہے۔ اور میرے ساتھ اس کے تعلقات کو فراموش کر دیا ہے ٹھیک ہے اب مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے میرا مقصد اس سے زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا تھا۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ لینگکڈ میں کیا ہو رہا ہے۔ وزیر اعظم کو انگ وہ تمام معلومات مجھے مہیا نہیں کر سکتا تھا جس کی مجھے ضرورت تھی۔ لیکن للی نے وہ معلومات مجھے پہنچا دیں۔ میرا مقصد پورا ہو گیا۔ دوسری باتوں کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔"

"تمہیں پرواہ کرنی پڑے گی۔" ڈیورل نے کہا۔ "تم نے اس کے ساتھ تعلقات میں کسی ضابطۂ اخلاق کا خیال نہیں کیا۔ تم اس کے لیے دیوانے ہو رہے تھے۔ تمہیں ہوس نے اندھا کر رکھا تھا۔ لیکن تم اسے جان سے مارنا بھی چاہتے تھے۔ تم اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے لیکن تم نے پال ہیری ڈیل کو راستے سے ہٹانے کا پورا پورا بندوبست کر دیا۔ تم نے دادا کے ہاتھوں پوتے کا خون کروا دیا۔ اس طرح تمہارا مقصد تو پورا ہو گیا۔ اور تم پال کو خاموش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"مجھے باغیوں اور کمیونسٹوں سے نفرت ہے۔" ہمینڈ نے کہا۔

"تمہیں اپنے آپ سے نفرت کرنی چاہیئے۔" ڈیورل نے کہا۔

ہمینڈ آگے کی طرف جھک کر سگار کی راکھ جھاڑنے لگا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔ صاف صاف کہو کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" اس نے کہا۔

"مجھے تمہاری حالت پر ترس آتا ہے جارج۔" ڈیورل نے کہا۔

"مجھے اس لفظ سے نفرت ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجھ پر ترس کھائے۔ میں دنیا سے الگ تھلگ ہو کر زندگی گزارنا نہیں چاہتا۔ میں اپنا کام پوری مہارت اور چابکدستی سے کر سکتا ہوں مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ سمجھے؟"

ڈیورل ہمینڈ کے ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔

ہمینڈ نے سگار کا لمبا کش لیتے ہوئے کہا۔ "یہاں پر سب معاملات صاف ہو چکے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ تم اب اور کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔ ہم نے قصر لیٹر جیٹ طیاروں کا پتہ لگا لیا ہے ہم نے پائلٹوں کو پاؤ تھیٹ گوریلوں سے رہائی دلا دی ہے۔ اب وہ وطن واپس جا رہے ہیں۔ بوڑھے راجہ کو اپنے ہاتھوں سے اپنے پوتے کا خون کرنا پڑا۔ اس کا مجھے افسوس ہے لیکن وہ اسی قابل تھا۔ اس نے غداری کی تھی۔ اگر راجہ اسے نہ مارتا تو وہ پائلٹوں کو مار ڈالتا۔ وہ اپنے ذاتی طیارے میں فرار ہونا چاہتا تھا۔ تم کہتے ہو کہ میں اسے قتل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ میں اسے نہ مار سکا۔ تو پھر تم کس بات پر مجھ سے ناراض ہو؟"

"میں ڈبل ایجنٹوں کو پسند نہیں کرتا۔" ڈیورل نے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میں ڈبل ایجنٹ ہوں؟" ہمینڈ نے کہا۔

"تم نے دوسرا کھیل کھیلنے کی کوشش کی جب شروع شروع میں پاؤ تھیٹ گوریلوں نے یہاں اپنی سرگرمیاں شروع کیں تو اس وقت تم دنیا سے الگ تھلگ زندگی گزار رہے تھے۔ تم پر حکام مجاز

کا اعتماد ختم ہو چکا تھا۔ لیکن پھر بھی تم سکیورٹی پولیس کے آدمی تھے۔ تمہیں نئی زندگی حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ شاید پہلی مرتبہ پال تم سے ملا ہوگا۔ اس نے تمہیں پاؤ تھیٹ گوریلوں کی طرف سے انٹلی جنس چیف بنانے کی پیش کش کی ہوگی۔ پھر تم دونوں نے ملکر لیشر طیاروں کو دھوکے سے یہاں لانے کا پروگرام بنایا ہوگا۔ تمہیں امید تھی۔ کہ تم ان کو لینگرڈا پر بمباری کے لئے آمادہ کرلو گے۔ اس طرح یہاں امریکہ کے خلاف منافرت پھیلانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ اور بین الاقوامی پروپیگنڈے کا مواد پاؤ تھیٹ گوریلوں کے ہاتھ میں آجائے گا۔ اس کے بعد جو گڑبڑ ہوگی اس سے فائدہ اٹھا کر پاؤ تھیٹ گوریلے اس ملک پر قابض ہو جائیں گے پال کو اقتدار کی ہوس تھی وہ یہاں کا راجہ بننا چاہتا تھا۔ اس کے آبا و اجداد نے یہاں حکومت کی تھی۔ وہ بھی حکومت کرنا چاہتا تھا وہ گورے راجہ کی جگہ سرخ راجہ بننے کے لئے بھی تیار تھا۔ وہ بھی اپنی اہمیت کا احساس دلانا چاہتا تھا۔ جیسا کہ تم چاہتے تھے۔ لیکن تم دونوں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے غلط راستہ پر چل پڑے۔"

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس کا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟"

"ثبوت تو میرے پاس کوئی نہیں ہے"

"تو پھر اس بکواس کا فائدہ؟ اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر مت کھودو۔"

"تم مجھے دھمکا رہے ہو۔ لیکن مجھے کوئی پرواہ نہیں۔"

"میرا مطلب ہے ...." ہمینڈ نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

"تم نے للی فین کو وزیر اعظم کو انگ کے سرکاری راز معلوم کرنے کے لئے استعمال کیا۔ وہ ایک نادان لڑکی تھی۔ جو تمہارے فریب میں آگئی اس نے اپنی عزت اور ناموس بھی تمہارے اوپر قربان کردی۔ تم نے اس پر اپنی قابلیت کا رعب ڈال دیا تھا۔ وہ تم سے مرعوب ہو گئی تھی۔ وہ کچھ عرصہ تک یہ سمجھتی رہی کہ تم بہت بڑی اور اہم شخصیت ہو۔ میرا خیال ہے کہ للی پال کے ساتھ کام

کرتی رہی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے اس سے بھی ویسے ہی تعلقات ہوں جیسے کہ تم سے تھے۔ لیکن تم اسے اپنی مقصد براری کے لئے استعمال کر رہے تھے۔ تمہیں اس پیشے میں داخل ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ تم جیسے تجربہ کار جاسوس سے یہ توقع کرنا کہ تم ایک نوجوان لڑکی کے لئے دیوانے ہو جاؤ گے۔ بالکل قرین قیاس نہ تھا۔ چنانچہ جب تم نے یہ بتایا کہ تم اس پر مرتے ہو۔ تو میرے دل نے اسے ماننے سے انکار کردیا۔" ڈیوریل تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر کہنے لگا۔ "تم نے اس رات جب میں پالا میر کو شا دیوں سے بچانے کے لئے نہر میں تیر رہا تھا۔ مجھے قتل کرنے کی کوشش کی۔ پہاڑی کی طرف سفر میں تم نے کئی مرتبہ مجھے مارنے کے لئے جال بچھائے۔ تم نے تاروں کے ذریعے بانس کے نیزے لگائے۔ پہاڑی کے سہارے بھاری پتھر لٹکائے۔ تم نے ہی پل کو اڑانے کے لئے بارود بچھایا۔ اور للی فین کے ذریعہ مجھے پل پار کرنے پر آمادہ کرنا چاہا۔ یہ تمام اقدامات تم نے مجھے جان سے مارنے کے لئے کئے۔"

"اس کے بعد تمہیں خیال آیا۔ کہ کہیں للی فین تمہارا راز فاش نہ کردے۔ تو تم اس کی جان لینے کے درپے ہو گئے۔ پھر جب وہ ہمارے قبضہ میں آگئی تو تم نے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا کہ کہیں وہ تمہارے راز کو نہ کھول دے۔ تم اسے ہر قیمت پر خاموش رکھنا چاہتے تھے۔ اسی طرح تمہیں پال میری ڈیل کی طرف سے بھی راز افشا ہونے کا خدشہ تھا۔ تم جانتے تھے کہ وہ کمزور آدمی ہے اور ذرا سی سختی ہونے پر سب کچھ اگل دے گا۔ کہ کس طرح تم نے پاؤ تھیٹ گوریلوں سے ساز باز کی۔ کس طرح لینگرڈا پر بمباری کرنے کا پلان بنایا وغیرہ وغیرہ۔ تم نے اپنی انتہائی کوشش کی کہ تم مجھ سے پہلے اس تک پہنچ جاؤ۔ آخر کار تم اسے اس کے دادا کے ہاتھوں قتل کروانے میں کامیاب ہو گئے۔ تمام حالات تمہاری توقعات کے مطابق پیش آئے سوائے ایک بات کے۔"

"وہ کیا؟" ہمینڈ نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ تم نے پال کو مجھے قتل کرنے کے احکامات دے کر بھیجا۔ تمہیں اس بات کا یقین نہیں تھا۔ کہ مجھے کیا کچھ معلوم ہے اور کیا کچھ معلوم نہیں۔ لیکن پال نے تمہارے تکیہ کلام۔ "کوئی پرواہ نہیں" کو اپنا لیا۔ اس نے یہی تکیہ کلام میرے سامنے دہرایا تو مجھ پر تمام حقیقت آشکار ہو گئی۔"

کمرے میں اب مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہمینڈ کرسی پر بے حس و حرکت بیٹھا تھا آخر کار اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "کوئی پرواہ نہیں۔ اپنا بیان جاری رکھو۔"

"میں جانتا تھا کہ ہر مرتبہ جھوٹے پائلٹ کا پارٹ پال ادا نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی اور شخص بھی تھا۔ جو یہی کردار ادا کرتا تھا۔ جو ہر دوسری رات کو جیٹ طیارہ اڑاتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب میں نے تھنڈر جیٹ طیارے کی آواز سنی تو اس وقت پال اپنی بہن پالا میر کے پاس محل میں موجود تھا۔ لیکن اس وقت تم لینگ کراس میں موجود نہیں تھے۔ میں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ تم تمام دن غائب رہے تھے۔ تم تھنڈر جیٹ طیارے کو نہایت مہارت سے چلا سکتے ہو۔ تم نے ۱۹۶۴ء میں اس کی خصوصی تربیت حاصل کی تھی۔ اس کے بعد تمہیں شام میں کرد باغیوں کے خلاف مشن پر بھیجا گیا تھا۔ جہاں تک تھنڈر جیٹ طیاروں کے اغوا کا تعلق ہے۔ تو امریکی کرد یہ کے پائلٹوں کو گمراہ کر کے یہاں لانے والے دو جعلی پائلٹ تھے۔ یعنی تم اور پال۔"

ہمینڈ خاموش رہا۔

"تمہارا اب بھی یہ خیال تھا۔ کہ تم اپنے ہی پھیلائے ہوئے جال سے بڑی خوش اسلوبی سے نکل سکو گے یعنی اگر تم نے للی اور پال کو ٹھکانے لگا دیا۔ تو تم کے سیکشن میں ہیرو کی حیثیت اختیار کر لو گے اور پھر تمہیں ترقی کر کے اس کا چیف بننے سے کوئی نہ روک سکے گا۔ کئی سال سے تم اسی موقع کے انتظار میں تھے۔ تم نے سوچ لیا تھا۔ کہ اگر پاؤتھیٹ گوریلے کامیاب ہوتے ہیں تو وہ تمہیں اپنا آدمی سمجھ کر اس علاقہ کا حکمران بنا دیں گے۔ اور اگر ہم امریکن کامیاب ہوتے

ہیں۔ تو تم کے سیکشن کے چیف بن جاؤ گے۔ ہر صورت میں جیت تمہاری ہو گی۔ لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔

"کیا تم نے ان تمام باتوں کی رپورٹ بھیج دی ہے۔" ہمینڈ نے پوچھا۔

"ہاں۔"

ہمینڈ نے سگار کا کش لیا۔ اور آہستہ آہستہ منہ سے دھواں نکالنے لگا۔ جب وہ بولا تو اس کی آواز پرسکون تھی۔ "اگر میری سکیم کامیاب ہو جاتی تو میں ترقی کے بلند ترین مقام پر پہنچ جاتا۔ میں یا تو امریکہ میں ہیرو کی حیثیت سے داخل ہوتا۔ یا یہاں حکومت کرتا۔ میں نے بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ جسمانی اور ذہنی اذیتوں سے گزرا ہوں۔ اس کا صلہ مجھے کیا ملا۔ یہی نا کہ مجھے ناکارہ سمجھ کر یہاں پھینک دیا گیا۔ لیکن خیر مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ میرا خیال ہے کہ تمہارا بھی ایک ہی حشر ہونے والا ہے۔"

"شاید"

"تمہیں میری بابت کیا احکامات ملے ہیں؟"

"یہی کہ تمہیں نہایت صفائی سے ٹھکانے لگا دوں۔"

ایک لمحہ کے لئے ہمینڈ خاموش رہا۔

"اور تمہیں بادل نخواستہ یہ فرض انجام دینا ہے؟"

"ہاں۔"

"تم دل سے نہیں چاہتے کہ میرا خون بہاؤ۔"

"ہاں۔ لیکن حکم سے مجبور ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری مجبوری سمجھتا ہوں۔ بہرحال تمہیں یہ زحمت نہیں اٹھانی پڑے گی"

ہمینڈ نے اپنے منہ سے سگار نکالا۔ اور اس طرف تکنے لگا۔

"میں تھک گیا ہوں۔ بہت تھک گیا ہوں۔ میں اس زندگی سے اکتا چکا ہوں۔ میں بازی ہار چکا ہوں۔ میرا مر جانا ہی بہتر ہے۔ اب مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے سگار کا سرا دانتوں سے چبانا شروع کر دیا۔ ایسا کرتے ہوئے وہ مسکرا رہا تھا۔ ڈیوریل نے زہر کا کیپسول دانتوں سے کچلنے کی آواز سنی جو سگار کے سرے پر لگا ہوا تھا۔ ڈیوریل خاموشی سے ہمینڈ کی طرف دیکھتا رہا۔

ایک منٹ بعد ہمینڈ مر چکا تھا۔

۳۸

ہمینڈ کی موت کے بعد اگلی شام کوان ڈیوپ ہوٹل کی رونق بحال ہو چکی تھی۔ ڈیوریل نے وہ دن امریکی قونصل ڈیوڈ کونڈن کے ساتھ قونصل خانے میں فائل ورک میں گزارا تھا واشنگٹن سے وصول ہونے والے پیغامات کو پڑھا اور ان پر عمل در آمد کے انتظامات کیے تھے۔ امریکی بحریہ کے پائلٹوں کو وطن واپس بھیجنے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ ڈیوریل نے وزیراعظم کوانگ سے مختصر سی ملاقات کی تھی۔ جس میں دونوں طرف سے رسمی اخلاق کا مظاہرہ کیا گیا للی فین کو سکول بھیج دیا گیا۔ پاؤ بھیٹ گوریلوں کے پہاڑی مستقر میں ڈیوریل کی موجودگی کا ذکر خبروں میں سے حذف کر دیا گیا تھا اور ہمینڈ کی موت پر اظہار تعزیت کیا گیا تھا۔

کرنل تلانگ ڈیوریل سے ملنے کے لیے ہوٹل میں آیا تھا۔ اس ملاقات کے دوران ڈیوریل نے اسے بہت کم تفصیلات سے آگاہ کیا۔ اس نے کرنل سے راجہ کی بابت دریافت کیا اسے

بتایا گیا کہ بوڑھے راجہ نے اپنے آپ کو بیرونی دنیا سے بالکل الگ تھلگ کر لیا تھا۔ وہ اپنے محل میں گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہا تھا۔ اور کسی سے بھی ملاقات نہیں کرتا تھا۔

"یہ واقعی ایک المیہ ہے۔" کرنل تلانگ نے کہا۔ "کرلینگ گڑا کے لوگ اسے اب بھی پسند کرتے ہیں۔ اس نے اپنے پوتے سے بڑی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔ وہ اسے لینگ گڑا کی اہم ترین سیاسی شخصیت بنانے کا خواہشمند تھا۔ لیکن تمہیں معلوم ہی ہے کہ ہم اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتے تھے۔"

"میں سب سمجھتا ہوں۔" ڈیوریل نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"جہاں تک کہ لفٹیننٹ پراپا کا تعلق ہے۔ . . . میں جانتا ہوں کہ موت کے وقت وہ تمہارے ساتھ تھا۔"

"وہ واقعی ایک بہادر آدمی تھا کرنل۔"

"بالکل۔ بالکل۔ اور میرے خیال میں اسے ترقی کرنے کی ہوس بھی تھی۔" کرنل تلانگ نے کہا۔ "بہرحال ہم نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے۔ کہ وہ پاؤ بھیٹ گوریلوں سے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوا۔ وہ بہادروں کی موت مرا۔ اب شہر میں امن قائم ہو چکا ہے"

ڈیوریل نے زیر لب کچھ کہا۔ پھر کرنل تلانگ نے اس سے پوچھا۔ کہ وہ کب وہاں سے رخصت ہو رہا تھا۔ ڈیوریل نے اسے بتایا کہ وہ اگلے دن لینگ گڑا سے چلا جائے گا۔ اس کے بعد ڈیوریل نے کرنل سے پالا میر کی بابت دریافت کیا۔

"وہ راجہ کے ساتھ ہے۔ اور کسی سے ملنا پسند نہیں کرتی۔" کرنل نے کہا: "میں تمہارے جذبات کو سمجھتا ہوں مسٹر ڈیوریل تم اسے پسند کرتے ہو۔ اس کی کافی بدنامی ہو چکی ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ اب اسے تسلی دینے والا بھی کوئی نہیں ہے۔"

ڈیوڈ ریلی غسل خانے میں تھا۔ جب اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ اس وقت شام کے نو بج رہے تھے۔ اس نے ہوٹل کے بار میں بوربن کی بوتل کا آرڈر دے رکھا تھا ہوٹل پہلے کی طرح چینی، ولندیزی، انگریز اور ہندوستانی تاجروں سے بھرا ہوا تھا۔ اس کی پرانی رونق اور چہل پہل پھر سے لوٹ آئی تھی۔ ڈیوڈ ریلی نے سوچا کہ شاید ہوٹل کا ملازم شراب کی بوتل لے آیا ہے۔ جب اس نے اپنے جسم کے گرد تولیہ لپیٹ کر کمرے کا دروازہ کھولا۔ تو پالا امیر کو اپنے سامنے کھڑا ہوا پایا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

"ہیلو سام"

"ہیلو۔"

"کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟"

"بصد شوق" ڈیوڈ ریلی نے راستہ دیتے ہوئے کہا۔

وہ ایک سفید ساری میں ملبوس تھی۔ اور پاؤں میں سفید سلیپر پہنے ہوئے تھی۔ اس کا چہرہ میک اپ سے بے نیاز تھا۔

"کیا تم کو میرے آنے کی توقع تھی؟"

"نہیں۔"

"میں راجہ کی طرف سے آئی ہوں۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ وہ تم سے نہیں مل سکے۔ انہیں پال کی موت کا اتنا غم ہوا ہے۔ کہ دنیا سے ان کا دل اچاٹ ہو گیا ہے"

"پال تمہارا جڑواں بھائی تھا۔" ڈیوڈ ریلی نے کہا۔

"دادا ہمیشہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہم دونوں ایک ہی وجود کے دو پہلو ہیں۔ پال کو وہ ہمیشہ شر کا پہلو بتاتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ میں خیر کا پہلو ہوں" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ ان کا خیال غلط ہے۔ میں بہت بری عورت ہوں۔ دیکھو نا میں نے اس کی موت کا غم بھی نہیں کیا۔ وہ جو کہ میرا جڑواں بھائی تھا۔ اس نے جو کچھ کیا واقعی بہت برا کیا۔ اس نے ملک اور قوم سے غداری کی کیا تمہیں مسٹر ہمینڈ کی موت کا افسوس ہے سام؟"

"ہاں۔ کئی لحاظ سے مجھے اس کی موت پر افسوس ہوا ہے۔"

"اور تم کافی غمگین نظر آتے ہو سام" پالا امیر نے کہا۔

"ہاں" ڈیوڈ ریلی نے کہا۔ "میں اکیلا تھا۔ . . . تنہائی میں گزری ہوئی تلخ یادیں سوہان روح بن جاتی ہیں"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر ڈیوڈ ریلی نے کہا۔ "کل میں جا رہا ہوں۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے"

"یعنی بارہ گھنٹے کے بعد" وہ بڑبڑائی "تو واقعی چلے جاؤ گے؟"

"میں مجبور ہوں مجھے جانا ہوگا۔"

"بارہ گھنٹے پوری زندگی ہوتے ہیں" پالا امیر نے کہا۔ "کیوں نہ ہم اس زندگی سے پورا پورا لطف اٹھائیں" یہ کہہ کر وہ اس کی طرف بڑھی۔

ڈیوڈ ریلی نے بتیاں بجھا دیں۔

ختم شد